رجسٹرڈ نمبر ے ۱ ے ۱۳

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

جلد ۳ [illegible] نمبر ۱

دارالعلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیۃ العلوم دیوبند کا ماہوار دینی علمی رسالہ

زیر نگرانی

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو

دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ ر

رسالہ القاسم ماہ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب [illegible]

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم و دیگر حضرات متعلقین علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

دستور العمل رسالہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاتحۃ الادارۃ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد خدائے سبحانہ وتعالےٰ کی بے پایاں رحمت ورافت فضل وعنایت سے القاسم کی پہلی جلد ختم ہو چکی۔

خاتمہ جلد اول کی سعادت اس کے خادموں کو علیٰ قدر عمل بفضل اللہ تعالےٰ نصیب ہو چکی۔

اب جلد ثانی کا افتتاح وآغاز ہے یعنی القاسم حق تعالےٰ شانہ کی حمایت ونصرت کیساتھ اپنی عمر کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ فللّٰہ الحمد والنعمۃ۔

سادۃ الکرام! القاسم کی سالگرہ کی تقریب مسعود میں جو فی الحقیقت متوسلین دار العلوم کے روابط دینیہ وتعلقات علمیہ کا واحد ذریعہ استحکام ہے جواعد والہم ما استطعتم کا عملی درس ہے مسرت وبہجت، انشراح وسرور سلسلۂ ہدیٰ کے قیام ودوام پر ایک فطری اقتضا وطبعی امر ہے جس کے مماثل آثار ہر کامیاب دینی ومذہبی سعی کے آغاز واتمام ووسط میں پائے جاتے جن سے خاتمہ بالخیر ونتیجۂ فوز کی فضیلت بخوبی سمجھ میں آتی ہے جس طرح بچہ جب کہ وہ اپنے پیروں نہ چل سکتا ہے نہ پھر سکتا ہے، خود کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے اپنے ماں باپ کی جملہ آرزوؤں کا مدار ہوتا ہے محبت مادری وپدری کا پورا مالک ہوتا ہے جوں جوں وہ اپنی ابتدا سے انتہا کی طرف متوسط ہونے لگتا ہے ووں ووں اعزہ واقربا کی توقعات وتمنائیں بڑھتی چلی جاتی ہیں کیونکہ وہ کمال

جسمانی کے بعد کمال روحانی سے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح القاسم دور جدید بھی اپنے عہد ابتدائی میں اپنے خادموں اور طالبوں کے حق میں ہدایت و سعادت کا ذریعہ اور دینی تمناؤں کا ایک محور رہے۔

اگر ابتدا کے لئے انتہا اول کے لئے آخر، ظاہر کے لئے باطن، خفا کے لئے ظہور نہ ہوتا یا ہوتے مگر علاقہ نسبت نہ ہوتا مثلاً آغاز ہوتا لیکن انجام اس کا ملازم نہ ہوتا۔ وسائل ہوتے مگر ان کا کوئی مقصد نہ ہوتا تو پھر غالب تھا کہ کوئی غالب نہ ہوتا۔ غالب ہوتا بھی تو اغلب نہ ہوتا۔ دائرہ ہوتا جس کا کوئی محور و مرکز نہ ہوتا، فوج ہوتی جس کا کوئی افسر نہ ہوتا۔ نتیجہ خیر کی سعی و جہد میں دنیا اگر سرگشتہ نہ کیجاتی۔ حصول مراد کی ترتیب سینوں میں اگر نہ پائی جاتی تو پھر دنیا کے تمام سلسلے علی الخصوص ہدایت و ضلالت کے شعبے تو قطعاً ہی نہ ہوتے۔ ہوتے بھی تو خدا جانے کس لئے ہوتے اور نہ معلوم کس کے لئے ہوتے۔

جب کہ القاسم کی تدریجی ترقی و سرعت رفتار اس شیر خوار بچہ کی سی ہو جو اپنے ماں اور باپ، اعزہ و اقربا کی تربیت میں رہ کر عہد طفولیت کو ختم کرتے ہوئے سن شعور میں قدم رکھتا ہے اور رفتہ رفتہ مقدرہ و مفوضہ خدمات میں مشغول و منہمک رہ کر بڑھتا اور پھلتا ہے، بڑھ کر آگے ہوتا ہے اور اس طرح آخر وہ اپنے عہد میں عالمگیر ہو جاتا ہے۔ تو اب سرچشمہ ہدایت و ایمان کی ترقی و کمال پر بھی نظر کیجئے۔

حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو سب سے اول نبوت و خلافت الٰہیہ عطا ہوئی لیکن الٰہی فرائضہ اس وقت کیا تھا۔ یہ تھا کہ سلسلہ نسل انسانی بڑھے اور پھلے۔ استحکام بنی آدم ہو۔ جب ہو لیا تو پھر نسل انسانی کے ہر فرد کو، کثیر التعداد انسانوں کو وحدت و توحید کا سبق دیا گیا، عہد الست یاد دلایا گیا، انبیا علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے حسب ضرورت بھیج بھیج کر اسے دُہرایا گیا۔ تفصیلات فرائض سے اسے قلوب میں پھیلایا گیا۔ جب دنیا توحید کو سمجھنے لگی، مخلوق کا خالق وحدہ لاشریک سے رشتہ جڑنے لگا یومنون بالغیب کی روشنی میں آکر جب کہ مخلوق اپنے خود ساختہ

معبودوں کی بندگی چھوڑنے لگی سلسلہ نبوت بنی اسرائیل کے میثاق آخری پر جب حضرت مسیح علیہ السلام سے

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ	بیشک اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے

کا اقرار لے لیا گیا تو آخر مظہر انسانیت کبریٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نبوت کا کمال واختتام ہوا ہے

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي	آج میں کامل کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کیا اسلام کو تمہارا دین بنے کے لئے

فرما دیا گیا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ	اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کے سوا اور دین تو ہرگز وہ اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان پانیوالوں میں سے ہوگا۔

کی منادی کردی گئی۔

ارتقاء تدریجی کا یہ ایک اصول ہے جو آپ عالم جمادات سے لے کر عالم حیوانات تک میں پائیں گے دین فطرت میں بھی اسی طرح کا ارتقا وعروج وکمال ہوا ہے۔

ذریعہ اشاعت وہدایت مجلہ علمیہ القاسم نے بھی اسی ارتقاء تدریجی کے مطابق نشوونما پائی اور آج وہ ابتدائی مراحل قطع کر چکنے کے بعد بحمد اللہ از فرق تا بقدم نداے عمل بننے کی صلاحیت لئے ہوئے آپ کے سامنے موجود ہے۔

غرض جب کہ ہر شمع ہستی کے شروع میں ہر کامیاب جہاد کے آغاز میں انجام ہوتا ہے اور انجام میں آغاز کے آثار بشہادت انما الاعمال بالنیات پائے جاتے ہیں۔

نتیجہ خیر کی ملازم ہونے کی وجہ سے مسرت وبہجت بھی توام یا تابع ہوتی ہے تو دور جدید کی کیفیات وخدمات، جانفشانی وعرق ریزی، کامیابی وکامرانی یقیناً اظہار مسرت کے لائق ہے اور اپنے موقع ومحل میں یہ [illegible] بنظر شکر ضروری بھی ہے لیکن القاسم کی سالگرہ افتتاح

جسمانی کے بعد کمال روحانی سے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح القاسم دور جدید بھی ا
ابتدائی میں اپنے خادموں اور طالبوں کے حق میں ہدایت و سعادت کا ذریعہ اور دینی
کا ایک محور رہا ہے۔
اگر ابتدا کے لئے انتہا اول کے لئے آخر، ظاہر کے لئے باطن، خفا کے لئے ظہور نہ ہوتا،
مگر علاقۂ نسبت نہ ہوتا مثلاً آغاز ہوتا لیکن انجام اس کا ملازم نہ ہوتا۔ وسائل ہوتے مگر ان کا
نہ ہوتا تو پھر غالب تھا کہ کوئی غالب نہ ہوتا۔ غالب ہوتا بھی تو اغلب نہ ہوتا۔ دائرہ ہوتا
کوئی محور و مرکز نہ ہوتا، فوج ہوتی جس کا کوئی افسر نہ ہوتا۔ نتیجۂ خیر کی سعی و جہد میں دنیا اگر
نہ کیجاتی۔ حصول مراد کی تڑپ سینوں میں اگر نہ پائی جاتی تو پھر دنیا کے تمام سلسلے علی الخ
ہدایت و ضلالت کے شعبے تو قطعاً ہی نہ ہوتے، ہوتے بھی تو خدا جانے کس لئے ہو
نہ معلوم کس کے لئے ہوتے۔
جب کہ القاسم کی تدریجی ترقی و سرعت رفتار اس شیر خوار بچہ کی سی ہے جو اپنے ماں اور با
و اقربا کی تربیت میں رہ کر عہد طفولیت کو ختم کرتے ہوئے سن شعور میں قدم رکھتا ہے اور
مقدرہ و مفوضہ خدمات میں مشغول و منہمک رہ کر بڑھتا اور پھلتا ہے، بڑھ کر آگے ہوتا
اس طرح آخر وہ اپنے عہد میں عالمگیر ہو جاتا ہے۔ تو اب سرچشمۂ ہدایت و ایمان کی ترقی
پر بھی نظر کیجئے۔
حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو سب سے اول نبوت و خلافت آلہیہ عطا ہوئی لیکن
اس وقت کیا تھا۔ یہ تھا کہ سلسلۂ نسل انسانی بڑھے اور پھلے، استحکام بنی آدم ہو۔ جب
پھر نسل انسانی کے ہر فرد کو، کثیر التعداد انسانوں کو وحدت و توحید کا سبق دیا گیا، عہد الس
دلایا گیا، انبیا علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے حسب ضرورت بھیج بھیج کر اسے دہرایا گیا۔ ت
فرائض سے اسے قلوب میں پھیلایا گیا۔ جب دنیا توحید کو سمجھنے لگی، مخلوق کا خالق وحدہ
سے رشتہ جڑنے لگا یومنون بالغیب کی روشنی میں آ کر جب کہ مخلوق اپنے خود ساخ

معبودوں کی بندگی چھوڑنے لگی سلسلۂ نبوت بنی اسرائیل کے میثاق آخری پر جب حضرت مسیح علیہ السلام سے

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ	بیشک اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمھارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ

کا اقرار لے لیا گیا تو آخر تکمیل انسانیت کیرے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دین کا کمال و اختتام یوں ہوا کہ

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي	آج میں کامل کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کر لیا اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے

فرما دیا گیا۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ	اور جو طلب کرے اسلام کے سوا اور دین تو ہرگز وہ اس سے قبول نہ کیا جاوے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانیوالوں میں سے ہوگا۔

کی منادی کر دی گئی۔

ارتقاء تدریجی کا یہ ایک اصول ہے جو آپ عالم جمادات سے لے کر عالم حیوانات تک میں پائیں گے دین فطرت میں بھی اسی طرح کا ارتقاء و عروج و کمال ہوا ہے۔

ذریعہ اشاعت و ہدایت مجلہ علمیہ القاسم نے بھی اسی ارتقاء تدریجی کے مطابق نشو و نما پائی اور آج وہ ابتدائی مراحل قطع کر چکنے کے بعد بحمد اللہ از فرق تا بقدم ندائے عمل بننے کی صلاحیت لئے ہوئے آپ کے سامنے موجود ہے۔

غرض جب کہ ہر شمر سعی کے شروع میں ہر کامیاب جہاد کے آغاز میں انجام ہوتا ہے اور انجام میں آغاز کے آثار بشہادت انما الاعمال بالنیات پائے جاتے ہیں۔

نتیجۂ خیر کی ملازم ہونے کی وجہ سے مسرت و بہجت کبھی توام یا باہم ہوتی ہے تو دور جدید کی کیفیات و خدمات، جانفشانی و عرق ریزی، کامیابی و کامرانی یقیناً اظہار مسرت کے لائق ہے اور اپنے موقع و محل میں تحدیث نعمت و بلحاظ شکر ضروری بھی ہے لیکن القاسم کی سالگرہ افتتاح

جسمانی کے بعد کمال روحانی سے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح القاسم دور جدید بھی اپنے عہد ابتدائی ہیں اپنے خادموں اور طالبوں کے حق ہیں ہدایت و سعادت کا ذریعہ، اور دینی تمناؤں کا ایک محور رہے۔

اگر ابتدا کے لئے انتہا اول کے لئے آخر ظاہر کے لئے باطن خفا کے لئے ظہور نہ ہوتا یا ہوتے مگر علاقہ نسبت نہ ہوتا مثلاً آغاز ہوتا لیکن انجام اس کا ملازم نہ ہوتا۔ وسائل ہوتے مگر ان کا کوئی مقصود نہ ہوتا تو پھر غالب تھا کہ کوئی غالب نہ ہوتا۔ غالب ہوتا بھی تو اغلب نہ ہوتا۔ دائرہ ہوتا جس کا کوئی محور و مرکز نہ ہوتا۔ فوج ہوتی جس کا کوئی افسر نہ ہوتا۔ نتیجۂ خیر کی سعی و جہد ہیں دنیا اگر ہمہ رشتہ نہ کیجاتی۔ حصول مراد کی تڑپ سینوں میں اگر نہ پائی جاتی تو پھر دنیا کے تمام سلسلے علی الخصوص ہدایت و ضلالت کے شعبے تو قطعاً ہی نہ ہوتے، ہوتے بھی تو خدا جانے کس لئے ہوتے اور نہ معلوم کس کے لئے ہوتے۔

جب کہ القاسم کی تدریجی ترقی و سرعت رفتار اس شیر خوار بچہ کی سی ہو جو اپنے ماں اور باپ، اعزہ و اقربا کی تربیت میں رہ کر عہد طفولیت کو ختم کرتے ہوئے سن شعور میں قدم رکھتا ہے اور رفتہ رفتہ مقدرہ و مفوضہ خدمات میں مشغول و منہمک رہ کر بڑھتا اور پھلتا ہے، بڑھکر آگے ہوتا ہے اور اس طرح آخر وہ اپنے عہد میں عالمگیر ہو جاتا ہے۔ تو اب سرچشمۂ ہدایت و ایمان کی ترقی و کمال پر بھی نظر کیجئے۔

حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو سب سے اول نبوت و خلافت الٰہیہ عطا ہوئی لیکن الٰہی فرائض اس وقت کیا تھا۔ یہ تھا کہ سلسلہ و نسل انسانی بڑھے اور پھلے، استحکام بنی آدم ہو۔ جب ہو لیا تو پھر نسل انسانی کے ہر فرد کو، کثیر التعداد انسانوں کو وحدت و توحید کا سبق دیا گیا، عہد الست یاد دلایا گیا، انبیا علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے حسب ضرورت بھیج بھیج کر اُسے دُہرایا گیا، تفصیلات فرائض سے اسے قلوب میں پھیلایا گیا۔ جب دنیا توحید کو سمجھنے لگی، مخلوق کا خالق وحدہ لاشریک سے رشتہ جڑنے لگا یومنون بالغیب کی روشنی میں آکر جب کہ مخلوق اپنے خودساخت

معبودوں کی بندگی چھوڑنے لگی سلسلہ نبوت بنی اسرائیل کے میثاق آخری پر جب حضرت مسیح علیہ السلام سے

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

بیشک اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے

کا اقرار لے لیا گیا تو آخر مظہر انسانیت کبریٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کا کمال واختتام فرمایا گیا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

آج میں کامل کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کر لیا اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے

فرمادیا گیا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور دین تو ہرگز وہ اُس سے قبول نہ کیا جاوے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانیوالوں میں سے ہوگا۔

کی منادی کردی گئی۔

ارتقاء تدریجی کا یہ ایک اصول ہے جو آپ عالم جمادات سے لے کر عالم حیوانات تک میں پائینگے دین فطرت میں بھی اسی طرح کا ارتقا وعروج وکمال ہوا ہے۔

ذریعہ اشاعت وہدایت مجلہ علمیہ القاسم نے بھی اسی ارتقاء تدریجی کے مطابق نشوونما پائی اور آج وہ ابتدائی مراحل نظم طے کر چکنے کے بعد بحمد اللہ از فرق تا بقدم نداے عمل بننے کی صلاحیت لئے ہوئے آپ کے سامنے موجود ہے۔

غرض جب کہ ہر شمر سعی کے شروع میں ہر کامیاب جہاد کے آغاز میں انجام ہوتا ہے اور انجام میں آغاز کے آثار بشہادت انما الاعمال بالنیات پائے جاتے ہیں۔

نتیجہ خیر کی ملازم ہونے کی وجہ سے مسرت ومحبت بھی توام یا باہم ہوتی ہے تو دور جدید کی حیات وخدمات، جانفشانی وعرق ریزی کی کامیابی وکامرانی یقیناً اظہار مسرت کے لائق ہے اور اپنے موقع ومحل میں بہ حمد محمود ملابہ نظر تشکر ضروری بھی ہے لیکن القاسم کی سالگرہ افتتاح

جسمانی کے بعد کمال روحانی سے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح القاسم دور جدید بھی اپنے عہد ابتدائی میں اپنے خادموں اور طالبوں کے حق میں ہدایت و سعادت کا ذریعہ، اور دینی تمناؤں کا ایک محور ہے۔

اگر ابتدا کے لئے انتہا اول کے لئے آخر، ظاہر کے لئے باطن، خفا کے لئے ظہور نہ ہوتا یا ہوتے مگر علاقہ نسبت نہ ہوتا مثلاً آغاز ہوتا لیکن انجام اس کا ملازم نہ ہوتا۔ وسائل ہوتے مگر ان کا کوئی مقصود نہ ہوتا تو پھر غالب تھا کہ کوئی غالب نہ ہوتا۔ غالب ہوتا بھی تو اغلب نہ ہوتا۔ دائرہ ہوتا جس کا کوئی محور و مرکز نہ ہوتا، فوج ہوتی جس کا کوئی افسر نہ ہوتا۔ نتیجۂ خیر کی سعی و جہد میں دنیا اگر ہمہ رشتہ نہ کیجاتی۔ حصول مراد کی تڑپ سینوں میں اگر نہ پائی جاتی تو پھر دنیا کے تمام سلسلے علی الخصوص ہدایت و ضلالت کے شعبے تو قطعاً ہی نہ ہوتے۔ ہوتے بھی تو خدا جانے کس لئے ہوتے اور نہ معلوم کس کے لئے ہوتے۔

جب کہ القاسم کی تدریجی ترقی و سرعت رفتار اس شیر خوار بچہ کی سی ہو جو اپنے ماں اور باپ، اعزہ واقربا کی تربیت میں رہ کر عہد طفولیت کو ختم کرتے ہوئے سن شعور میں قدم رکھتا ہے اور رفتہ رفتہ مقدرہ و مفوضہ خدمات میں مشغول و منہمک رہ کر بڑھتا اور پھلتا ہے، بڑھ کر آگے ہوتا ہے اور اس طرح آخر وہ اپنے عہد میں عالمگیر ہو جاتا ہے۔ تو اب سرچشمۂ ہدایت و ایمان کی ترقی و کمال پر بھی نظر کیجئے۔

حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو سب سے اول نبوت و خلافت آلہیہ عطا ہوئی لیکن آلہی فریضہ اس وقت کیا تھا۔ یہ تھا کہ سلسلہ و نسل انسانی بڑھے اور پھلے۔ استحکام بنی آدم ہو۔ جب ہو لیا تو پھر نسل انسانی کے ہر فرد کو، کثیر التعداد انسانوں کو وحدت و توحید کا سبق دیا گیا، عہد الست یاد دلایا گیا، انبیاء علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے حسب ضرورت بھیج بھیج کر اسے دہرایا گیا۔ تفصیلاً فرائض سے اسے قلوب میں پھیلایا گیا۔ جب دنیا توحید کو سمجھنے لگی، مخلوق کا خالق وحدہ لاشریک سے رشتہ جڑنے لگا یومنون بالغیب کی روشنی میں آکر جب کہ مخلوق اپنے خودساخت

معبودوں کی بندگی چھوڑنے لگی۔ سلسلہ نبوت بنی اسرائیل کے میثاق آخری پر جب حضرت مسیح علیہ السلام سے

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ	بیشک اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

کا اقرار لے لیا گیا تو آخر ظہور انسانیت کبریٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کا کمال واختتام فرمادیا گیا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي	آج میں کامل کرچکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کرلیا اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے

فرمادیا گیا۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ	اور جو طلب کرے گا اسلام کے سوا دوسرا دین تو ہرگز وہ اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان پانیوالوں میں سے ہوگا۔

کی منادی کردی گئی۔

ارتقاء تدریجی گویا ایک اصول ہے جو آپ عالم جمادات سے لے کر عالم حیوانات تک میں پائینگے دین فطرت میں بھی اسی طرح کا ارتقاء وعروج وکمال ہوا ہے۔

ذریعہ اشاعت وہدایت مجلہ علمیہ القاسم نے بھی اسی ارتقاء تدریجی کے مطابق نشوونما پائی اور آج وہ ابتدائی مراحل قطع کرکے پہنچنے کے بعد بحمد اللہ از فرق تا بقدم ندائے عمل بننے کی صلاحیت لئے ہوئے آپ کے سامنے موجود ہے۔

غرض جب کہ ہر شئی کے شروع میں ہر کامیاب جہاد کے آغاز میں انجام ہوتا ہے اور انجام میں آغاز کے آثار بشہادت انما الاعمال بالنیات پائے جاتے ہیں۔

نتیجۂ خیر کی ملازم ہونے کی وجہ سے مسرت وبہجت بھی توام یا پیہم ہوتی ہے تو دور جدید کی حیات وخدمات، جانفشانی وسرفروشی، کامیابی وکامرانی یقیناً اظہار مسرت کے لائق ہے اور اپنے موقع ومحل میں [illegible] محمود للہ بنظر تشکر ضروری بھی ہے لیکن القاسم کی سالگرہ افتتاح

...انی کی تقریب سعود میں مسرت و بہجت اُن رسمی تقاریب سے یکسر علحدہ ہے جن میں خوشی
...لئے منائی جاتی ہے کہ غم دنیا سے کبھی رستگاری نہ ہو، اطمینان کو جہاں اس لئے حاصل
...جاتا ہے کہ دائماً پریشانیوں کا شکار رہیں جن کی چند روزہ راحتوں کا مآل یہ ہوتا ہے کہ وہ ابدی
...یف میں مبتلا ہو جائیں۔ القاسم کے خادموں کی مسرت اور راحت اس سے قطعاً مختلف ہے
...ن کا آرام یہ ہے کہ وہ اسلام کے غم سے کسی وقت بھی خالی نہ رہیں۔ اُن کا دل آرام ابدی مسرت
...بہجت وطن آخرہ کی راحت ہے، اُن کی چین یہ ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بے چین
...رہیں، حاصل شدہ آرام کو بھی خیر باد کہدیں۔

...ہم القاسم کو کس صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں آج ہم حسب وعدہ اس کی بھی کچھ تفصیل کر دینا
...چاہتے ہیں ہم جب کبھی وقت مساعد سے قرین ہوں گے ہمارا پہلا کام اُس وقت یہی ہوگا کہ
...القاسم اپنے سرمایہ سے ایک مستقل علمی مجلس کی خدمات حاصل کرے جس کا کام ہی بجز القاسم کی
...خدمت کے کچھ نہ ہو۔ جماعت دیوبند کے جو مشہور اہل قلم ہیں خواہ وہ اب کسی خدمت پر مامور ہوں
...کہیں ہوں مستقلاً وہ اسی کی خدمت میں لگے رہیں اور اس طرح دار العلوم سے اشاعت مذہب
...کی خدمت کما حقہٗ انجام پائے۔ مگر یہ کام اُس وقت پورا ہو سکتا ہے کہ القاسم ایک دو سال آئندہ
...ہم ضعیف کارکنوں کی کوششوں کی ساتھ جاری رہے اور ناظرین کرام بھی اس کے اجراء و
...بقا کے فکر کو اپنے لئے ضروری سمجھیں۔ ہم خدمات دینی کو کس دائرہ میں پورا کرنے کی تمنا رکھتے ہیں
اس مبارک تقریب میں ہم حسب وعدہ اس کی بھی کچھ وضاحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کیا عجب
ہے کہ کسی وقت مساعد میں یہ تمنا بھی پوری ہو بہر حال اظہار کی غرض صرف یہ ہے کہ اگر یہ درد یہ تمنا
دوسرے بھائیوں کے دلوں میں بھی ہو تو وہ ہمارے ساتھ ملکر اُسے پورا کرنے کی سعی میں لگ جائیں

وہ دلی آرزو یہ ہے جس کا عمل میں آنا کل جماعت کی عملی سرگرمی پر موقوف ہے کہ

فضلائی دار العلوم دیوبند و متوسلین جامعہ قاسمیہ اجتماعی ہمدردی و قوت سے جمعیۃ الانصار
دار العلوم دیوبند کو دوبارہ زندہ کریں تاکہ وہ خود زندہ ہوتے ہوئے مجموعی قوت کو حاصل کرتے ہوئے

دوسروں کو بیدار کر سکیں خود جڑتے ہوئے دوسروں کو اپنے ساتھ جوڑ سکیں تصنیف و تالیف تبلیغ واشاعت وعظ و حکمت، ہدایت و نصیحت سے فضائے ہند کو منور کر سکیں طاغوت و عدوان کو دبا سکیں، ملک کے بگڑے ہوئے حالات کو درست کر سکیں۔

جمعیۃ کے احیاء کے بعد بآسانی یہ ہوسکتا ہے کہ منتخبہ قوائے دارالعلوم مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بھینٹ جائیں۔ دارالتصنیف، دارالتبلیغ، دارالاشاعت کے دائروں میں اپنی خدمات کو دکھلا سکیں، فریضۂ تذکیر مسلمین کو کما حقہٗ ادا کر سکیں اور اس طرح کہ دارالعلوم کے نظام تعلیم پر کوئی گرانی نہ ہو بلکہ موجب تقویت ہو بمعنائے مرادف جو اطراف و جوانب کے طالبان علم دین دارالعلوم میں آتے ہیں بعد از فراغ وہ جمعیۃ الانصار کے ذریعہ اپنی خدمات دینیہ کو خاطر خواہ پورا کر سکیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم ضعیف ہیں اور ضعف کی وجہ وسائل کا نقصان یا اس کی کمی ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ جماعت حقہ ید اللہ علی الجماعۃ کی بدولت یقیناً ضعیف نہیں لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کی رو سے حقیقی جماعت ضال اور مضل نہیں لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق کے وعدہ کی بنا پر یہ یقین و ایمان ہے کہ جماعت حقہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتی پھر وہ بھی جماعت دیوبند جس کی مقبولیت جس کی فیض رسانی مقبول عند اللہ ہو چکی ہو۔

مذہب کی حرمت، مسلمانوں کی دینی ضرورت سراسر اس کو متقاضی ہے کہ دارالعلوم دیوبند بحول اللہ و قوتہ تبلیغ مذہب کی اہم خدمت اور مہم کو مستقلاً دائماً اعلیٰ پیمانہ پر انجام دے۔ تعلیم کے تکفل کی طرح تبلیغ کے فریضہ کو بھی اپنے ذمہ لے کر عامۂ مسلمین کو مطمئن کرے اور اس کی ہدایت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ جو تعلیم کا تکفل بہترین طریقہ سے کر سکتا ہو وہ تبلیغ کی کل خدمات کو بھی بسہولت انجام دے سکتا ہے میں تو یہاں تک کہنے میں مبالغہ نہیں سمجھتا کہ خدمت تبلیغ وہی جماعت کر سکتی ہے جو تعلیم مذہب کے فریضہ کو انجام دے سکتی ہے اگر یہ رائے صحیح ہے اگر جماعت دیوبند مجموعی طور پر سراپا خلوص ہے تو پھر فضلائے دارالعلوم کو ایثار نفس کرتے ہوئے اس تحریک کو ضرور کامیاب بنانا چاہئے تاکہ مسلمانان ہندوستان دل کھول کر

جان توڑ کوشش سے اُن کی تبلیغی مساعی پر لبیک کہتے ہوئے مطمئن ہو جائیں۔
دار العلوم دیوبند جس بہترین طریقہ سے تبلیغ واشاعت کے کام کو انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ اعانت مسلمین واجتماع متوسلین کی قوت شامل حال رہے۔ درحقیقت ہندوستان میں کوئی جماعت مجموعی حیثیت سے اس قدر کام کر کے نہیں دکھلا سکتی اُنھوں نے جنگ بلقان میں جنگ روم روس میں نرغۂ خلافت میں جو نمایاں حیثیت حاصل کی اس کا انکار کون کر سکتا ہے علمائے دیوبند کو ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ وہ اپنے کو منتظم کر لیں۔ فضلائے دار العلوم کو جو محبت، تعلق اپنی عزیز وعظیم درسگاہ سے ہے وہ عملی صورت اختیار کرے تاکہ اسلامی مہمات اُن سے انجام پائیں۔ تبلیغ کے مؤثر ہونے کی دو ہی شرطیں ہیں (۱) غلوص (۲) تعلیمی کمال اور یہ دونوں جوہر جس درجہ اس جماعت میں مجموعی حیثیت سے باوجود زمانہ کے تنزل وانحطاط کے بفضلہٖ تعالےٰ موجود ہیں ماسوی میں اس درجہ نہیں۔
مرکز علوم اسلامیہ کا حق اس دور تنزل میں اس کو متقاضی ہے کہ اس کو محبوب رکھنے والے آپس میں جُڑیں اور حُرمت کرامت مرحومہ کے اختلال نظم وتشتت آراء کو دفع کریں۔
جمعیۃ الانصار کی زندگی درحقیقت جماعت دیوبند کی زندگی ہے اگر متوسلین دار العُلوم دار العُلوم کے حقوق کو سمجھتے ہوئے جمعیۃ الانصار کو زندہ کرنے میں مستعد ہو جائیں، قوت انتساب کو استعمال کرنے لگیں تو میں معتمداً علی اللہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے اسلام کو اور مسلمانوں کو دار العلوم دیوبند کو اور اُس کے بیشمار متوسلین کو عظیم الشان نفع پہنچیگا، کھویا ہوا وقار مسلمان پاسکیں گے۔ گذشتہ سو، تدبیریوں کی بڑی حد تک تلافی ہو سکے گی۔ یہ ایک مخلصانہ ذاتی مشورہ ہے جس کے پورا ہونے کی بارہ میں میری دعا ہے کہ حق تعالےٰ شانہ فضلائے خاص دار العلوم وجملہ منتسبین عام دار العلوم کو اس پاکیزہ خدمت کے لئے ہمہ تن مستعد فرمادے، اُن کے دلوں کو گرمادے مسلمانوں کی حمایت ونصرت کا جو جذبہ اُن کے اندر موجود ہے اس کے پورا ہونے کا انہیں اس ذریعۂ خیر سے یقین دلادے تاکہ عام وخاص کی مجموعی قوت وطاقت اسلام اور اہل اسلام کی تقویت کا موجب ہو۔

حق تعالےٰ اپنے فضلِ عمیم سے جمعیۃ الانصار کو زندہ کردے۔ ہمارے بکھرے ہوئے دلوں کو جوڑدے متفرق موتیوں کو جمع فرمادے۔ مسلمانوں کی موجودہ علماء کی سب سے بڑی جماعت کے کل افراد کو ایک رنگ ایک ڈھنگ سے مصروف خدمت اسلام فرمادے۔ عامۂ مسلمین کے اندر بھی احساس کی لہر پیدا فرمادے۔ انھیں علماء کی مدد کے لئے کھڑا کردے تاکہ ہدایت وایمان کا قصر منہدم ہونے سے بچ جائے۔ مسلمانوں کے بگڑے ہوئے کام بن جائیں اور القاسم کی یہ تقریب نفس الامر میں کل مسلمانوں کی تقریب ہوجائے آمین یارب العالمین۔

بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۰

خادم ناکارہ

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ

نائب المدیر "القاسم"

تتمۂ مشورہ

شرطِ اوّل قدم

آں ست کہ مجنوں باشی

جمعیۃ الانصار کے احیاء وقیام اور نظام تبلیغ کے دوام کی پہلی شرط یہ ہے کہ جملہ فضلائے دارالعلوم ومتوسلین جامعہ اپنی اپنی پتوں اور تفصیلاتِ مشاغل سے دفتر القاسم یا دفتر دارالعلوم کو مطلع فرمادیں اور جب تبدیلی ہو تو اس سے اطلاع دیا کریں تاکہ فہرست متوسلین حروف تہجی کی ترتیب سے ہر سال مرتب ہوتی رہے۔ صوبہ وضلع وار بنائی جایا کرے اور وقتی اعلانات واطلاعات میں سہولت ہو، موقت غیر موقت اشاعتوں کے ذریعہ اظہار خیال کا پورا موقع مل سکے اس میں تھوڑی سی تکلیف ہے جو پانچ منٹ کی مہلت سے آسان ہے اور دو پیسہ کا خرچ ہے جو نظم متوسلین کے فوائد کے لحاظ سے مآلاً درحقیقت سود در سود ہے امید ہے کہ علاوہ خریداران القاسم سال حال کے بقیہ حضرات بعد از اطلاع ضرور اپنے اپنے پتوں سے مطلع فرمادینگے۔

نائب المدیر

محرم میں عید غم کے پیرایہ میں خوشی

رسمی ماتم کرنے والوں کے ماتم کا زمانہ آگیا سینوں کے صبر و ضبط کا موسم آپہنچا لہو ولعب میں مصروف ہونیوالوں کی کھیل کود کا عزیز وقت آگیا۔ تعزیوں کے بننے کی گھڑیاں بھی آگئیں۔ اور وہ حسرت بھری ساعتیں پھر آج پہنچیں جن میں اب سے سیکڑوں برس پہلے خدا کے محبوب کے محبوب نے مظلومانہ طریق پر کربلا کے میدان میں اپنی جان کو برضا و تسلیم مالک ارواح کے سپرد فرمایا تھا اور اس کی ساتھ بہت سے خدا کی راہ میں لڑنے والوں نے بیویوں کو بے شوہر بچوں کو یتیم چھوڑا تھا۔ وہ مظلومیت و ماتم کی سیاہی میں برابر ہونے والے دن رات بھی آگئے جن کی ہر ہر ساعت میں اب سے چند صدیاں پہلے قیام دنیا کا مسئلہ درپیش تھا۔ یا ایک عرصہ مستقبل میں درپیش ہوگا۔ ایسے وقت میں ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ ہمارے لئے خدا اور اُس کے رسول کی ہدایات کی روشنی میں کیا راہ عمل ہے یہ وہ قابل غور امر ہے کہ اس میں بہت سی خرابیوں کا حل موجود ہے بشرطیکہ سلیم فطرتیں دعوت فلاح کو عام کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں اور نیک طبیعتیں شر و عدوان کو مٹانے کا تہیہ کرلیں۔

دنیا سے یہ مخفی نہیں کہ اسی دنیا میں اب سے ہزاروں برس پیشتر حضرت نوح آئے اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے جرم میں سخت سے سخت اذیتوں کا شکار ہوئے۔ اسی زمین پر ہزاروں سال کے بعد حضرت ابراہیم جلوہ فرما ہوئے اور اپنی قوم کو ہدایت کا سبق دیتے ہوئے ہدف اذیت ہوئے۔ یہی توحیدی جذبہ تھا جس نے ایک مقدس نبی کے بیٹے کو جیلخانہ میں رکھایا اور پھر اسی کو غلامانہ سے نکالکر شاہانہ اعزاز سے آراستہ کیا۔ اسی دُنیا میں حضرت موسیٰ آئے جن کو فرعون نے مرتے وقت تک اذیت پہنچائی اور جن کی قوم نے باوجود اکرام خداوندی پھر ان ہی سے بغاوت کی۔ دنیا میں حضرت مسیح بھی آئے کہ جن کو یہود نے اپنے فریب و خداع سے رسوا کرنا چاہا اور ...

بندے کو ملوث کرنا چاہا۔ لیکن خدا نے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ اسی دُنیا میں فخر الرسل حضرت نبی الانبیا بھی تشریف لائے کہ فی الحقیقت عبدیت کاملہ کا تاج جن کا طغرائے امتیاز تھا اور کون ومکان کی یہ بزم جن کے وجود اطہر سے رونق پائے ہوئے تھی اور صبر و ضبط جن کا دنیا کے کل صابرین سے بہت بڑھ چڑھ کر تھا۔

اسی دنیا میں خلفائے اربعہ کی دین فطرت پر مٹ جانے کی وہ قابل تقلید روشن مثالیں بھی موجود ہیں کہ تا قیام قیامت اُن کی محویت مشکل ہے اسی دُنیا و آماج گاہِ فساد میں امت محمدیہ کے وہ مکمل اولیا و اقطاب بھی گذرے ہیں جنھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت میں اکثر قطعاتِ ارضیہ کو اپنے خون سے رنگ کر کربلا بنا دیا۔ لیکن ان کل انبیاء و اولیاء کی ان بیش بہا عبادتوں اور قربانیوں میں قابل غور امر یہ ہے کہ ہم از خود بھی کسی کی یادگار قائم کر سکتے ہیں یا نہیں ہم آزادانہ طور پر الٰہی مذہب میں ترمیم و اضافہ کے اہل بھی قرار دیئے گئے ہیں یا نہیں؟

جب اس امر پر غور کرتے ہیں تو ہماری نظر سب سے پہلے اس حدیث پر جاتی ہے جس کو اللہ کے سچے رسول نے اس طرح بیان فرمایا

من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منہ فھو ردٌّ	جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہے

جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معصیت و ضلالت سے بچانے کیلئے ہدایت کا سبق یوں دیا تھا اور غیر اللہ کے اتباع سے منع کیا تھا۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہٖ اولیاء قلیلاً ما تذکرون ۝	اے لوگو تابعداری کرو اس چیز کی جو تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور نہ پیروی کرو اوروں کی سوائے اللہ کے

علاوہ ازیں ہم اپنی مجبوری و محتاجی، عبودیت و بندگی پر نظر کرتے ہوئے یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مجبور و عاجز مخلوق و مملوک کو کسی طرح بھی کسی قانون سازی کا اختیار دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا اُس کو کسی طرح بھی آزادی و مختاری کے اوصاف سے ہمکنار نہیں کہا جا سکتا جس طرح

ملک غیر میں تصرف کا حق تمام انسانوں کے نزدیک ناجائز ہے اسی طرح انسانوں کو خدا کی مخلوق و ملک میں تصرف کا حق بھی بدون اس کی ارشاد و اجازت کے جائز نہیں۔

جب کہ یہ مجبور انسان اپنے جیسا ایک انسان بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ انسان تو بڑی چیز ہے انسان جیسا ایک عضو بھی نہیں بنا سکتا۔ کسی مرے ہوئے کو زندہ بھی اپنی طاقت سے نہیں کر سکتا تو یہ کیسے سلیم فطرت کے نزدیک قابل یقین ہو سکتا ہے کہ الٰہی مذہب میں بھی ترمیم و اضافہ و اختراع کا حق اس کو پہنچ سکتا ہے۔

فی الحقیقت مذہب کی مثال اپنے جملہ فرائض و واجبات و مستحبات کے اعتبار سے بقول حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک انسان جیسی ہے جس طرح انسان کے جسم میں آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک مقدار و تناسب ہے کہ اگر مثلاً ناک اپنی مقدار سے بڑھ جائے۔ یا کان دو کے بجائے تین ہوں اسی طرح مذہب کے اندر بھی نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر واجبات و سنن ہیں کہ ہر ایک کی ایک مقدار متعین ہے مثلاً ظہر کی نماز کی فرض رکعتیں چار ہیں۔ اگر کوئی چھ رکعات کو فرض سمجھنے لگے یا بالفاظ دیگر اگر کسی انسان کے دو کان کے بجائے چھ کان ہو جائیں تو یقیناً وہ تناسب باقی نہیں رہ سکتا پس بروئے شہادت عقل سلیم جس طرح یہ انسان ایک عضو کے بنانے پر بھی قادر نہیں اسی طرح الٰہی مذہب میں بھی ترمیم و اضافہ کا اس کو حق نہیں ہونا چاہیئے۔

جس طرح انسان آسمان و زمین، چاند، سورج، حیوانات و نباتات نہیں بنا سکتا اور موجودات و ممکنات کا اس سے بہتر تو کیا اس کی برابر یا اس سے گھٹا ہوا نقشہ بھی نہیں پیش کر سکتا۔ اسی طرح الٰہی مذہب اور قانون فطرت کے مطابق بھی کوئی انسان مذہب نہیں پیش کر سکتا۔

لہٰذا جو شخص دین قیم میں کوئی ترمیم یا اضافہ یا جدت پیدا کرتا ہے جس کا قرآن و سنت سے ثبوت نہ ملے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی رات کو آفتاب جیسی روشنی حاصل کرنے کے فکر میں لالٹین جلا کر عالم کو منور سمجھتا ہو ظاہر ہے کہ ایسے احمق اور بے وقوف کو یہی کہینگے کہ اس نے اپنی اصل سے تجاوز کیا

مجبور ومقید ہوتے ہوئے اس نے اپنے کو مختار جانا حالانکہ بدلالت حال وقال اُس کی شان کے مطابق یہ آیت تھی جس میں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے فرمایا:۔

ماکان لمؤمن ولامومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہٗ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہٗ فقد ضل ضلالاً مبیناً ہ	اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجایش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دیں کہ (پھر) ان کو ان (مومنین) کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانیگا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

محرم منانے والے اب تھوڑی دیر کے لئے اس پر غور کریں کہ محرم میں تعزیہ داری وعلمبرداری خدا و رسول کے ارشاد سے جاری ہے یا یہ سب کچھ لہو ولعب، ایجاد بندگان ہوا وہوس ہے۔
رسول کی طرف سے تو یوں حکم نہیں ہو سکتا کہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے محبوب نواسے حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی اللہ کی طرف سے یوں حکم نہیں ہو سکتا کہ انصاف کے خلاف ہے۔ حسین علیہ السلام سے ہزاروں برس پہلے سے اُس کی راہ میں اپنی جان کو قربان کردینے والے ہوتے رہے ہیں یقین نہ ہو تو مذہب فطرۃ پر فدا ہونے والوں کی فہرست اٹھا کر دیکھ لیجئے اور اُن کی قربانیوں پر نظر فرمائیے۔ پس یہ غم اور ماتم کہ اسلام میں عورت کے لئے بھی بمصالح دینیہ چار مہینہ دس دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں پھر وہ بھی صبر وضبط وسکون کیساتھ جائز ہوا نہ کہ فریاد ونوحہ کے ساتھ کس طرح جائز ہوگا اور ایسے ماتم کرنے والے کس طرح نہ خدا کے عذاب وعتاب کے مستحق ہوں گے کیونکہ ان بندوں نے خدا کے دین کو ناکافی خیال کرتے ہوئے طریقۂ غم ایجاد کیا پھر وہ طریقۂ ماتم اور صورتِ غم بھی کیسی ہے کہ نعوذ باللہ اس کی جملہ تفصیلات سے قلم کی نوکیں گھس جاتی ہیں۔
پھر یہ رسم و یادگار حسین ادا بھی کیجاتی ہے تو کس طرح کہ گلی گلی میں تاشے اور باجے لئے لئے پھرتے ہیں۔ اکھاڑے ساتھ ہوتے ہیں ڈھول نفیری کی آواز سے کان پڑی آواز سُننا مشکل ہوتی ہے۔
حسین علیہ السلام کا جنازہ تمام شہر میں پھرایا جاتا ہے جس طرح کوفہ کی گلی گلی میں امام حسینؓ کا سر

یزید نے پھیلایا تھا آج مسلمان بھی اسی یزید کے مقلد ہو کر قرۃ العین نبی الثقلین کی اہانت کرتے ہیں کیا یہ شور و شر ڈھول ڈھمکا حضرت حسین کے دوستوں کا کام ہو سکتا ہے یا یزید ملعون کی ساتھیوں کا ایسے مظاہرے کرنے والے اُس دن کوفہ میں امام حسینؓ کے متعلقین تھے یا اُن کے دشمن ؟ وہ لوگ جو اس قسم کی خرافات و اختراعات کو مذہبی شعائر کا لباس پہناتے ہوئے انھیں ادا کرتے ہیں اور کسی طرح بھی وہ یوم حساب میں حساب دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہئے کہ نہ صرف اُن پر ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہٗ کی رو سے وبال ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دکھانے کا اس سے بڑھکر اُن کے لئے عذاب و عقاب تیار ہے کیا وہ اپنے عزیز و اقرباء کے مرجانے کا غم اسی طرح کیا کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلعم کے نور نظر کی شہادت کا غم اس طرح کرنے کے کیا معنی ہیں اور آخر اس کا انجام کیا ہے؟ کیا اس کے بعد بھی وہ ابھرنے کا وسوسہ دل میں لاتے ہیں۔ آہ آج مسلمان محرم کی پنّیوں اور تعزیوں کی تیاری میں قریبًا دو کروڑ روپیہ دشمنان اسلام کی جیبوں میں بھرتے ہیں۔ خدا کے دین پر بدنما دھبہ لگاتے ہیں۔ خدا کے عطا کردہ مال کو اُس کے محبوب کے دل دُکھانے میں صرف کرتے ہیں اور اس طرح کہ وہ دشمنان اسلام کی جیبوں میں جاکر مزید اذیت مسلمین کا سبب بنے کسقدر حسرت اور کسقدر ماتم کے قابل یہ امر ہے وہ دشمن وہ گھر کے بھیدی جو رات دن ہمارے مٹانے ہمارے برباد کرنے میں مصروف ہیں کیا ان ہی کے پاس ہمارا مال جائے مسلمانوں کو اب بھی ہوش نہیں آتا۔ کیا اس کے بعد بھی وہ ایسی شیطانی مجالس میں شریک ہو کر اُن کی رونق کو بڑھاتے ہیں۔ کیا یہ وحشیانہ یادگار مہذب و متمدن قوم کا کام ہو سکتا ہے ؟ خدا سے ڈرو اور اسی سے خدا کے حکم کو پہچانو کہ مسلمان یا جو خیر الامم ہونے کے محبوب کی امت میں باوجود داخل ہونے کے یہ افعال شنیعہ اختیار کرتے ہیں جسکو کوئی عقلمند کوئی دنیا کا مہذب گوارا نہیں کرسکتا۔ اور خدا اُن پر پھر بھی رحم و کرم فرماتا ہے وہ جانوروں سے بدتر کفار تو آج سمجھ بکر ہیں جن کا درجہ بلسان قرآن جانوروں سے ارزل ترین ہے اور حیرت ہے کہ مسلمان پھر بھی اس خسارہ و نقصان دینی و دنیوی سے باز نہ آئیں کیا خدا کی رحمت بیکراں نہیں کہ ایسے اشقیاء کو وہ پھر بھی

اپنی رحمت عامہ اور نعمت واسعہ سے حصہ دیتا ہے۔ حق تو ایسوں کا یہ تھا کہ اُن کے مکان جلا دئے جاتے اُن کی اولاد بنیاد کو ختم کر دیا جاتا اُن کے اموال وارزاق کو یکسر بند کر دیا جاتا لیکن اس حلیم دستار کی کرم فرمائی تو اس کے بعد بھی یہی ہے کہ اگر کل اُن کے پاس سیکڑوں کی تعداد میں مال و زر تھا تو آج اُن کے پاس ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے۔ یہ گمراہ اُس کو فخر جانتے ہیں حالانکہ خُدا کی طرف سے اُنھیں مُہلت دی جارہی ہے۔ خدائے بے نیاز کی طرف سے انھیں جنگ کا پیغام دیا جارہا ہے۔ دُنیا کے فنا کی گھڑیاں قریب کی جارہی ہیں تاکہ کل یوم حساب میں انھیں اپنا کل کھایا پیا اُگلنا پڑے۔ اور اپنے کئے کا پھل انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا نصیب ہو۔

ویوم یعض الظالم علی یدیہ ویقول یٰلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتا لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطٰن للانسان خذولاً	اور جس دن کاٹ کاٹ کھائیگا نافرمان اپنے ہاتھوں کو کہیگا اے کاش میں نے رسول کیساتھ راہ پکڑی ہوتی ہائے میری کمبختی کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس نے تو مجھ کو بہکا دیا نصیحت سے اسکے بعد کہ وہ مجھ تک پہنچ چکی تھی اور شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

مسلمانوں پر فرض ہے اور ایسا ہی فرض ہے جیسے کہ اور فرائض ہیں کہ وہ اپنی وسعت و ہمت وطاقت کے مطابق اس اہانت مذہبی کو جلد سے جلد روکیں اور محرم کی اس رسم کو جلد سے جلد ہندوستان سے مٹا دیں ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کر دیں جو خدا اور اُس کے رسول کے حبیبوں اور محبوبوں کی توہین کریں اور اس کے لئے پورے طور پر انسدادی تدابیر ہونی چاہئیں اس کے بعد جو لوگ بوجہ شقاوت پھر بھی قائم رہیں تو اُن سے اعراض کر لیا جائے اور اس طرح خُدا کے چاہنے والے اُن سے بیزاری کا اعلان کر دیں اور اس اعلان کو نا اتفاقی کا ذریعہ نہ سمجھیں کہ فی الحقیقت پھر دنیا میں اتفاق کا وجود بھی نہیں پایا جا سکتا۔

خاکسار

طاہر بن احمد قاسمی کان اللہ لہ

نائب المدیر القاسم

افضنا

یہ تو حضرات شیعہ کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ ہدایت وسعادت کا حصول بغیر کلام اللہ اور عترت کے تمسک، توسل کے میسر نہیں ہوسکتا۔ لیکن حیرت ہے کہ موجودہ کلام اللہ کو اصلی کلام اللہ بھی وہ نہیں مانتے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی آفتاب کے نکلنے کی ضرورت کو تو تسلیم کرتا ہو مگر نور آفتاب کا قائل نہ ہو۔ اس کے نادرست ہونے میں تو کسی غبی کو بھی کلام نہیں ہوسکتا کہ تمسک اُس کلام اللہ سے تو کسی طرح بھی نہیں کیا جاسکتا جو بزعم حضرات شیعہ غار سر من رای میں ہے جس کو حضرت امام مہدی اُن کے نزدیک ساتھ لاویں گے۔

ظاہر ہے کہ اس سے کسی طرح بھی تمسک نہیں ہوسکتا۔ اگر ہوسکتا ہے تو انجیل و توریت سے بھی تمسک کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ لوح محفوظ میں تو وہ بھی محفوظ ہیں اور جب اُن سے بھی تمسک ہوسکتا ہے تو اتباع دین محمدی کی نصاریٰ ویہود وغیرہ کو پھر کس لئے تاکید کیجاسکتی ہو

یہ بھی ہر دانشمند جانتا ہے کہ صرف عقل انسان کو حیات ابدی کی طرف نہیں پہنچا سکتی جبتک وحی کی شمولیت نہ ہو۔

عقل رہبری ضرور کرتی ہے مگر اسی قدر کہ کاروبار دنیا میں عجز واقع نہ ہو۔ ایک لالٹین مکان کو ضرور روشن کرسکتی ہے لیکن اتنا ہی کہ مکان دکھلائی دینے لگے لیکن اُس کی روشنی مکان کے ذرہ ذرہ کو نہیں دکھلاسکتی۔ اس کی روشنی مثلاً کلکتہ نہیں پہنچا سکتی اور جب کہ عقل باوجود نارسائی کے اتنا ضرور جانتی ہے کہ وساوس وخطرات، شکوک وشبہات اس کے اہل بیت میں سے ہیں اور وحی میں اُن میں سے ایک کی بھی رسائی نہیں۔ اس کی سرحد ہی پرواز عقل کی انتہا سے شروع ہوتی ہے تو پھر اس کی بداہت میں کوئی نظر باقی نہیں کہ وہ حیات جو نشو نمیتکے کے بعد سے

شروع ہوگی اور بوجہ تعلق باللہ پھر جس کے لئے کوئی مدت نہ ہوگی اس کے لئے سوائی استمداد وحی کے اور کوئی چیز کارآمد اور چارہ کار نہیں ہے۔ عقل صرف اسی مستعار زندگی میں کچھ کام دے سکتی ہے اور جب کہ حیاتِ ابدی کا حصول بدون تمسک وحی کے ممکن نہیں تو پھر حفاظت وحی کے مسئلہ کو بھی سمجھئے۔ اگر وحی کی حفاظت انسانوں کے سپرد ہوتی تو بوجہ اُن کے مختلف المذہب ہونے کے اس کی حفاظت کی کوئی صورت نہ ہوتی اس لئے وعدۂ خداوندی

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۵	ہم ہی نے نازل کیا اس نصیحت کو اور ہم ہی اُس کے محافظ بھی ہیں۔

کی بداہت ماننی پڑیگی کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہوسکتی تھی کہ منزل وحی خود محافظ ہو اور یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اسی وحی کی حفاظت وہ فرمائے جو ہم میں آئے اور کون نہیں جانتا کہ وہ وحی منزّل من اللہ کلام اللہ ہے جس کے بھیجنے والے حق سبحانہ وتعالےٰ ہیں جس کے لانے والے جبریل امین ہیں جس کے یاد کرنیوالے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس کو کاغذ میں نہیں سینوں میں محفوظ کرنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں

اس کے بعد اگر شیعہ کہیں کہ معاذاللہ خلیفۂ ثالث نے قرآن میں ترمیم وتنسیخ کی ہے اور اصلی قرآن موجودہ قرآن نہیں ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ایک انسان بھی حیات ابدی حاصل نہیں کرسکتا۔ پھر جب کہ کلام اللہ جیسا شائع ذائع کلام جس کے ایک ایک حرف کو ایک ایک حرکت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محفوظ کرایا ہو محفوظ نہ رہ سکا اور لائق اعتماد نہ رہا تو شیعوں کا یہ ہی قول کس طرح لائق اعتبار ہوگا۔ اُن کا مذہب تو پہلے باطل ہوگا۔

نہیں معلوم خلیفۂ ثالث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایسی قوت کہاں سے مل گئی تھی کہ جس کے سامنے معاذاللہ خدا کی بھی نہ چلی، رسول کی بھی شنوائی نہیں ہوئی۔ یمن، روم، فارس، شام

میں جو صحابی اپنے سینوں میں کلام اللہ رکھتے تھے وہ کس طرح ترمیم و تنسیخ کے بعد مطمئن رہتے۔
اور جب کہ کلام اللہ لائق اعتبار نہیں تو پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا بھی
نعوذ باللہ ضروری نہ ہوگا۔ مرزا غلام احمد جیسے انسان کے دعوائے نبوت کے خلاف کچھ نہ کیا جا سکیگا
دین اسلام کے قیامت تک منسوخ نہ ہونے کی بھی کوئی دلیل پیش نہ کیجا سکے گی۔ نجات
کا انحصار بھی نہ کیا جاسکے گا۔

شیعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیحد خفا ہیں اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ موافق ارشاد نبوی
"اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" جس کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے بھی قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے معیّت
خداوندی مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ بھی تھی اور شیعہ کب اُن کے ساتھ
ہوسکتے ہیں جن کی ساتھ معیت خداوندی ہو۔ شاید یہ خدشہ پیش کیا جائے کہ صدیق اکبر کی
حالت اُس وقت تو بیشک ایسی ہی تھی بعد میں نہیں رہی ہوگی۔
لیکن حیرت سے ہے کہ شیعہ اپنے چھوٹے چھوٹے امام کو تو ماکان ومایکون کا عالم کہیں۔ اور خدا کے
علم کے اس درجہ بھی قائل نہ ہوں۔ کیا خدا کو اس کا علم نہ تھا کہ نعوذ باللہ آگے چل کر صدیق رض
ایسے ہوجاوینگے۔ پھر قیامت تک منسوخ نہ ہونے والے کلام میں اُن کی فضیلت و معیّت
نبوی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا اور کیوں آگے تصریح نہ کی۔

طاہر "نائب المدیر" کان اللہ لہٗ

مولانا منصور کا دوسرا مکتوب گرامی کابل سے

ہمارے محترم بھائی مولانا منصور صاحب نے جو مکتوب کابل سے اپنے سعید فرزند کے پاس بغرض نصیحت
و ہدایت بھیجا ہے اُس کو پڑھ کر مناسب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے عام فائدہ کے لئے شائع کیا جائے
امید ہے کہ حضرات ناظرین اس سے کافی فائدہ اُٹھاویں گے۔ نائب المدیر

وردا سعید من سلمہ اللہ تعالیٰ سب سے مہم اور قابل اعتنا چیز جس پر ملتوں کی
قی کا مدار ہے (بچوں کی ابتدائی "تعلیم و تربیت" ہے) ظاہر ہے کہ "تعلیم و تربیت ابتدائی"
ب بنیاد ہے جس پر قصر قابلیتِ ملت کی رفیع اور متین عمارت بنائی جانیوالی ہے۔ پس اس
درستی ملت کی کامل قابلیت کی درستی اور اس کی کجی ملت کی عام لیاقت کی کجی کی کفیل ہوگی
میرے نزدیک تعلیم کے اجزائے طبعی (نصاب، طلبہ، معلمین) میں سے اصل عامل
قابل دقت جزو معلمین کا کل و روح پرور ہیں۔ اگر کسی ملت کو کامل معلم مل گئے اُس کے کامل
نے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ طلبہ ہر درجہ کے ہر ملت رکھتی ہے اور نصاب اول تو
لیم میں میرے نزدیک کچھ زیادہ اثر نہیں رکھتا، اثر صرف اُستاد رکھتا ہے اور اگر کوئی اثر نصاب
بھی مان لیا جائے تو اس کی تعدیل و اصلاح معلم کرتے رہتے ہیں اور جو نہیں کر سکتے وہ اپنے
ی اثر سے اُس کے مضر اثرات کو دور کرتے رہتے ہیں۔ دیکھو! دیوبند میں معقولات کا بُرا اثر
یں پڑتا یہ بزرگ اُستادوں کی برکت ہی تو ہے۔
ن! اس نکتہ کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ تعلیم کی غرض صرف پڑھا دینا، یاد کرا دینا ہی نہیں
ہے۔ ایک اُستاد اگر اپنے شاگرد کو کتابیں بہت اچھی طرح رٹا دیوے تو اُس کو ہم نہیں کہہ سکتے کہ

ے بلکہ تعلیم کے لئے کتابوں کا لازم ہونا بھی ماننے کی بات نہیں علی الخصوص نبی امی کی امت کے لئے
ت کتا[illegible] تعلیم ایک قسم ہے اقوام تعلیم [illegible] ہے جس کا جزو کتاب ہے [illegible]

اُس نے اپنا وظیفہ ادا کردیا اور اب اُس کے ذمہ پر استاد ہونے کی حیثیت سے کوئی ذمہ داری نہیں رہی۔ نہیں! تعلیم کا منشا "اصولہائی علمی کا اس درجہ راسخ کر دینا ہے" کہ متعلم اپنی روزانہ زندگی میں اُس کا خلاف نہ کر سکے۔ اور اس لئے دیکھنا چاہئے کہ شاگردوں نے جن علوم کی تکمیل جس درجہ تک کی ہے اُس درجہ تک اُن کو اُن علموں میں رسوخ بھی حاصل ہو گیا ہے یا نہیں؟ اگر رسوخ حاصل ہے استاد کا وظیفہ ختم سمجھو ورنہ نہیں۔

لیکن ہر علم و فن کا رسوخ و مہارت الگ الگ ہے۔ مثلاً فن صرف کا رسوخ صحت الفاظ میں اور فن نحو کا صحت اعراب وغیرہ میں علیٰ ہذا منطق کا زور استدلال میں۔ معانی، بیان، ادب وغیرہ کا اپنی اپنی اغراض میں دیکھا جائے گا۔

تم اس پر علوم اسلامیہ (قرآن (تفسیر۔حدیث۔اسرار الدین۔ فقہ اکبر و اصغر) تاریخ) کی مہارت کو قیاس کر کے کہہ سکتے ہو کہ وہ بلند مباحث اور معرکۃ الآرا، مسائل کے زبانی رٹ لینے یا وعظ و مناظرہ میں زبان و قلم کی قابل تعریف روانی پیدا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ علوم اسلامیہ کی مہارت اور اُن میں رسوخ یہ ہے کہ متعلم اپنے انسانی، اخلاقی، اجتماعی اصول میں ایسا کامل ملکہ پیدا کرے جس سے دنیا کی نیکبختی، سطوت اور آخرت کی شرافت و سعادت دونوں اُس کے قدم چوم لیں، "لیزکیکم ویعلمکم الکتٰب الآیہ"

اس میزان میں اگر معلمین اولین و آخرین کو تولا جائے۔ اور اس کسوٹی پر اگر روح پروران (مربیان) جہان کو کسا جائے تو اُن کی قابلیت فنی و ادائے وظیفہ کا اصلی اور بے کم و کاست مرتبہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اور ہم اُس کے اعتبار سے اُن کی واجبی قدر و منزلت کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں

جن میں سے اشراقیوں کی تعلیم کا مدار کتاب پر نہ تھا۔ صدر اول و صدر صحابہ کے تعلیم یافتہ اور کاملین (صحابہ و تابعین رضؓ) بھی کتاب سامنے رکھکر سبق نہ پڑھتے تھے، آج بھی تعلیم تصوف کتاب پر دیدہ ریزی کرنے سے بے نیاز ہے غرض مسئلہ تعلیم میں تعلیم کو منحصر نہ رکھ کر دوسرے طرق تعلیم پر بھی نظر حاصل کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کتابی تعلیم کا مقصد کس نتیجہ کا حاصل کرنا ہے اور اب اُس میں کیا کیا بدعات حسنہ یا سیئہ اضافہ ہو گئی ہیں۔ واللہ ہو الہادی

اگر اس کسوٹی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو کسا جائے تو اگر اُس کا نتیجہ بینظیر اور حیرتناک نکلے تو اُس پر حیرت نہ کرنی چاہئے۔ یہی تو وہ بات ہے جس سے خاتم کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہو ع انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

اس تصریح کے بعد ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ اپنے عنوان مقصد سے لفظ تعلیم اُڑا کر صرف لفظ تربیت رہنے دیں۔ یعنی ہمارا عنوان ہونا چاہئے (بچوں کی ابتدائی تربیت) کیونکہ تعلیم کا لفظ پڑھا دینے اور رٹا دینے پر بھی بولا جاسکتا ہے۔ لیکن تربیت صرف ملکہ اور رسوخ پیدا کردینے پر بولا جاتا ہے۔

بچوں کی ابتدائی تربیت کے دو حصے کئے جاسکتے ہیں ایک[1] وہ کہ ماں باپ اور گھر کے فطری مربیوں کے متعلق ہے اور دوسرا[2] وہ کہ ابتدائی ملکی تربیت گاہوں، مدرسوں، اسکولوں وغیرہ کے متعلق ہے۔

اگرچہ ایسے طلبہ کے لئے جو دار الطلبہ (بورڈنگ ہوسوں) میں نہیں رہتے لازم ہے کہ مکتبوں کی تربیت روح بخش کے ساتھ گھر میں بھی پاکیزہ اور شریفانہ پرورش جاری ہو ورنہ مدرسوں کی محنت، ماں باپ کی نااہلی کے قربان ہوکر نتیجہ صفر یا دوغلہ نکلکر رہ جاویگا۔ اور ملت کی بنیادی اینٹ یا سرے سے رکھی ہی نہ جائیگی۔ اور یا اگر رکھی جائیگی تو ٹیڑھی بیڑھی، الغرض یا قطعی ناکامی ہوگی اور یا ناقص کامیابی جو بعض اوقات کامل ناکامی سے بھی بدتر ہوتی ہے اور مضر تر۔

لیکن ہمارا نقطۂ نظر اور ساحۂ عمل دوسری قسم یعنی (بچوں کی ملکی تربیت گاہوں کے ذریعہ سے پرورش فکری و عملی) ہونا چاہئے اور گھر کی تربیت کے اصول سے صرف اسقدر واقف ہونا چاہئے جتنا کہ ہر شخص کے ذمہ پر اُس کی شخصی حیثیت کی رو سے واجب ہے۔

۱- اس سلسلۂ تحقیقات میں مشہور اساتذہ اور اہل الرائے کے مضامین جو ابتدائے تربیت پر لکھے گئے ہوں اردو۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی میں دیکھنا بھی مفید ہوگا اور تفتیش مدارس وغیرہ کے وقت رہبر اور بصیرت افزا۔ مگر اس امر کو ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ بعض ایضاحات اور مقررات

اُس نے اپنا وظیفہ ادا کردیا اور اب اُس کے ذمہ پر استاد ہونے کی حیثیت سے کوئی ذمہ داری نہیں رہی۔ نہیں، تعلیم کا منشاء "اصولہائے علمی کا اسدرجہ راسخ کردینا ہے" کہ متعلم اپنی روزانہ زندگی میں اُس کا خلاف نہ کرسکے۔ اور اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ شاگردوں نے جن علوم کی تکمیل جس درجہ تک کی ہے اُس درجہ تک اُن کو اُن علموں میں رسوخ بھی حاصل ہوگیا ہے یا نہیں؟ اگر رسوخ حاصل ہے استاد کا وظیفہ ختم سمجھو ورنہ نہیں۔

لیکن ہر علم وفن کا رسوخ ومہارت الگ الگ ہے۔ مثلاً فن صرف کا رسوخ صحتِ الفاظ میں اور فن نحو کا صحت اعراب وغیرہ میں علیٰ ہذا منطق کا زور استدلال ہیں۔ معانی، بیان، ادب وغیرہ کا اپنی اپنی اغراض میں دیکھا جائے گا۔

تم اس پر علوم اسلامیہ (قرآن (تفسیر۔ حدیث۔ اسرار الدین۔ فقہ اکبر واصغر) تاریخ) کی مہارت کو قیاس کرکے کہہ سکتے ہو کہ وہ بلند مباحث اور معرکۃ الآرا مسائل کے زبانی رٹ لینے یا وعظ ومناظرہ میں زبان وقلم کی قابل تعریف روانی پیدا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ علوم اسلامیہ کی مہارت اور اُن میں رسوخ یہ ہے کہ "متعلم اپنے انسانی، اخلاقی، اجتماعی اصول میں ایسا کامل ملکہ پیدا کرے جس سے دنیا کی نیکبختی، سطوت اور آخرت کی شرافت وسعادت دونوں اُس کے قدم چوم لیں"، لیزکیکم ویعلمکم الکتٰب الآیہ۔

اس میزان میں اگر معلمین اولین وآخرین کو تولا جائے۔ اور اس کسوٹی پر اگر روح پروران (مربیان) جہان کو کسا جائے تو اُن کی قابلیت فنی وادائے وظیفہ کا اصلی اور بے کم وکاست مرتبہ معلوم ہوسکتا ہے۔ اور ہم اُس کے اعتبار سے اُن کی واجبی قدر ومنزلت کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں

جن میں سے اشراقیوں کی تعلیم کا مدار کتاب پر نہ تھا۔ صدر اول وصدر صحابہ کے تعلیم یافتہ اور کاملین (صحابہ وتابعینؓ) بھی کتاب سامنے رکھکر سبق نہ پڑھتے تھے، آج بھی تعلیم تصوف کتاب پر دیدہ ریزی کرنے سے بے نیاز ہے غرض مسئلہ تعلیم میں تعلیم کو منحصر نہ رکھ کر دوسرے طرق تعلیم پر بھی نظر حاصل کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کتابی تعلیم کا مقصد کا اصل نتیجہ کا حاصل کرنا ہے اور اب اُس میں کیا کیا بدعات حسنہ یا سیئہ اضافہ ہوگئی ہیں۔ واللہ ہو الہادی

اگراس کسوٹی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو کسا جائے تو اگر اُس کا نتیجہ بےنظیر اور حیرتناک نکلے تو اُس پر حیرت نہ کرنی چاہئے۔ یہی تو وہ بات ہے جس سے خاتم کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہو ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

اس تصریح کے بعد ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ اپنے عنوان مقصد سے لفظ تعلیم اُڑا کر صرف لفظ تربیت رہنے دیں۔ یعنی ہمارا عنوان ہونا چاہئے (بچوں کی ابتدائی تربیت) کیونکہ تعلیم کا لفظ پڑھا دینے اور رٹا دینے پر بھی بولا جاسکتا ہے۔ لیکن تربیت صرف ملکہ اور رسوخ پیدا کردینے پر بولا جاتا ہے۔

بچوں کی ابتدائی تربیت کے دو حصے کئے جاسکتے ہیں ایک[1] وہ کہ ماں باپ اور گھر کے فطری مربیوں کے متعلق ہے اور دوسرا[2] وہ کہ ابتدائی ملکی تربیت گاہوں، مدرسوں، اسکولوں وغیرہ کے متعلق ہے۔

اگرچہ ایسے طلبہ کے لئے جو دار الطلبہ (بورڈنگ ہوسوں) میں نہیں رہتے لازم ہے کہ مکتبوں کی تربیت روح بخش کے ساتھ گھر میں بھی پاکیزہ اور شریفانہ پرورش جاری ہو ورنہ مدرسوں کی محنت، ماں باپ کی نااہلی کے قربان ہوکر نتیجہ صفر یا دوغلہ نکلکر رہ جاویگا۔ اور ملت کی بنیادی اینٹ یا سرے سے رکھی ہی نہ جائیگی۔ اور یا اگر رکھی جائیگی تو ٹیڑھی بیڑھی، الغرض یا قطعی ناکامی ہوگی اور یا ناقص کامیابی جو بعض اوقات کامل ناکامی سے بھی بدتر ہوتی ہے اور مضر تر۔

لیکن تمہارا نقطۂ نظر اور ساحۂ عمل دوسری قسم یعنی (بچوں کی ملکی تربیت گاہوں کے ذریعہ سے پرورش فکری وعملی) ہونا چاہئے اور گھر کی تربیت کے اصول سے صرف اسقدر واقف ہونا چاہئے جتناکہ ہر شخص کے ذمہ پر اُس کی شخصی حیثیت کی رو سے واجب ہے۔

۱۔ اس سلسلۂ تحقیقات میں مشہور اساتذہ اور اہل الرائے کے مضامین جو ابتدائی تربیت پر لکھے گئے ہوں اردو۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی میں دیکھنا بھی مفید ہوگا اور تفتیش مدارس وغیرہ کے وقت رہبر اور بصیرت افزا۔ مگر اس امر کو ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ بعض ایضاحات اور مقررات

الفاظ کے زیبا اور چُست لباس میں تو موہنی صورت رکھتے ہیں لیکن ساختہ عمل یا ایک ملک و ملت کے اندر یا خاص آب وہوا اور کیفیات عارضہ کے لحاظ سے اُن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس لئے قابل عمل ہونے اور مناسب ملک و رجحانات اصلیۂ خلق اور زمانہ کی ضرورتوں اور موجودہ قوت اہم فالاہم کی رعایت تحقیقات کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی اک ایسی ابتدائی اور بالکل سادہ شرط ہے جس کے بدون قدم اُٹھانا خطا ہے۔

۲۔ اگر تفریح کرنیوالوں کی ایک مختصر (تین سے پانچ تک) ہم طبع دوستوں کی جماعت بنالو جن کا نقطۂ نظر تحقیقات مذکور ہو تو سیاحت دلکش اور نتیجہ کامل تر اور متعدی ہو جائیگا۔

۳۔ ابتدائی تعلیم مدرسوں میں (قرآن شریف و تجوید۔ فارسی و ریاضی اردو وغیرہ کے مکتب اور یتیم خانے) اور اسکولوں میں دسویں کلاس تک (پاٹ شالوں کا مجھے علم نہیں) سمجھنا چاہئے۔ اور زیادہ قابل توجہ وہ تربیت گاہیں ہونی چاہئیں جن میں دار الطلبہ و بورڈنگ ہوس ہوں۔ اور سرکاری درس گاہیں جن میں اُستادوں کو فن تربیت و تعلیم سکھایا جاتا ہے۔

۴۔ تحقیقات میں مسلک بازی کے جذبات اور مذہبی منافرت سے بلند رہنا چاہئے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش	گر نبشتست پند بر دیوار

اس لئے تارکین موالات، سوراجسٹوں، معتدلین، سرکار پرست، سنی، شیعی، اہل حدیث ہندو، مسلمان، آتش پرست، یہود، عیسائی، مشنری، سرکاری، غیر سرکاری وغیرہ کا کوئی سوال نہ ہونا چاہئے۔ الحکمۃ ضالۃ المومن الخ بلکہ مقصد ہی تحقیق کرنا کہ بچوں کی ابتدائی تربیت کا کونسا طریقہ بہترین، سہل ترین اور عملاً کامیاب ہے۔ یہ مقصد یا اس کا کوئی جزو جس جگہ اور جس طائفہ کے یہاں سے حاصل کرسکو حاصل کرو۔

۵۔ اس میں حتی الامکان میں ہر قسم کی امداد کرنے کو تیار ہوں۔ مگر شاید کافی نہ ہو اس لئے ہو سکتا ہے کہ شریف ہستیوں کو اس میں شریک خیال کرتے ہوئے اُن کی اعانت اپنے شامل حال رکھو۔ اور اس طرح اپنی بساط و قوت کے موافق اس خدمت کو انجام دو۔

اُستادان فن سے ملنے اور مدارس وغیرہ کے دیکھنے کے لئے پروگرام (نظام الاوقات) بنانا
ات وضروریات معائنہ کا مرتب، اور اول سے اُن اوقات کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل
بااصول حرکت رکھنا چاہئے۔
اگر کسی وقت اور کسی جگہ (جس مسلک ومذہب والوں کی بھی ہو) ممکن ہو تو چند روز قیام کرکے اصول
بت وتعلیم کی عملی مشق بھی کرنی چاہئے۔
سفر کا کوئی حصہ اگر پیادہ ہو تو مفید ہوگا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔
ن امور کو مدنظر رکھ کر (بلکہ اس میں اپنے تجربات سے اور اصول اضافہ کرکے) کسی مختصر جماعت کی
بنکر حرکت کرو تو حق تعالےٰ کی ذات سے امید ہے کہ قاسمی فرزندوں میں ایک ایسے خادموں کا گروہ
ہو جائیگا جو (جامعۂ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند) کے زیر اثر ابتدائی تعلیم کو بہت مفید، مقبول اور بلند
ول پر جاری کرکے مسلمانانِ ہند کی اساسی خدمت انجام دے سکے۔
ے دل میں ایک دیرینہ آرزو ہے کہ جامعہ قاسمیہ کی متوسط اور ابتدائی تعلیم کے بلند اصول مکاتب
، چند خود دیوبند کے مختلف محلوں میں جاری ہوں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کی توسیع دیوبند
صیل کے بڑے چھوٹے قصبوں اور دیہات میں کیجائے اور اُس کے لئے جامعہ میں ایک مستقل
ہ نظامت قائم ہو جو منتظم جامعہ کی رہبری میں کام کرے اور ان مکاتب کا مرتبہ جامعہ کے نظام
اُس کی مختلف اندرونی طلبہ کی جماعتوں کا سا ہو اور اُس کے مدرسین کا جامعہ کے مدرسین جیسا
امتحان اُن کا جامعہ لے اور مدرسین کو تنخواہ، طلبہ کو انعام وہ دے اور ترقی وتنزل جامعہ کرے
س کے بعد اس کو صوبہ اور ہندوستان میں سے لے ماشاءاللہ ترقی دیجائے۔ ولاحول ولاقوۃ الا
للہ العلی العظیم۔
س ترتیب پر کام اُٹھایا جاسکے تو جامعہ کے اثر اور علمی فیض اور اُس کے منتسبین اور تعداد طلبہ اور مدرسین
، دفعتہً حیرتناک ترقی ہو جائے گی۔ اور قاسم اور اس میں ساعیوں کے ثواب کی حدود بالکل ٹوٹ
ینگی۔ اگر تم ابتدائی تعلیم وتربیت میں محققانہ رائے اور تجربہ رکھنے والی جماعت پیدا کرسکے بزرگان

جامعہ کے نظر کے ماتحت اس نظام کو قائم کر سکتی ہوں ...
ہو سکتا ہے۔ واللہ ہو الموفق۔
اور میرا عقیدہ ہے کہ اس بزرگ کام کو جامعہ نہایت آسانی کیساتھ اور بہت ہی ارزاں کر سکتا ہے۔
شہر (دیوبند) اور مضافات میں ہر قسم کے مکاتب متوسط و ابتدائی موجود ہیں اور اُن کے مصارف
ہر محلہ اور قصبہ والے برداشت کر رہے ہیں۔ ان مکاتب و مدارس میں کام کرنے والے حضرات بھی
جامعہ کے ساتھ مربوط ہیں اور سرپرستی سے ملول ہونے کے بجائے خوش ہوں گے انشاء اللہ تعالےٰ
اس لئے جامعہ کا صرف اس قدر کام ہے کہ اس حالت کی رسمیت اور نظام کا اعلان کر دے اور
آمد و صرف کو اپنی روداد سالانہ میں گو مختصراً ہی سہی جگہ دیدے اور مرکزی ضروریات کی طرح اپنے
شعبات کی ضروریات کا بھی اعلان کر دیا کرے اور آمد و صرف پر نگرانی قدرے رکھے۔
ابتدائی مکاتبی تربیت (بلکہ بچوں کی خانگی تربیت) میں ایک اہم چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں
جس کی طرف افسوس ہے کہ مسلمانانِ ہند اور عالم اسلام میں کم توجہی محسوس کرتا ہوں۔
یہ زمانہ اگرچہ اپنی پُرآشوبی میں بہت ہی بڑھا ہوا ہے مگر اس کی رفتار اور قیاسات کی شہادت
کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ آنیوالا عہد قریب اسقدر سنگین مصائب ہر فرد بشر کے لئے لانیوالا ہے کہ
اُس کے وزن کی نسبت کوئی پیشین گوئی صحیح نہیں ہو سکتی۔
اس لئے ابتدائی تربیت (مکتبی و خانگی) میں از حد ضرورت ہے کہ اسلام پاک کی ابتدائی تعلیم
صبر و توکل) اور قرن اولیٰ کی سادگی کی خاص الخاص مشق کرائی جائے تاکہ قرن اول جیسے مصائب
و بلیات کا مقابلہ قرن اول جیسی قوت برداشت کر سکے۔ اس موقع پر یہ اعتراض صحیح ہے کہ اُس
حالت کے لئے اُن ہی مربیوں (معلموں) کی ضرورت ہے جو آج ناممکن ہیں، لیکن اس اعتراض
کے بجا ہوتے ہوئے بھی میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راہ ہی نہیں جس کی طرف اشارہ
کر سکوں۔ کیونکہ "السعی منا و الاتمام من اللہ" صدق دل سے لیکر میدان سعی میں اتر جائیں!
محنت کے کام کرنا، کم کھانا، ہر قسم کا کھانا، کم پینا، موٹے جھوٹے اور کم کپڑوں میں علی الخصوص

[redacted]

سردیوں میں گذرنا، پیادہ سفر، بوجھ اٹھانے، زمین پر سونے، آفتاب میں چلنے پھرنے اور کام کرنے، دوڑانے، تیرنے، اور اسی قسم کی چیزوں کی پوری مشق کی مسلمان بچوں کو ازحد ضرورت ہے۔ جوتے پہنکر سفر کرنا بھی کوئی محمود بات نہیں۔ ننگے پیر چل سکنے والوں کی پیروی مشکل کشا ہوسکتی ہے۔

مسلمانان ہند ایک ایسی قوم کے وطندار ہیں جنکا قدیم ملی فلسفہ چھوت (امحا، اجنبی) ہے، اور اب ان میں بعض جرار فعال اور بااثر قابل ہستیاں ایسی پیدا ہوچکی ہیں جو ہندوستان کو بھی اسپین ثانی بنانے کے جہاد کو خیر الاعمال قرار دے چکی ہیں، شیر پنجاب (لاجپت رائے) اُن کی ساتھ عملاً عہد وفا باندھ چکا ہے اور کل کی خبر نہیں آج گاندھی جی بھی ان ہستیوں کی توہین کرنے، اُن کے خلاف میدان میں کھڑے ہونے کے لئے تیار معلوم نہیں ہوتے۔ کون پیشینگوئی کرسکتا ہے کہ یہ تحریک کامیاب نہ ہوگی۔ لفظ ہندوستان اس کا مؤید و مبلغ ابدی، ہندومت کا قدیم عملی فلسفہ (چھوت) اس کا داعی دائمی، ملت ہنود کے ملی رجحانات اور موجودہ رائج تحریک تواریخ مصالحہ اس کا حامی اصلی، اور دوسری طرف مسلمانان ہند کی علمی، فنی، مالی، روحی حالت اور اُن کی داخلی اور خارجی ابتر اور بھسپسی تنظیم اس پر مائل کرنے والی تو کیسے کوئی عقل باور کرسکتی ہے کہ استقبال قریب میں ہندومت اپنے نعرہ کو کہ "ہندوستان خالص ہندوؤں کے لئے ہے" عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر (بخوشی یا بزور) جمع نہ ہوجائیں گے۔

ایک کاہل الہمت سمجھ اس پر تکیہ ہمیشہ کے لئے کرسکتی تھی کہ برطانیہ کا سایہ ہندوستان پر اس خطرہ کا مدافع اور اس زہر کا تریاق ہے لیکن اول برطانیہ کے قبضہ کی ابدیت ہندوستان پر بالکل موہوم کون نہیں جانتا کہ یورپ ایک دوسری مہیب باہمی تصادم کے قریب نہایت تیزی کے ساتھ آرہا ہے، اس آویزش میں برطانیہ کا شریک اول ہونا محقق معلوم ہوتا ہے، اسوقت برطانیہ کو کیا پیش آئیگا؟ اُس کی نوآبادیات کی کیا حالت ہوگی! ہندوستان کا اونٹ کس کروٹ بیٹھیگا یہ ایسے سوالات ہیں جنکو خود برطانیہ کے مبصرین اور مدبرین بھی سالوں مشورے کرنے کے بعد

جامعہ کے اوامر کے ماتحت اس نظام کو قائم کرسکو تو یہ ابدی شرف کا کام ہے جو صدقہ جاریہ بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ ہوالموفق۔

اور میرا عقیدہ ہے کہ اس بزرگ کام کو جامعہ نہایت آسانی کیساتھ اور بہت ہی ارزاں کرسکتا ہے۔ شہر (دیوبند) اور مضافات میں ہر قسم کے مکاتب متوسط و ابتدائی موجود ہیں اور اُن کے مصارف ہر محلہ اور قصبہ والے برداشت کر رہے ہیں۔ ان مکاتب و مدارس میں کام کرنے والے حضرات بھی جامعہ کے ساتھ مربوط ہیں اور سرپرستی سے ملول ہونے کے بجائے خوش ہوں گے انشاء اللہ تعالےٰ اس لئے جامعہ کا صرف اس قدر کام ہے کہ اس حالت کی رسمیت اور نظام کا اعلان کردے اور آمد و صرف کو اپنی روداد سالانہ میں گو مختصراً ہی سہی جگہ دیدے اور مرکزی ضروریات کی طرح اپنے شعبات کی ضروریات کا بھی اعلان کردیا کرے اور آمد و صرف پر نگرانی قدرے رکھے۔

ابتدائی مکاتبی تربیت (بلکہ بچوں کی خانگی تربیت) میں ایک اہم چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف افسوس ہے کہ مسلمانانِ ہند اور عالم اسلام میں کم توجہی محسوس کرتا ہوں۔

یہ زمانہ اگرچہ اپنی پُرآشوبی میں بہت ہی بڑھا ہوا ہے مگر اس کی رفتار اور قیاسات کی شہادت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ آئیوالا عہد قریب اسقدر سنگین مصائب ہر فرد بشر کے لئے لانیوالا ہے کہ اُس کے وزن کی نسبت کوئی پیشین گوئی صحیح نہیں ہو سکتی۔

اس لئے ابتدائی تربیت (مکتبی و خانگی) میں ازحد ضرورت ہے کہ اسلام پاک کی ابتدائی تعلیم صبر و توکل) اور قرنِ اولیٰ کی سادگی کی خاص الخاص مشق کرائی جائے تاکہ قرن اول جیسے مصائب و بلیات کا مقابلہ قرن اول جیسی قوت برداشت کرسکے۔ اس موقع پر یہ اعتراض صحیح ہے کہ اُس حالت کے لئے اُن ہی مربیوں (معلموں) کی ضرورت ہے جو آج ناممکن ہیں، لیکن اس اعتراض کے بجا ہوتے ہوئے بھی میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راہ ہی نہیں جس کی طرف اشارہ کرسکوں۔ کیوں نہ "السعی منا والاتمام من اللہ" صدق دل سے لیکر میدان سعی میں اتر جائیں! محنت کے کام کرنا، کم کھانا، ہر قسم کا کھانا، کم پینا، موٹے جھوٹے اور کم کپڑوں میں (علی الخصوص

سردیوں میں) گذر کرنا، پیادہ سفر، بوجھ اُٹھانے، زمین پر سونے، آفتاب میں چلنے پھرنے اور کام کرنے، دوڑانے، تیرنے، اور اسی قسم کی چیزوں کی پوری مشق کی مسلمان بچوں کو از حد ضرورت ہے۔ جوتے پہنکر سفر کرنا بھی کوئی محمود بات نہیں۔ ننگے پیر چل سکنے والوں کی پیروی مشکل کشا ہوسکتی ہے۔

مسلمانان ہند ایک ایسی قوم کے وطندار ہیں جنکا قدیم ملی فلسفہ چھوت (امحا، اجنبی) ہے، اور اب ان میں بعض جرار فعال اور باثر قابل ہستیاں ایسی پیدا ہوچکی ہیں جو ہندوستان کو بھی سپین ثانی بنانے کے جہاد کو خیر الاعمال قرار دے چکی ہیں، شیر پنجاب (لاجپت رائے) ان کی ساتھ عملاً عہد وفا باندھ چکا ہے اور کل کی خبر نہیں آج گاندھی جی بھی ان ہستیوں کی توہین کرنے، اُن کے خلاف میدان میں کھڑے ہونے کے لئے تیار معلوم نہیں ہوتے۔ کون پیشینگوئی کرسکتا ہے کہ یہ تحریک کامیاب نہ ہوگی۔ لفظ ہندوستان اس کا مؤید و مبلغ ابدی، ہندومت کا قدیم عملی فلسفہ (چھوت) اس کا داعی دائمی، ملت ہنود کے ملی رجحانات اور موجودہ رائج تحریک مصالحہ اس کا حامی اصلی، اور دوسری طرف مسلمانان ہند کی علمی، فنی، مالی، روحی حالت اور اُن کی داخلی اور خارجی ابتر اور بھیپسی تنظیم اس پر مائل کرنے والی تو کیسے کوئی عقل باور کرسکتی ہے کہ استقبال قریب میں ہندومت اپنے نعرہ کو کہ "ہندوستان خالص ہندوؤں کے لئے ہے" عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر (بخوشی یا بزور) جمع نہ ہوجائیں گے۔

ایک کاہل الہمت سمجھ اس پر تکیہ ہمیشہ کے لئے کرسکتی تھی کہ برطانیہ کا سایہ ہندوستان پر اس خطرہ کا مدافع اور اس زہر کا تریاق ہے لیکن اول برطانیہ کے قبضہ کی ابدیت ہندوستان پر بالکل موہوم کون نہیں جانتا کہ یورپ ایک دوسری مہیب باہمی تصادم کے قریب نہایت تیزی کے ساتھ آرہا ہے، اس آویزش میں برطانیہ کا شریک اول ہونا محقق معلوم ہوتا ہے، اسوقت برطانیہ کو کیا پیش آئیگا؟ اُس کی نوآبادیات کی کیا حالت ہوگی! ہندوستان کا اونٹ کس کروٹ بیٹھیگا یہ ایسے سوالات ہیں جنکو خود برطانیہ کے مبصرین اور مدبرین بھی سالوں مشورے کرنے کے بعد

طے نہیں کر سکتے۔
دوسرے یہ کہ ایک کارداں کو اس خطرہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی (اگر وہ اپنی ناتجربہ کارانہ آرزوؤں "دلائل" کا شکار نہ ہو گیا ہو) غافل نہ ہونا چاہئے کہ اسوقت ہندوؤں کے پاس جاپان جیسی نوخیز متمول، مالکِ فن و مشین ہائی جدید کافی ہستی موجود ہے۔ ہندوؤں کے بعض سرگرم اور فاضل اور باتجربہ ہستیاں جن کا ہندوستان کے ہنود پر اثر بھی کافی ہے وہاں عرصہ سے سرگرمِ عمل بھی ہیں اور جاپان بلکہ چین میں بھی ان کو بعض جماعتیں ہمفکر مل گئی ہیں اور بعض مقتدر ذوات بھی اُن کی فرمایشات پر کان دھرتے ہیں تو سوچا جائے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟
علی الخصوص اُس وقت کہ برطانیہ کسی طویل اور مہیب جنگ میں گرفتار ہو یعنی مسلمان دست تہی اور ہندو مسلح؛ پھر غور کرو اس کے انجام پر! آیا ہندوستان اسپین ثانی نہیں بن سکتا؟
یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں آئندہ حالات کو ہنود کے موافق دیکھتا ہوں (والغیب عند اللہ) اور ضروری جانتا ہوں کہ موجودہ مسلمانانِ ہند کے بچے کہ جنکے بڑے ہونے سے پہلے اس کیفیت اور کوہ فرسا مصائب کے وقوع کا قوی احتمال ہے صبر و توکل اور قرونِ مشہود لہا بالخیر جیسی سادگی کی پوری پوری مشق کریں تاکہ اس فتنہ کا کسی درجہ میں مقابلہ کرنے کے قابل تو ہو جائیں۔ اگر ہندوستان میں رہ نہ سکیں تو بے دست و پائی کے سبب شدّہ ہونے پر تو راضی نہ ہو جائیں۔ کم از کم جان نکال لیجانے کے قابل تو ہوں۔
میرے خیال میں مسلمانانِ ہند میں جو اخباری اطلاع کی شراب پیکر یا ممالکِ مختلفہ کی روشن و مصفےٰ سیر گاہوں کی ہوا کھا کر مست ہیں میرے دلائل سے بہت سی ذوات انتہائی مخالفت کر سکتے ہیں لیکن اعجوبۂ روزگار "سنگٹھن" اور ناقابل توقع "شدھی" کے عملی اور شاندار اجراء کے بعد میری اصل تجویز کی حماقت کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میری آرزو ہے کہ جہاں تم ابتدائی مدارس و اسکولوں میں اس ضرورت پر توجہ نہ دیکھو یا اس کی کمی محسوس کرو وہاں اس کی تبلیغ کرو اور ہو سکے تو اس کے اجراء کے عملی وسائل کی طرف قدم اُٹھاؤ، اللہ تعالےٰ تمہارا مددگار ہو۔ آمین!

فلسفہ حج

(ربط القاسم علم ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ)

اُن کو کوئی سروکار نہیں لایعصون اللہ ما امرھم اُن کی شان ہے بہرحال وہ صرف اُن صفات آلہیہ کے مظہر ہیں جو جمالی ہیں یا جن سے رحمت کا تعلق ہے اور جن یوں مستحق نیابت نہیں کہ ان میں خلقۃً تمرد و طغیان زیادہ ہے رشد و ہدایت کی صلاحیت کم اور بنظر نسبت و موازنہ گویا کالعدم۔

رہے بہائم اور جمادات و نباتات چاند سورج وغیرہ سو یہ سب کے سب چونکہ انسان کی حیات میں مدد دینے یا لینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے اُن کا وجود باعتبار عبادت و تسبیح کے مستقل ہی نہیں لہذا اُن کی تسبیح کی حیثیت بھی جناب باری عز اسمہ کی نظر رافت اثر میں تبعیت کے درجہ ہی میں ہوگی۔ خلاصہ کہ یہ مخلوق بھی نیابت الہیہ کی سزاوار نہیں بن سکتی۔ یہ بھی کامل مظہر صفات الہیہ کے نہیں ہو سکتے کیونکہ خلافت آلہیہ کی استعداد کے لئے یہ شرط لابدی ہے کہ وہ نوع مکمل مظہر، صفات جمالی و جلالی کی ہو یعنی مجموعہ ملکیت و بہیمیت ہو۔

لہذا یہی ماننا ناچار ہوا کہ انسان ہی خلافت آلہیہ کا اہل ہے اور اسی کی ملکیت و بہیمیت معتدل ہموزن اور مناسب مقدار میں ہے یعنی اس میں ایک بار اگر صفات جمالی کا عکس نظر آتا ہے۔ طاعت و انقیاد سے اُس کی ملکیت رونما ہوتی ہے تو دوسرے موقع پر وہ شان غفاری کا بھی مظہر بنتا ہے۔ اپنے گناہ و اثم کی وجہ سے خدا کی مغفرت کا اہل ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب خلافت آلہیہ کی یہ امانت آسمان، وزمین و جبال پر پیش کی گئی تو باوجود عظیم الجسم ہونے کے اُن سے انکار ہی کرتے بن پڑا کیونکہ ان میں کلام آلہی کے اُٹھانے کی طاقت اور "شانِ قبولیت" پوری نہ تھی۔

تحصیلنا طلو پر گواھوں سے [illegible]

الانسان معقولۃ او [illegible]

كان ظلوما [illegible] أيباك [illegible]

لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته [illegible]

بہر حال جب کہ کل مسبحین عالم اپنے اوصاف [illegible]

بہیمیت اور یا مجموعہ ملکیت و بہیمیت اور جب کہ انسان بھی [illegible]

تو اس تقسیم کے بعد یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر خدا [illegible]

ایسی پیدا نہ فرماتا جو مجموعۂ ملکیت و بہیمیت ہو یعنی جس [illegible]

میں نورانیت بھی ہو اور کثافت بھی تو خدا کی تسبیح کرنے والی زمین تمام [illegible]

۱ اور اس جہل کے سبب ہی تو آدم کو علم الاسماء کا [illegible]

اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ فرمایا گیا ہے [illegible]

کو اٹھا لیا اور اٹھایا بھی مقابلہ کے وقت تو آخر پھر اس کے لئے [illegible]

تو یہ اس کی تعریف کا تھا اور ان دونوں لفظوں سے تو بظاہر [illegible]

برائیاں ہیں جن کی وجہ سے یہ مظہر کامل ہوا کس قدر اچھی ہے [illegible]

بھلائی کا کہ آج وہ اسی کی بدولت مدار نظام عالم ہے ۲ لفظ [illegible]

خشیت سے ہی معلوم ہوا کہ وہ علماء ربانی حق الحقیقت حامل قرآن ہیں ان کی صفت ان کی علامت ہی خشیت بیان کی گئی ہے جیسا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے مستفاد ہے ۳ چونکہ انسان مظہر اضداد تھا اس لئے اس کا فروغ اختلاف ہی سے ہونا مناسب تھا پس اب کفر کی ضرورت پر بھی نظر کیجئے جب کہ انسان نے اپنے خدا کے سامنے الست کی ربوبیت کا اقرار کر لیا تو پھر اس خالق کی مہربانی دیکھئے کہ انسان کے لئے زمین و آسمان کا ایک وسیع مکان بنایا

... ہوتا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند جل وعلاشانہ کا مقصد تکوین عالم سے
... عبادت وبندگی تسبیح وتقدیس بجالاتے ہوئے خلیفۃ اللہ علی
... ے سے

...س فی المرایا او ظلال

...نے محمد جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں ضرور
بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔ فرشتے بولے کیا نائب بنائیگا
ایسی مخلوق کو جو اس میں فساد پھیلائے اور خون بہائے۔ حالانکہ ہم
تیری تسبیح وحمد کرتے رہتے ہیں
اللہ نے فرمایا

... میں اس کے لئے قوت لایموت ودیعت فرمائی (رقد
...ے، پھلے اور پھولے اور اپنے خدا کو یاد کرے (ومن رحمتہ
... تشکرون) اور یہ سب کیوں کیا اس لئے کہ اس کی روح طفولیت
... کے استمراری کیفیت سے کمال تک پہنچکر اپنے زوال سے ذات
... ین ہی جیسا ہو کر غائب ہو جائے اور اس کے عمل کا نور مافی السموات
... سفر عالم ظہور سے واپس ہو کر خالق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہو جائے۔
...س لئے مہیا کی گئی کہ وہ غائب وظاہر ہو کر اپنی نورانیت وظلمت کا سبق
... کھیتیاں اُس کا رزق برکت پائے۔ چاند کو سورج کے بالمقابل اس لئے خدا نے
...ستان نور کا سبق سیکھے اور اس فیضان نور کے لاکھوں غیر معلوم منافع اس طرح اُس کو پہنچتے رہیں

... عنایت ونگہداشت کیوں ہے اس لئے کہ اللہ کے سامنے اس نافرمان نے الست بربکم کے جواب
میں بلیٰ کہا تھا۔ پس خدا اپنے قول سے نہیں پھرتا اور یہ انسان ظلوم وجہول خدا سے وعدہ کر کے اُسے بھول گیا
اور اُس نے غیر اللہ سے عہد باندھ لیا۔ ۱۲

سلہ آیۂ کریمہ میں لفظ "جاعل" فرمایا گیا الخ مرسل حق تعالیٰ نے نہ فرمایا جس سے مجموعہ عالم کی موجودگی کی طرف اشارہ تھا ۱۲

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[۱] ۝	بیشک ہم نے پیش کیا امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے انکار کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ اور اس کو اٹھا لیا انسان نے بیشک وہ بڑا بیباک نادان تھا۔
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا[۲] مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ	اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو ضرور تو اس کو دیکھتا کہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے

بہرحال جب کہ کل مسبحین عالم اپنے اوصاف خلقت کے لحاظ سے یا سراپا ملکیت ہیں اور یا سراپا بہیمیت اور یا مجموعہ ملکیت و بہیمیت اور جب کہ انسان بوجہ مجموعہ ملکیت و بشریت خلیفۃ اللہ ہے تو اس تقسیم کے بعد یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر خداوند عالم ایک نوع مسبحین میں سے ایسی پیدا نہ فرماتا جو مجموعۂ ملکیت و بہیمیت ہو یعنی جس سے خطا[۳] کا صدور بھی ہو اور طاعت کا بھی جس میں نورانیت بھی ہو اور کثافت بھی تو خدا کی تسبیح کرنے والی نوعیں تمام نہ ہوتیں اور یہ خدائی کے لئے

ف۱ اور اس جہل کے سبب ہی تو آدم کو علم الاسماء کا شرف نصیب ہوا اور اسی ظلوم و جہول کے لئے تو شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فہو علی نور من ربہٖ فرمایا گیا ہے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب کہ انسان نے امانت الٰہیہ کو اٹھا لیا اور اٹھایا بھی مقابلہ کے وقت تو آخر پھر اس کے لئے ظلوم و جہول حق تعالیٰ شانہ نے کیوں فرمایا موقع تو یہ اس کی تعریف کا تھا اور ان دونوں لفظوں سے تو بظاہر اس کی برائی نظر آتی ہے۔ مگر فی الحقیقت یہی تو وہ دو برائیاں ہیں جن کی وجہ سے یہ مظہر کامل ہوا کس قدر اچھی ہے وہ برائی جو کسی بڑی بھلائی کا سبب بنے اور پھر ایسی بھلائی کا کہ آج وہ اسی کی بدولت مدار نظام عالم ہے۔ **ف۲** لفظ خاشعًا اور متصدعًا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا اثر خشیہ ہی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ علماء ربانی جو فی الحقیقت حامل قرآن ہیں اُن کی صفت اُن کی علامت بھی خشیہ ہی بیان کی گئی ہے جو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے مستفاد ہے **ف۳** چونکہ انسان مظہر اضداد ہے اس لئے اس کا فروغ اختلاف ہی سے ہونا مناسب تھا پس اب کفر کی ضرورت پر بھی نظر کیجے جب کہ انسان نے اپنے خدا کی سامنے الوہیت و ربوبیت کا اقرار کر لیا تو پھر اس [illegible] خالق [illegible] دیکھنے کا انسان کے لئے زمین و آسمان کا ایک وسیع مکان بنایا

ت قسم کا نقص ہوتا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند جل وعلا شانہ کا مقصد تکوین عالم سے
ں تھا کہ مجموعۂ عالم یعنی انسان عبودیت و بندگی تسبیح و تقدیس بجالاتے ہوئے خلیفۃ اللہ علی
رض ہو اور اس طرح وہ اپنے کمال و پاکیزگی کی شہادت دے سے

کلما فی الکون وھم او خیال	او عکوس فی المرایا او ظلال

ذ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ

اور (یاد کیجئے اے محمدؐ) جب کہا تمھارے رب نے فرشتوں سے کہ میں ضرور بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔ فرشتے بولے کیا نائب بنائیگا ایسی مخلوق کو جو اس میں فساد پھیلائے اور خون بہائے۔ حالانکہ ہم تیری تسبیح و حمد کرتے رہتے ہیں
اللہ نے فرمایا

الیسا مکان کہ اسی میں رہیں اور اسی سے کھائیں پئیں زمین میں اس کے لئے قوت لایموت ودیعت فرمائی (قد
ا اقواتھا فی اربعۃ ایام) تاکہ خلیفۃ اللہ اس پر چلے اور بڑھے، پھلے اور پھولے اور اپنے خدا کو یاد کرے (ومن رحمتہ
مل لکم اللیل لتسکنوا من فضلہ ولعلکم تشکرون) اور یہ سب کیوں کیا اس لئے کہ اُس کی روح طفولیت
باب و شیب کے مراحل طے کرتے ہوئے عبادت کے استمراری کیفیت سے کمال تک پہنچکر اپنے زوال سے ذات
وال کا ثبوت دے اور پھر انسان زمین میں زمین ہی جیسا ہو کر غائب ہو جائے اور اس کے عمل کا نور مافی السموات
ارض کو منور کرتا ہے۔ اس کی روح اس سفر عالم ظہور سے واپس ہو کر خالق تعالےٰ کے روبرو حاضر ہو جائے۔
مانی چادریں نورانی قندیلیں اس کے لئے اس لئے مہیا کی گئی کہ وہ غائب و ظاہر ہو کر اپنی نورانیت و ظلمت کا سبق
دلاتی رہیں ان سے اُس کی کھیتیاں اُس کا رزق برکت پائے۔ چاند کو سورج کے بالمقابل اس لئے خدا نے
کہ انسان فیضان نور کا سبق سیکھے اور اس فیضان نور کے لاکھوں غیر معلوم منافع اس طرح اُس کو پہنچتے رہیں
یہ سب رعایت و نگہداشت کیوں ہے اس لئے کہ اللہ کے سامنے اس نافرمان نے الست بربکم کے جواب
بلی کہا تھا۔ پس خدا اپنے قول سے نہیں پھرتا اور یہ انسان ظلوم و جہول خدا سے وعدہ کرکے اُسے بھول گیا
اُس نے غیر اللہ سے عہد باندھ لیا۔ ۱۲

۵ آیۂ کریمہ میں لفظ "جاعل" فرمایا گیا الذی ہر سل حق تعالیٰ نے نہ فرمایا جس سے مجموعۂ عالم کی موجودگی جانب کی طرف اشارہ تھا ۱۲

میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے وہ بولے کہ تو پاک ہی ہم کو کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے سکھلایا۔	اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

یہی وہ راز تھا جس کو فرشتے نہ سمجھے جب کہ اُن کے رب نے اُن سے کہا تھا کہ میں زمین کے لئے ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں تو اُنہوں نے غالباً جنوں کی سرکشی و نافرمانی تمرد و طغیان پر نظر کرتے ہوئے اور خداوند عالم کو ان یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم پر قادر جانتے ہوئے نیز اپنے کو حمد و تقدیس کے لئے کافی خیال کرتے ہوئے یہ عرض جناب باری میں کی اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ مگر چونکہ یہ صرف ادباً و مشورۃً عرض ہی تھی اس لئے جب سر خالق کا پتہ انھیں اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ سے چل گیا تو پھر سوائے ابلیس کے سب نے باری عز اسمہ کی جناب میں معذرت اس طرح چاہی سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

اور بامر باری جملہ ملائکۃ الرحمن نے عظمت جناب آلٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سجدہ حضرت آدم کو کیا۔

پس سجدہ کیا تمام فرشتوں نے اکٹھے سوائے ابلیس کے اس نے تکبر کیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔	فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ

اور ابلیس کو اس تکبر و انکار کی وجہ سے مردود بارگاہ آلٰہی ہونا پڑا اور تقدیر اللہ میں خیر و شر کے یہ دو سلسلے جب ہی سے انسان کے لئے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

یعنی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الآیہ کہنے والا خدا کے فرماں برداروں میں سے کہلایا اور رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ کہنے والا ہمیشہ کے لئے کافرین میں سے ہوا۔

لہ اور یہاں سے آپ کو انسان کی ملکیت کی تیزی کے سبب یعنی کفر و شیطان کی بھی ایک درجہ میں ضرورت و مصلحت معلوم ہو گئی ۱۲

لہ وکان من الکافرین سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شیطان سے پہلے تو کوئی کافر تھا ہی نہ تھا پھر کیوں وکان من الکافرین فرمایا گیا۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالے نے جنوں کی سرکشی و کفر کے سبب یہ فرمایا ہو ۱۲ یا فی اللہ کے علم میں تو کافروں میں تھا بیضاوی

شہادتِ حسینی

یا

ماہِ محرم کی تجلی ریزیاں

کچھ نہ تھا اور سب کچھ ہو گیا

محترمی جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی نے بندہ کی استدعا، کو باوجود ایک مانع کے منظور فرمایا (جس کا تذکرہ سطور ذیل میں فرمایا ہے۔ احقر دل سے شکریہ ادا کرتا ہے) اور ایسے موضوع پر خامہ فرسائی کی کہ جس کی اہمیت و ضرورت وقتی کا اقتضایہ تھا کہ تمام مضمون یک جائی نذر ناظرین کیا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے وقت میں وصول ہوا جب کہ رسالہ مرتب ہو کر تھپر پر چسپاں ہو چکا تھا اور اکثر حصہ طبع بھی ہو گیا تھا۔ بشکل آٹھ صفحات کی گنجایش نکالی جا سکی۔ انشاء اللہ العزیز باقی مضمون ماہ صفر کے رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔
احقر حق تعالےٰ سے دعا اور ناظرین سے التجائے دعا کرتا ہے کہ مولانا ابو النصر صاحب مدظلہم کو شفائے عاجل عطا فرمائے۔ آمین۔

طاہر نائب المدیر کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

بھائی طاہر صاحب طال عمرہٗ وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم کے بار بار تقاضوں نے آخر مجھے بےچین کر دیا اس وقت نیاز مند جس حال میں ہے اس کا مقتضیٰ یہ تھا اور ہے کہ ایک سطر بھی قلم سے نہ نکل سکے۔
ہمارے استاذ محترم عم مکرم مولانا حافظ حکیم حاجی سید محمد ابو النصر صاحب گیلانی مدظلہ العالی جنھوں نے اپنے بچوں کی طرح اس فقیر کی پرورش کی، اور ناچیز کی علمی تعمیر میں ان کی تعلیم و نگہداشت کو سب سے زیادہ دخل ہے، اندنوں سخت بیمار ہیں، مرض نے خطرناک شکل اختیار کر لی ہے، اُن کی حالت دیکھ کر اور اُن کی تیمارداری کی اہم مصروفیت نے ان دنوں ہر چیز سے بیگانہ بنا دیا ہے، اکثر راتیں یوں بسر ہو جاتی ہیں کہ ایک سکنڈ کے لئے نہیں سوتا۔

لیکن یہ سونچکر کہ القاسم کے ہزار ہا ناظرین میں سے شاید کوئی صاحب عم معظم کے لئے دعا فرمائیں۔ اسی اختلال دماغی میں اس مضمون کا مسودہ تیار کیا۔ اور بھائیصاحب کے پاس بھیجدیتا ہوں۔ اس کا افسوس ہے کہ جس تیاری کیساتھ مجھے اس مضمون کو لکھنا چاہئے تھا نہ لکھ سکا اور اسی لئے اس میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں، ممکن ہو کہ کسی خاص رسالہ کی شکل میں جب اس کو مرتب کروں اس وقت سارے خیالات منظم ہو جائیں۔ اس وقت میری غرض فقط اتنی ہے کہ جن صاحبوں کو اس مضمون سے کچھ بھی نفع پہنچے وہ خدا کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عم مکرم کو شفائے عاجل عطا فرمائے

مناظر احسن گیلانی

ننھے بچے کی تربیت و پرورش کے لئے محسوس قوتوں میں سب سے بڑی قوت وہ ہو جسے باپ کہتے ہیں۔ لیکن کیا تماشا ہو کہ وہ بزور توڑ دیا گیا اور پیدا ہونے سے پیشتر ہی توڑ دیا گیا، وہ آیا اور اس شان کے ساتھ آیا، کہ جس کو لوگ پالنے والا کہتے ہیں وہ مدینہ کے ایک میدان میں سویا ہوا تھا سعد کے کنبے والو دوڑو اور اس بچہ کو چھاتی سے لگاؤ جس کے متعلق کہا جاتا ہو کہ اس کا کوئی نہیں ہے جن کے پاس سب کچھ تھا انھیں ڈھکیل دیا گیا، جس کی اونٹنی کا تھن خشک ہو چکا تھا اور خود جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا، کچھ نہ تھا، اسی نے اپنی گود میں اُٹھالیا۔ جب واپس کرنے آئی تو تماشا کا یہ کیسا دردناک حصہ تھا کہ ابواء کے ایک جھونپڑے میں اس بچہ کی تربیت و پرداخت کرنے والی دوسری قوت بھی ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی۔

پیر مرد، بوڑھا دادا اُٹھتا ہے، اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے، لیکن قدرت جس کے ساتھ کچھ نہیں رکھنا چاہتی وہ اُٹھنی ہو اور اس ہاتھ کو بھی جھٹک کر علٰحدہ کر دیتی ہے۔ اب کوئی نہیں، اس بچہ کا کوئی نہیں، اس کے پاس کچھ نہیں۔ ہاں! بہت سے چچا ہیں۔ لیکن جن کے پاس بہت کچھ تھا، اُنھوں نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا ان میں جو سب سے

عـه قرآن مجید نے ان تربصون بنا الا احدی الحسنیین میں خود شہادت کو "حسنیٰ" سے تعبیر کیا ہو۔ پھر جو شہادت حسین علیہ السلام کی طرف منسوب ہو اُس کی صفت حسنیٰ ہی مناسب ہے۔ آخر اس سے زیادہ خوبصورت شہادت کب چشم فلک نے دیکھی تھی ۱۲ منہ

ادہ نادار تھا اسی کے بچوں میں وہ بھی بل گیا۔ چچا نے نہیں ، بلکہ بھتیجے نے بکریاں چرا کر
ں کو کچھ دیا، اور اسی میں سے کچھ خود بھی کھالیا۔

رض ایک بچہ پیدا ہوتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے ساتھ نہ باپ کی قوت ہے نہ ماں کی
ت ہے، نہ اقرباء اور اعزہ کی قوت ہے۔ کوئی قوت نہیں ہے، حتے کہ وہ جس ملک میں پیدا
تا ہے، وہ بھی ہر قسم کی نباتاتی اور حیوانی قوتوں سے خالی ہے۔ میدان ہے۔ اور چٹیل میدان
ہے۔ اس کا نام بن کھیتی کا بیابان ہے نہ اس کے آغوش میں ندیاں کھیلتی ہیں اور نہ دریاؤں کا
ریں پانی اس کو سیراب کرتا ہے۔ نہ سرسبز مرغزار ہیں، نہ نظر فریب گلزار ہیں، الغرض انسانی
ں و دماغ کے سنوارنے اور ابھارنے میں جن قدرتی ذرائع کو دخل ہے ان میں سے بھی اس
دان میں کچھ نہیں ہے۔ وہ جس شہر میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باشندوں کے پاس بھی کوئی
ت نہیں ہے۔ نہ ذہنی قوت، نہ سیاسی طاقت، نہ علمی زور۔ یعنی جن قوتوں پر قوموں کی تعمیر
ی ہوتی ہے وہ ہر ایک سے خالی ہیں۔ نہ وہ آئین رکھتے تھے نہ دستور، نہ ان کا کوئی بادشاہ تھا
ن کی جماعتی پراگندگیوں کا کوئی شیرازہ بند، نہ اُن کے پاس مکاتب تھے نہ مدارس نہ کارخانے
یکٹریاں، کچھ نہیں ان چیزوں میں سے ایک بھی نہیں، جس میں داخل ہو کر کوئی بچہ پروان
ہ سکتا ہو، ان کے پاس جو جسمانی طاقت تھی اُس کا مصرف بھی بجز اپنی تعداد گھٹانے کے
کچھ نہ تھا۔

ں ملک میں اسی شہر میں، اسی قوم میں اس بچہ کا ظہور ہوا اور اس شان کے ساتھ ہوا کہ اُس کے
ر جو قوت بھی سایہ فگن ہو سکتی تھی یا ہوتی تھی وہ ایک ایک کر کے مٹادی جاتی تھی، یہاں تک
خر میں یہ بھی ہوا کہ وطن پر جو اُسے بھروسہ ہو سکتا تھا اس بھروسہ کو بھی ہٹا دیا گیا۔ برادری والوں پر

ے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ ابوطالب کے بچے کھانے پر اس طرح ٹوٹتے تھے
ں بھوکا رہ جاتا تھا۔ آخر میں ابوطالب نے ضیق معاش سے تنگ آکر اپنے بچوں کو تقسیم کر دیا تھا، اور اسی
یم میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئے ۱۲ منہ

جو اعتماد ممکن تھا، وہ بھی ناممکن کر دیا گیا۔ یعنی سارا وطن اور وطن والے قبیلے والے، کنبے والے، سب اس کی دشمنی پر متفق ہو کر آمادہ ہو گئے۔ اور وہ جس کے پاس نہ باپ کی قوت تھی اور نہ ماں کی، نہ دادا کا زور تھا، نہ اور کسی کا، نہ حکومت کی سرپرستی اسے حاصل تھی نہ مدرسوں کی تعلیم سے وہ فیضیاب ہو سکتا تھا، نہ اپنے ملک کے گرد وپیش کے خنک آمیز اثرات سے اپنے دماغ تک تازگی اور اس میں بالیدگی پیدا کر سکتا تھا، اب اس کے ساتھ یہ بھی کیا گیا کہ گھر والے کنبے والے، قبیلے والے، وطن والے سب کے سب اس سے علیحدہ ہو گئے یا وہ ان سے علیحدہ کر لیا گیا۔ اور اب جا کر یہ ارادہ پورا ہوا کہ دیکھو!

"اس کے پاس کچھ نہیں ہے"

وہ ساری قوتیں جن کو لوگ قوت کہتے ہیں، اور جن کا نام محسوس پرستوں کی اصطلاح میں "قوت" ہے "زور" ہے، ایک ایک کر کے الگ کر لیا گیا، اس کے بعد دکھایا گیا۔ مشاہدہ کرایا گیا کہ

"جس کے پاس کچھ نہیں ہے، دیکھو! کہ اس کے پاس سب کچھ ہو گیا"

ایک منظر وہ تھا، اور دوسرا منظر یہ ہے کہ وہ زمین کے ایک بڑے قطعہ کا مالک ہے۔ اسکے خادموں بلکہ خادموں سے نیچے اگر کوئی درجہ ہو سکتا ہے وہی قیصر کی ٹوپی اچھال رہے ہیں، کسریٰ کے جلال وجبروت کے پرزے اڑا رہے ہیں۔ وہی جس کے پاس کچھ نہ تھا، کیا دنیا نے نہیں دیکھا، یا نہیں دیکھ رہی ہے یا نہیں دیکھے گی کہ وہی دنیا میں سب سے بڑا قرار پایا۔ قومیں اس کی تقدیس میں مصروف ہیں، نسلیں اس کے سراہنے میں منہمک ہیں، افغانستان کی پہاڑیوں میں، مراکو کی وادیوں میں، مصر کے ایوانوں میں، ہندوستان کی بستیوں میں، چین کی آبادیوں میں، افریقہ میں ایشیا میں، یورپ میں، امریکہ میں کون ہوا؟ اتنا بڑا کون ہوا؟ صرف ہمارے پاس نہیں، ہماری تاریخ میں نہیں، دوسروں کی تاریخ میں۔ کیا اس سے بھی اونچا انسان نسل اول میں کوئی ظاہر ہوا، مامون و ہارون کو کس کی غلامی پر ناز تھا۔ صلاح الدین کس کے نام پر صلیب والوں کی بھیڑ میں لرزہ ڈالتا تھا؟ محمود کس کی جوتیوں کے صدقہ میں مشرق کا اولوالعزم فاتح قرار پایا۔

شاہجہاں کس کے نام کی تسبیح پڑھتا تھا؟ عالمگیر کس کی نگاہ کرم کے لئے دکن کے سنگستانوں میں سالہاسال تک ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا۔ یہ کس کی ہمنامی کی برکت تھی کہ اناطولیہ کا ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کو پھاندگیا یہ کیا تھا؟ اس نے دعویٰ کیا تھا اور یہی اُس کی زندگی کا مقصد تھا کہ محسوس قوتوں کا انکار کرے۔ اور جو قوت غیب میں چھپی ہوئی ہے نظام کائنات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرے۔ اُس نے دعوی کیا اور نہایت بلند آہنگی سے دعویٰ کیا، اور خود اس کی دلیل بن کر دنیا کے سامنے آیا، کیونکہ قیاسی حجتوں کا زمانہ نکل چکا تھا۔ مشاہدات اور تجربات کا وقت آرہا تھا پس اس عہد کے جو پیغمبر تھے صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دعوی بھی تخمینی مقدمات سے نکالے ہوئے نتائج پر مبنی نہ تھا، بلکہ کھلا ہوا تجربہ، صاف اور واضح مشاہدہ پر اس کی بنیاد کھڑی کی گئی، دُنیا نے دعوے کو سُنا، اور دلیل کو دیکھا! پھر ان میں کس کے ہوش قائم رہے۔ کلیسا میں تزلزل پیدا ہوا۔ لوتھر نے ایک ضرب شدید سے پوپی تنظیم کی بنیادوں کو ہلا دیا، وہ خود بنایا نہیں، لیکن قصر تثلیث کے ایک اہم حصہ کو اس نے اپنے ہاتھوں برباد کر دیا، کیا کوئی اس کا منکر ہو سکتا ہے کہ تثلیث کی یہ جزئی شکست اسی دعوی اور دلیل کا نتیجہ نہ تھا جس کی ابتداء عرب سے ہوئی اور کیا ان ہی میں جو یونیٹی پر آج خطبہ دے رہے ہیں وہ عالم کے اس سب سے بڑے انسان کے احسان سے سبکدوش ہو سکتے ہیں، شراب پر احتساب قائم کرنے والو! دیکھو حق سے آنکھیں نہ بند کرو۔ شرکستان میں کبیر کیوں پیدا ہوا، نانک کس دباؤ سے بیچین ہوا۔ رائے موہن رائے کس کی گرفت سے مضطرب تھا اور آج ہندوستان کے طول و عرض میں جو وہ جماعت نظر آتی ہے جسے اسلام سے عداوت کا دعویٰ ہے۔ لیکن اسی کیساتھ وہ بُت شکنی میں بھی مصروف ہے۔ کیا اس عملی فرماں بردار اور ذہنی نافرمان فرقہ کو اس "دعوی" کے اثر سے آزاد کہہ سکتے ہیں؟ دیانندیوں کو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر غور کرنا چاہئے[ھ]۔

عھ یہ اشارات اسلام کے غیر محسوس اثرات کی طرف ہیں کہ جہاں اسلام نے علانیہ دنیا کے تمام ارباب مذاہب یہودی، عیسائی، بودھ، ہندو، پارسی، کو اپنے سامنے جھکایا، وہیں اندرونی طور پر اس نے ان لوگوں کے

لیکن اثبات دعوے کا یہ ایک ایجابی پہلو تھا، یعنی اس وقت تک یہ دکھایا گیا کہ

"کچھ نہ تھا اور سب کچھ ہو گیا"

مگر اثباتِ دعوے کا دوسرا رُخ ابھی تشنہ تھا، ایجابی پہلو کا مشاہدہ ہو گیا، اور کامل طور پر ہوا لیکن اسی کا سلبی پہلو، یعنی

"سب کچھ تھا اور کچھ نہ ہوا"

دل چاہتا تھا کہ اس کا بھی معائنہ کرا دیا جاتا تو پھر حجت تام ہو جاتی، شک و ریب کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ایجابی پہلو کا تماشا تم نے مکہ کے وادی میں کیا۔ اب آؤ کربلا میں آؤ اور دیکھو کہ اس دعوے کی دلیل کا سلبی طور پر کس طرح مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔

محسوس قوتوں میں سب سے بڑی قوت سلطنت کی ہے، ہم جس رقبہ کے بادشاہ ہیں، اس علاقہ میں ہم سے بڑی قوت والا کون ہو سکتا ہے۔ اور بادشاہوں سے تو رعایا کے کسی نہ کسی فریق کو کچھ نہ کچھ خصومت بھی ہوتی ہے، یہ قوت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب بجائے شاہی کی شاہزادگی کا طرہ میرے سر پر لہرا رہا ہو، کہ شہزادہ رعایا کے لئے صرف مایۂ امید اور بضاعت توقعات ہوتا ہے، ہر شخص اسکی خوشامد میں اس لئے منہمک ہوتا ہے، کہ آئندہ چل کر اس کی نگاہِ کرم کا وہ مورد بنے، لیکن شاہوں کی شہزادوں کی حکومت تو صرف اجسام پر ہوتی ہے اُس پیر یا مرشد کی قوت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو لوگوں کے جسموں پر نہیں، بلکہ قلوب پر حکومت کرتا ہو، اور پیری کا درجہ اس وقت کسقدر بلند ہو جاتا ہے جب وہ نبوت کی شان میں ظاہر ہو، یہ دُنیا کی چوٹی کی قوتیں ہیں جنھیں ہم زور کہتے ہیں، اس سلسلہ میں کوئی طاقت ان طاقتوں سے بالاتر نہیں۔

قلوب میں بھی جگہ پیدا کی ہے جو اب تک کھلم کھلا اسلام کے اقرار سے گھبراتے ہیں، لوتھر جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا عیسائی مذہب میں بانی ہے اس کے متعلق عام طور سے بھی کہا جاتا کہ وہ اسلامی فتراک کا نخچیر تھا، اور اسی طرح کبیر داس نانک کے متعلق بھی خیال ہے۔ راجہ رام موہن رائے جس نے برہمو مت کی بنیاد ڈالی اس کے متعلق بھی یہی خیال ہے کہ وہ اسلام سے متاثر تھا۔ آخری اشارہ آریوں کی طرف ہے ۱۲

پھر اس شخص کی قوت کو سوچو جو شہزادہ بھی ہو اور دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا شہزادہ ہو کیونکہ جس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا، اُس وقت بقول جرجی زیدان کرہ زمین پر سب سے بڑی قوت دو ہی تھی۔ رومی دولت اور ایرانی سلطنت، جس قوم نے ان دونوں قوموں کو توڑ دیا، اس نے ساری زمین کی قوت توڑ دی۔ اور اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اسلام دنیا کی سب سے بڑی قوت تھی، وہ اسی سلطنت کا شاہزادہ تھا، جہاں باغی رہتے تھے وہاں جاتا تو شبہ کی گنجایش تھی۔ وہ شام نہیں بلکہ عراق آیا جو اس کے پدر بزرگوار کا پایہ تخت تھا، کوفیوں کے پاس آیا جو اُس کے والد کی نمک خوار سپاہی تھے، اور صرف شہزادہ نہیں بلکہ وہ ان کا پیرزادہ بھی تو تھا۔ کیا ان میں ہر ایک اس کے والد کرم اللہ وجہہ کو اپنا روحانی پیشوا نہیں جانتے تھے، کیا اُس کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کی نگاہوں میں سیدۃ نساء العالم نہیں تھیں؟ اور صرف پیرزادہ ہی تو نہیں وہ اُن کا نبی زادہ بھی تو تھا، اور کیا نبی زادہ کو اس کے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اُن کے قلوب میں کسی مخلوق کی عظمت کی گنجایش نہیں تھی۔

الغرض امام حسین علیہ السلام جس وقت کربلا تشریف لائے ہیں تو کون انکار کرسکتا ہے کہ اس وقت وہ شہزادے بھی تھے، پیرزادے بھی تھے، نبی زادے بھی تھے اور خود اُن کے تقوے و ورع۔ زہد وصفا کی عام دھاک دنیائے اسلام پر قائم تھی، ان قوتوں کے ساتھ وہ آتے ہیں اور اپنے والد کے پایہ تخت میں آتے ہیں، اپنے والد کی فوج میں اُن کی چھاونی میں آتے ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ قوت کی اتنی جہات کسی ایک شخصیت میں آج تک جمع ہوئی ہیں یا ہوسکتی ہیں۔

میں نے معمولی پیرزادوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ اس شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے ہیں جہاں اُن کے والد کے کل باشندے نہیں، بلکہ بعض لوگ مرید ہوتے ہیں تو پھر اُن کو ان مریدوں کی قوت پر جو ناز ہوتا ہے، شاید شہزادوں کو بھی اپنے ممالک محروسہ میں نہیں ہوتا۔

لیکن یہاں شہزادگی بھی ہے، پیرزادگی بھی ہے، اور نبی زادگی بھی ہے۔ اور دنیا کی سب سے بڑی قوت کی طرف سے یہ امتیازات قدرتی طور پر اُن کو حاصل ہیں۔

الغرض عالم محسوس میں جو کچھ ممکن ہے

"سب کچھ ہے"

مگر اثبات دعوے کے اس تجربی پہلو کا مشاہدہ کرو، جس کا نام میں نے "سلبی شہادت" رکھا ہے کہ باایں ہمہ قدرت وقوت، زور وطاقت، دنیا نے دیکھا، آسمان نے دیکھا، زمین نے دیکھا، اور قیامت تک دیکھتی رہیگی کہ

"کچھ نہ ہوا"

امام علیہ السلام شہید ہوگئے، اُن کی نعش مبارک پامال ہوئی۔ اُن کا سر مبارک کاٹا گیا۔ سچ یہ ہے کہ محسوس قوتوں، عقلی وسیلوں، خود ساختہ ذریعوں کو امام حسین علیہ السلام کی پاک خون نے جس طرح دھوکر دنیا سے ناپید کیا، کسی نے نہیں کیا۔

اے شاہی جلال! تو بھی بیکار ہے، اے شاہزادگی! تیرے اندر بھی کچھ نہیں، اے پیرزادو! سوچو! ان بستیوں میں پہنچکر سوچو!! جہاں تمہارے خاندانی مرید رہتے ہیں کہ ان محسوس قوتوں کی تہ میں نفی اور عدم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو قوت محسوس ہو رہی ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ اور جو نہیں محسوس ہوتی وہی سب کچھ ہے۔ "لاحول ولاقوة الا باللہ" "تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء" کے دعاوی کا اثبات عملی اور تجربی شکل میں نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ابتدائی زندگی سے دیا، اور نواسہ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں بھی صرف اسی کا مشاہدہ کرایا، کیا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ غلط لکھا ہے کہ جو صورۃً کسی کے ساتھ مشابہ تھا وہ معنیً بھی اسی کے فرائض کی تکمیل کرکے دنیا سے روانہ ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۝

(باقی)

قواعد وضوابط رسالہ القاسم دورِ جدید

(۱) یہ رسالہ ماہوار شائع ہوگا اور ہر قمری مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک زیادہ سے زیادہ ناظرین کرام کی خدمت میں پہنچ جایا کریگا۔

(۲) کسی ماہ کا رسالہ ۳۲ صفحات سے کم نہ ہوگا البتہ حسب ضرورت و گنجائش اس سے ڈیوڑھ جائیگا جیسا کہ اکثر ہوتا رہا ہے۔

(۳) یہ رسالہ عمدہ قسم کے کاغذ پر طبع ہوگا اور عام قیمت سالانہ مع محصول ڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ پیشگی لیجائیگی ممالک غیر سے اسی قدر لیا جائیگا جس قدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

(۴) صرف فیس منی آرڈر و وی پی عائد کردہ ڈاک خانہ جو آج کل ۴ ہے بذمہ خریداران ہوگی صرف محصول ڈاک صرف پیکنگ بذمہ دفتر ہوگا

(تنبیہ) ذریعہ منی آرڈر رسالانہ چندہ ادا کرنے میں ۲ کی کفایت رہتی ہے۔

(۵) منی آرڈر کرتے وقت اس کے کوپن پر۔ خطوط کے سرناموں پر نام اور ڈاک خانہ وغیرہ پورا پتہ صاف و خوشخط ہونا چاہئے۔ کیونکہ بغیر خوش خط مکمل پتہ کے سخت دقت پیش آتی ہے۔ ایسی حالت میں تعمیل کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے دورِ جدید کے شروع جلد سال رواں سے بھیجے جائیں گے اور ان کو ابتدا ہی سے خریدار سمجھا جائیگا البتہ بصورت انکار یا عدم موجودگی پرچہ ہائے دورِ جدید ایسا نہ ہوگا۔

(۷) جو حضرات القاسم کی نظم اشاعت و ادارت کی سہولت کے لئے بطور اعانت و امداد کم سے کم صہ یا حسب مقدور و حیثیت اس سے زیادہ عطا فرمائیں گے وہ رسالہ کے معاون خاص میں شمار ہوں گے اور ایسے حضرات کے اسمائے گرامی برائے ترغیب و تحریص دیگر مسلمین حسب ضرورت القاسم میں شائع ہوتے رہینگے۔

(۸) خط و کتابت اور مراسلت میں خریداری کے نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔

(۹) نمونہ کے پرچہ کے لئے ۴ر کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

(۱۰) جلد اول دورِ جدید کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہے جلد ثانی کی قیمت عہ ہے لہذا دلو یا منی آرڈر اسی حساب سے ہوگا

(۱۱) فضلائے دارالعلوم دیوبند کے مضامین خصوصیت سے لئے جائیں گے دیگر اہل علم کے مضامین بصورت گنجائش لئے جائینگے بشرطیکہ اصول اسلام اور رسالہ کے طرز کے خلاف نہ ہوں بصورت عدم اشاعت ٹکٹ آنے پر مضمون واپس ہوسکیگا جو مضمون چھپ جائیگا واپس نہ ہوگا صاحب مضمون کو مضمون والا رسالہ مفت بھیجا جائیگا

(۱۲) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام احقر ہونی چاہئے۔

خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ نائب المدیر دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دورِ جدید

جلد ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

(۱) یہ رسالہ ماہوار شائع ہوگا اور ہر قمری مہینہ کی ۵ تاریخ تک زیادہ سے زیادہ نا[illegible]

(۲) کسی ماہ کا رسالہ ۴۸ صفحات سے کم نہ ہوگا البتہ حسب ضرورت وگنجائش اس سے بڑھ جائیگے

(۳) یہ رسالہ عمدہ قسم کے کاغذ پر چھپا ہوگا اور عام قیمت سالانہ مع محصول ڈاک دو روپیہ
غیر [illegible] قدر [illegible] وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے

(۴) صرف فیس منی آرڈر دوی پی [illegible] ڈاک خانہ جو آج کل ۲ [illegible] بذمہ خریدار ہوگی صرف محصول [illegible]

(تنبیہ) ذریعہ منی آرڈر رسالانہ چندہ ادا کرنے میں ۲ کی کفایت رہتی ہے۔

(۵) منی آرڈر کرتے وقت اس کے کوپن پر خطوط کے سرناموں پر نام اور ڈاک خانہ وغیرہ [illegible]
ہونا چاہیے کیونکہ بغیر خوش خط مکمل پتے کے سخت وقت پیش آتی ہے۔ ایسی حالت [illegible]
[illegible] صورت نہیں ہوتی۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے دور جدید کے شروع [illegible]
سال [illegible] سے بھیجے جائیں گے اور ان کو ابتدا ہی سے خریدار سمجھا جائیگا البتہ بصورت [illegible]
عدم موجودگی پرچہ [illegible] نہ ہوگا۔

(۷) جو حضرات القاسم کی [illegible] واعانت [illegible]
[illegible] رسالہ [illegible] شماروں [illegible]
[illegible] القاسم [illegible]

(۸) [illegible] کتابت اور [illegible] دینا چاہیے۔

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible] سالانہ قیمت ۲ روپیہ [illegible] قیمت [illegible]

(۱۱) فضلائے دارالعلوم دیوبند کے مضامین [illegible] علم [illegible]
لئے جو مضامین بشرطیکہ اصول اسلام اور رسالہ [illegible] کے خلاف نہ ہوں بصورت عدم [illegible]
مضمون [illegible] کا جو مضمون چھپ جاتا ہے واپس ہوگا صاحب مضمون کو مضمون [illegible] رسالہ [illegible]

(۱۲) جملہ خط وکتابت وترسیل زر بنام [illegible] ہونی چاہیے۔

خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ نائب المدیر دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند [illegible]

دور جدید

جلد ۲ — جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ — نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

رسالہ القاسم ماہ جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ

جو بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاسم اور اُس کی اِمتیازی شان

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو	عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

اِلصمد ایک وہ وقت تھا جب کہ ہمارے قلوب میں "القاسم" کے اجراء کے جذبات
ج زن تھے اور قلب سینوں کے اندر تڑپ تڑپ کر بیچین کئے دیتا تھا، ساتھ ہی
اق نظریں اور منتظر آنکھیں اس کی تجلی ریز کرنوں کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھیں
ونہ تعالےٰ ہمارے قلبی جذبات وارادوں نے قوت سے فعل کا جامہ پہنا اور القاسم
جدید کا سلسلۂ اشاعت عالم خمول سے عالم ظہور میں آیا۔ گو صورت واقعات وموانع
رے قلوب کے سامنے بھیانک ودل شکن منظر پیش کرکے نہ صرف ہمارے اُبھرتے
ئے جذبات میں ٹھیس لگا کر مضطرب کر دیتے تھے بلکہ لبا اوقات عالم اسباب کی نزاکت
جہ سے ناکامی وحرمان کے قلب فرسا مناظر سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔
پنے سچے جذبات اور قلبی ارادوں کو لئے ہوئے واہب العطیات خدا کی طرف لو لگائی
ہے، کہ ہمارے ناچیز، اخلاص بھرے جذبات ممد ومعاون ہوئے اور درگاہ رب العزت
شرف قبولیت سے بہرہ اندوز ہوئے، چنانچہ آج آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور قلوب مسرت
ے لہجوں میں خدا کی حمد وثنا کی نواسنجی کر رہے ہیں کہ بار آلہا! تو ہی نے محض اپنے
ل وکرم سے ہم ناچیز بندوں کی خدمات وکوششوں کو درجۂ اجابت وقبولیت سے
رف فرما کر آج وہ دن دکھلایا کہ القاسم اپنی ما بہ الامتیاز ظاہری وباطنی خوبیوں کو لئے ہوئے
افزوں ترقی کرتا ہوا ڈیڑھ سال سے اپنی نرالی سج دھج کے ساتھ مذہبی وقومی خدمت کا

رسالہ القاسم ماہ جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و متقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القاسم اور اُس کی اِمتیازی شان

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائی تو ۔۔۔ عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

ئدالصمد ایک وہ وقت تھا جب کہ ہمارے قلوب میں "القاسم" کے اجراء کے جذبات
وج زن تھے اور قلب سینوں کے اندر تڑپ تڑپ کر بیچین کئے دیتا تھا، ساتھ ہی
شتاق نظریں اور منتظر آنکھیں اس کی تجلی ریز کرنوں کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھیں
بعونہ تعالےٰ ہمارے قلبی جذبات وارادوں نے قوت سے فعل کا جامہ پہنا اور القاسم
در جدید کا سلسلۂ اشاعت عالم خمول سے عالم ظہور میں آیا۔ گو صورت واقعات وموانع
مارے قلوب کے سامنے بھیانک ودل شکن منظر پیش کرکے نہ صرف ہمارے اُبھرتے
وئے جذبات میں ٹھیس لگا کر مضطرب کردیتے تھے بلکہ لبسا اوقات عالم اسباب کی نزاکت
، وجہ سے ناکامی وحرمان کے قلب فرسا مناظر سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔
ر اپنے سچے جذبات اور قلبی ارادوں کو لئے ہوئے واہب العطیات خدا کی طرف لَو لگائے
سے، کہ ہمارے ناچیز، اخلاص بھرے جذبات ممد ومعاون ہوئے اور درگاہ رب العزت
ں شرف قبولیت سے بہرہ اندوز ہوئے، چنانچہ آج آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور قلوب مسرت
ھرے لہجوں میں خدا کی حمد وثنا کی نواسنجی کر رہے ہیں کہ بار آلہا! تو ہی نے محض اپنے
ضل وکرم سے ہم ناچیز بندوں کی خدمات وکوششوں کو درجۂ اجابت وقبولیت سے
شرف فرما کر آج وہ دن دکھلایا کہ القاسم اپنی مابہ الامتیاز ظاہری وباطنی خوبیوں کو لئے ہوئے
وز افزوں ترقی کرتا ہوا ڈیڑھ سال سے اپنی نرالی سج دھج کے ساتھ مذہبی وقومی خدمت کا

سہرا سر لئے ہوئے قبولیت عامہ وخاصہ کا طغرائے امتیاز حاصل کر چکا ہے فللہ الحمد و المنۃ علی ما انعمنا

ملک کے اکثر مذہبی و قومی اخبارات و رسائل القاسم کے مضامین عالیہ کے اقتباسات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہم اپنے اُن معاصرین حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جو القاسم کے مفید و کارآمد مضامین کو اپنے رسائل و اخبار میں نقل فرما کر اُن لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں کہ جو القاسم کے مطالعہ سے محروم ہیں، ہم القاسم کی اس کامیابی و مقبولیت پر اور کیا کر سکتے ہیں کہ حق جل مجدہ کی درگاہ اقدس و اعلیٰ میں دامن نیاز و تشکر پھیلاویں۔
اللھم لک الحمد کالذی تقول وخیرا مما نقول۔

ساتھ ہی بفحوائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ہم اپنے ان محترم مخلصین کا بھی بحضور قلب شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس درمیان میں القاسم کی اشاعت و استحکام کی سعی و کوشش میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔

لیکن اپنی اس کامیابی کیساتھ پھر بھی قومی بے توجہی پر حسرت و افسوس اور مخلصانہ شکوہ کرنا پڑتا ہے کہ القاسم جیسے مذہبی و علمی رسالے کی (کہ جس کی ضرورت عام رسالوں اور اخباروں سے جتنی زائد ہے ظاہر ہے) قوم نے وہ قدر و منزلت نہ کی جو کہ اس کا حق تھا القاسم کی اشاعت و خریداری تا ہنوز نہایت محدود ہے۔ خصوصاً ابتدائے سال دوم پر کثیر التعداد ویلیوؤں کا واپس ہونا القاسم کی بڑھتی ہوئی امنگوں کے لئے نہ صرف ہمت شکن ہوا، بلکہ باعث کلفت و مضرت ثابت ہوا۔

کیا علوم مذہبی و دینی کی نشر و اشاعت کے لئے یہ بے توجہی قلب فرسا و کلفت دہ نہیں؟ یقیناً ہے!!!

لہذا ہم مخلصین دار العلوم و معزز افراد قوم سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ القاسم جیسے مذہبی رسالہ کی (کہ جس کا مقصد وحید اشاعت علوم دینیہ و مذہبیہ ہے) توسیع و اشاعت میں ہر ممکن

طریقہ سے دریغ نہ فرمائیں، خصوصاً خریداران القاسم کی خدمت میں مخلصانہ استدعا ہے کہ کیا وہ القاسم کو موجودہ صورت سے بھی کسی ابتر حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں، یا کیا وہ کسی آنے والے زمانہ انحطاط کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں؟ اگر نہیں چاہتے اور واقعی ان کے قلب میں القاسم کی سچی ہمدردی، القاسم کی نہیں بلکہ علوم دینیہ و مذہبیہ کی اشاعت و وسعت کا سچا درد رکھتے ہیں تو کیا اس کیلئے کمر ہمت نہیں باندھ لیں گے کہ ہر ہر شخص اپنے اعزا و اقربا و احباب میں سے ایک ایک دو دو خریدار فراہم کر کے القاسم کی بقا و استحکام میں سعی فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہونے سے دریغ نہ فرمائیں گے

اہل دول حضرات سے خاص استدعا

اجرائے القاسم کے وقت سے ہی بہت سے غیر مستطیع حضرات طلبا و غربا کے دفتر القاسم میں القاسم کی زیارت و مطالعہ فرمانے کے حسرت بھرے خطوط اور مفت اجراء اجرائے القاسم کی درخواستیں موصول ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حسب وسعت و گنجایش بہت سے حضرات کے نام حسب ترتیب رسالہ مفت جاری کر دیا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ایک کثیر تعداد ایسے حضرات کی موجود ہے اور رہتی ہے کہ جن کو دفتر بوجہ عدم گنجایش رسالہ پیش کرنے سے معذور رہتا ہے اور ان کی مذہبی تمنائیں دل ہی دل میں مرجھا جاتی ہیں۔

لہٰذا ہم اہل دول و باہمت حضرات کی خدمت میں الدال علی الخیر کفاعلہ کے اجر پر نظر رکھتے ہوئے استدعا کرتے ہیں کہ اگر آپ حضرات معمولی سی توجہ اس طرف مبذول فرما کر اپنی طرف سے ایک ایک دو دو رسالہ کی قیمت دفتر کو عطا فرما کر ایسے غیر مستطیع حضرات کے نام اپنی طرف سے رسالہ جاری کرا کے اُن کی تشنہ لبی علوم دینیہ کو سیراب فرما دیں تو جہاں ایک پژمردہ دل کو مسرور کر کے دعاہائی فراواں لینگے۔ وہیں انشاء العزیز عند اللہ اجر جزیل کے مستحق بھی ہوں گے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۝ وما علینا الا البلاغ المبین ۝

ادارت

حافظا وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس		در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

مسرّت بخش مژدہ

القاسم دورقدیم کے دیکھنے والی نظروں سے غالباً ابھی تک وہ لذت محو نہ ہوئی ہوگی کہ جس سے وہ ایک زمانہ تک محظوظ ہوتی رہیں، یعنی القاسم دورقدیم کا وہ اہم اور سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ مدظلہ مہتمم دارالعلوم و مدیر رسالہ کا دلچسپ و مفید مضمون "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کا سلسلہ کہ جس کی قبولیت ناظرین القاسم سے گذر کر عام مسلمانوں تک ہی محدود نہ رہی تھی بلکہ غیر اقوام کے تعصب سے بھرے قلوب نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا، لیکن القاسم دورقدیم کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بھی منقطع ہوچکا تھا۔

یقیناً القاسم دورجدید کی دیکھنے والی نظریں بھی تڑپتی ہونگی اور اُن کے قلوب متمنی ہونگے کہ پھر اس کا سلسلہ جاری کیا جاوے۔ نیز ہمارا خیال خود بھی تھا کہ حضرت مدیر صاحب قبلہ کی خدمت میں درخواست پیش کریں کہ پھر اس سلسلہ کا اجراء فرمادیا جائے لیکن افسوس کہ حضرت اقدس مدظلہ کی علالت ونقاہت، نیز مشاغل کثیرہ کا ہجوم، ساتھ ہی دکن تشریف بری ایسے موانع پیش آتے رہے کہ حضرت مدیر صاحب مدظلہ اس سلسلہ مفیدہ کے علاوہ کسی اور مضمون سے بھی قوم کو متمتع نہ فرماسکے۔

للہ الحمد کہ حضرت مولانا موصوف نے بعافیت پھر دیوبند مراجعت فرمالی ہے کہ جس کی اطلاع ہم اس سے پہلے نمبر میں دے چکے ہیں۔

نیز ساتھ ہی، ہم ناکارہ خدام کی استدعا کو حضرت مولانا نے شرف قبولیت بخشا اور مضمونِ بالا کے سلسلہ کے اجراء کا بعد رفع ضعف ونقاہت وعدہ فرمالیا ہے۔ چنانچہ انشاءاللہ العزیز عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے۔ جب کہ القاسم کے صفحات "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کے مفید عنوان سے مزین نظر آئیں گے اور منتظرین و ناظرین کی آنکھوں کو مسرور و محظوظ کرینگے۔

ناظرین کرام دعا فرماویں کہ حق جل مجدہٗ جلد از جلد حضرت مدیر صاحب مدظلہ کے ضعف ونقاہت کو دور فرما کر باین افضال وکرم تادیر سایہ فگن رکھے۔ آمین۔

قابل قدر خدمت

ہم نے بعض احباب کے اصرار وتقاضا سے نیز بعض مخلصین کی درخواست وخواہش کی بنا پر (دار المؤلفین کی طرف سے) القاسم دور قدیم کے بعض اہم ومفید مضامین مثلاً کائنات روحانی، ابوذر غفاریؓ، تعلیمات اسلام، اساطین امت، عظمۃ الوحی، الامانۃ اور ان ہی میں سے "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" وغیرہم کو مستقل بصورت کتاب شائع کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مضامین میں سے کائنات روحانی طبع ہو چکی ہے۔ باقی مضامین کی کتابت ہو چکی طباعت باقی ہے جو انشاء اللہ بہت جلد طیار ہو جائیں گی۔

لہٰذا ہم قوم اور ناظرین القاسم اور مخلصین متعلقین دار العلوم دیوبند سے اپنی خدمت کا صلہ اور کوشش کی داد صرف یہ طلب کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حضرات ان رسالوں کی کثیر در کثیر اشاعت فرما کر ہماری آئندہ امنگوں اور تمناؤں کے پورا کرنے میں ہمت افزائی فرمانے سے دریغ نہ کریں اور جلد از جلد اُس کی طرف توجہ مبذول فرمائیں، تاکہ نشر واشاعت علوم مذہبیہ کے اجر سے بھی محروم نہ رہیں۔ فقط والسلام (ادارت)

اللطائف للطائف

ربط القاسم ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ نمبر

لطیفہ (۱۶) در تحقیق معنے لا الہ الا اللہ و معنے من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر (از ملت ابراہیم)
بعضوں نے ایک نئی منطق ایجاد کی ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحبو حدیث شریف میں آیا ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ سو اس درجہ کا اسلام ہمارے پاس ہے ہی۔ باقی ہم سے نماز روزہ کا جھگڑا نہیں ہوتا۔ اجی جنت میں داخل ہونا ضروری چیز ہے سو حضور فرما ہی چکے ہیں کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ میں کہتا ہوں کہ صرف دخل ہی فرمایا ہے یا یہ بھی فرمایا ہے کہ دخل دخولا اولیا یعنی فوراً جنت میں داخل ہو جائیگا۔ حضور نے یہ فرمایا ہے کہ جنت میں جائیگا لیکن کب جائیگا؟ اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سزا کے قبل جائے سو آپ کو کیا حق ہے اس کی تعیین کا کیا کوئی دلیل آپ کے پاس ہے؟ اس کی دلیل تو کیا ہوتی بلکہ اُلٹی اس کے خلاف پر دلیل قائم ہے۔ حدیث میں شراب خوری پر، سود لینے پر، جھوٹ بولنے پر، حقوق ضائع کرنے پر غیبت پر، چغل خوری پر، بدنظری وغیرہ پر سخت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ پھر آخر یہ حدیثیں کیا بیکار ہیں یا نعوذ باللہ سچی نہیں ہیں! میں کہتا ہوں کہ یہ وعیدیں جو حدیثوں میں آئی ہیں یہ بھی سچی ہیں اور یہ حدیث بھی سچی ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ دونوں سچی ہیں دونوں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمودہ ہیں۔ لہٰذا میں دونوں کو جمع کرتا ہوں کیونکہ مخبرِ صادق کے کلام میں تعارض اور تناقض ہو نہیں سکتا تو لامحالہ وہ مضمون جنت میں داخل ہونے کا بھی ٹھیک ہے اور وہ دوزخ کی وعیدیں بھی سچی ہیں یہ دونوں قسم کی حدیثیں دو طرح سچی ہو سکتی ہیں یعنی عقلاً دو احتمال ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اول اپنے معاصی کی سزا پانے کے لئے دوزخ میں داخل کئے جائیں پھر ایمان کی وجہ سے وہاں سے نکالکر جنت میں

داخل کردیئے جائیں اور ایک صورت یہ کہ پہلے جنت میں داخل کئے جائیں پھر دوزخ میں لیکن اس کا تو قائل ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ تو نصوص قطعیہ سے منفی ہے کہ جنت میں پہنچا کر پھر وہاں سے نکالا جائے۔ ضرور دوسری شق کو متعین کیا جائے گا اور وہی نصوص کے مطابق بھی ہے۔ یعنی پہلے دوزخ میں سزا پاکر پھر جنت میں داخل کئے جائیں گے خواہ ایک دن کے بعد یا ہزار برس کے بعد۔ یہ اللہ کو معلوم ہے اور وہاں کا تو ایک دن بھی یہاں کے ایک ہزار برس کے برابر ہے تو ہزار برس تو کیا کچھ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ۝ یعنی ہمارے یہاں کا ایک دن تمہارے یہاں کے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ اگر وہاں ایک دن کی بھی حوالات ہوگئی تو یہاں کے ایک ہزار برس کی قید کے برابر سمجھئے لیکن ہر حال میں کبھی نہ کبھی ختم تو ضرور ہوگا لیکن قبل جنت کے جو جہنم میں سزا ہوئی ہے کیا وہ ایسی ہی سزا ہے جیسی دنیا کی جس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسی ہی ہوتی تو خیر کہہ یہ سکتے تھے کہ چلو دوزخ میں چند روزہ رہ آئینگے۔ مگر اسے صاحبو! وہاں کی سزا کا کیا ٹھکانا ہے۔ اللہ بچاوے۔ جن اعمال کو لذت کے لئے اختیار کیا تھا ان سے اسقدر لذت نہیں پہنچی جسقدر اُن کی سزا کے اندر کلفت ہوگی۔ میں کہتا ہوں کسی کی عمر پچاس ساٹھ برس کی ہوئی۔ پھر اُس میں بھی جو انتفاع کے قابل زمانہ ہوتا ہے وہ تو چند ہی ایام ہوتے ہیں اور گناہ سے لذت اُٹھانے کی تو کچھ ساعتیں ہی ہوتی ہیں اس کے بعد کچھ بھی نہیں تو اس کے لئے ہزار برس کی قید جو کہ ادنے درجہ کی ہے گوارا کرنا کون عقل کی بات ہے بہرحال اس حدیث من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ سے تمسک کرنا بے فکری کے لئے کافی نہیں۔ یہ تو ایک عقیدہ کی تعلیم ہے کہ مومن خلود فی النار سے محفوظ رہیگا۔ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ مگر یہ کہاں کہا گیا ہے کہ اس کو اس طرح گناہوں کے کرنے میں استعمال کیا جائے۔ اسی طرح سے جان جان کر اس کو گناہوں کے کرنے میں استعمال کرنا یہ تو بڑی ناشکری اور دلیری، بلکہ گستاخی ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں وہ منطق کہ دنیا میں اول درجہ پر قناعت نہیں کیجاتی بھول گئے اور ادنے درجہ کے اسلام کو مسلمان بننے

کے لئے کافی سمجھ لیا تو ایسے کو مسلمان کہنا ایسا ہی ہے جیسے ہم ایک پیسہ کے مالک کو مالدار کہنے لگیں۔ گو جیسے وہاں باعتبار اطلاق کے ایسے شخص پر مالدار ہونا صادق آتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ایسے شخص پر مسلمان ہونا صادق آتا ہے۔ مگر جیساکہ وہاں اس پر نظر ہے کہ جب معتدبہ مقدار مال کی نہ ہوئی تو وہ کیا مال ہوا ایسے ہی یہاں نظر کرنا چاہیئے کہ جب معتدبہ درجہ اسلام کا نہ ہوا تو وہ کیا اسلام ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے نفی مقدار معتدبہ کو نفی ذات کی صورت میں تعبیر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ لیجئے اب بہت صاف معنے ہو گئے اس حدیث کے۔ یعنی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو نماز جان کر چھوڑ دے وہ مسلمان نہ رہا اس کی اور توجیہوں میں محض تکلف ہے لیکن سیدھی تاویل جو جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کے مذہب کے موافق ہے وہ یہی ہے کہ حضور نے کمال اسلام کی نفی کی ہے مطلق نفی اسلام مراد نہیں۔ جمہور کی یہی توجیہ ہے۔ میں نے اس کو محاورات میں تعبیر کر دیا ہے۔ اب اس کے معنے بالکل صاف ہو گئے کہ حضور نے اُس کو ایسا ہی کافر فرمایا ہے جیسے ہم پیسے کے مالک کو غیر مالدار کہدیتے ہیں گو فی نفسہٖ وہ علی الاطلاق کافر ہے نہ یہ علی الاطلاق غیر مالدار تو جیسے یہ حکم صحیح ہے اور اس میں کسی کو شبہ نہیں ہوتا نہ کسی مولوی کو نہ طالب علم کو نہ کسی فلسفی کو نہ عامی کو اسی طرح یہاں بھی نہ ہونا چاہیئے۔ تو معلوم ہوا کہ کمال اسلام وہ چیز ہے جس کی نفی کو حضور نے نفی الاسلام سے تعبیر فرمایا۔ (باقی آئندہ)

اعتذار

گذشتہ اشاعت القاسم میں "دار المؤلفین" کی جگہ "دار المصنفین" چھپ گیا اور تصحیح میں رہ گیا اس کو "دار المؤلفین" بنا لیا جائے

سیرۃ صحابہؓ کا ایک ورق

حبرِ اُمّت حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا تدبّر اور فہمِ قرآن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علم اور ان کی قرآن دانی ضرب المثل ہے یہ وہی ہیں جن کو حبرِ امّت کا مبارک لقب دیا گیا ہے جن کا معدنِ علم و فضل ہونا صحابہ میں مسلم تھا۔ جن کی ذکاوت، فطانت اور حذاقت و فقاہت مانی ہوئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نہ صرف ایک زبردست مفسر ہی تھے نہ صرف فقہاء صحابہ میں اک بے عدیل فقیہ ہی تھے، نہ صرف اربابِ تحدیث میں تحدیث و اخبار کے اک درخشاں آفتاب ہی تھے۔ بلکہ فنونِ عربیت، شعر، حساب اور جمیع فنونِ لطیفہ اور دیگر فنونِ ادب، علومِ مجلسی میں اک امتیازی شان رکھتے تھے۔ وہ ایک غیر معمولی فطانت و فراست رکھنے والے مناظر اور علی قدر العقول مُسکت جوابات سے مخالف کو ساکت و مبہوت کردینے والے حاضر جواب بھی تھے۔

وہ اہم اور پیچیدہ مسائل جن کے حل کرنے میں غائر عقلیں بھی بسا اوقات سپر ڈال دیتی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس بدیہیات کی طرح اُن کے منشا کو سمجھتے اور فی البدیہہ حل فرما دیتے تھے، اُن کی حاضر جوابی اور برجستہ گوئی تمام صحابہ کے نزدیک مسلّم تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے افقہ اور زیرک خلیفہ کے پاس جب مشکل مقدمات اور پیچیدہ امور آجاتے تھے تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کرتے تھے کہ اَنتَ لَهَا۔ (ان باریکیوں کے حل کرنے کے اہل تم ہی ہو)۔

جب خوارج کا زور بڑھا اور انہوں نے مجادلہ و مناظرہ کی جسارت کی تو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی نظرِ انتخاب نے تمام صحابہ میں سے اُن ہی کو چُن لیا اور بالآخر اس میدانِ مناظرہ

کی فتحیابی کا سہرا ابن عباسؓ کے سر رہا۔

لیث بن ابی سلیم نے طاؤس سے (جو ابن عباس کے شاگرد ہیں) کہا کہ میں نے تو بڑے بڑے صحابہ کو چھوڑ کر اس لڑکے (ابن عباس) کا دامن تھام لیا ہے۔ کیونکہ میں نے ستر صحابہ کو دیکھا کہ جب کوئی مسئلہ اُن میں دائر ہوتا تھا تو وہ ابن عباس کے قول پر فیصلہ چھوڑ دیتے تھے اور اُن ہی کی حذاقت و فراست کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اور یہ سب کچھ اس کا نتیجہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ آپ کے لئے دعا فرمائی ہے اور فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ (اے اللہ ابن عباس کو حکمت سکھلادے)۔

وہی حکمت تھی جو تعلیم، بیان، تلقین، موعظت اور مناظرہ کی شکل میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی تھی۔ اور بڑے بڑے اعلم اور افقہ صحابہ کی گردنیں اُن کے سامنے جھکا دیتی تھیں بقول عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے کہ کوئی عالم نہ تھا جو اُن کے سامنے جُھک نہ گیا ہو اور کوئی سائل نہ تھا جس نے اپنے سوال کے متعلق اُن کے پاس علم نہ پایا ہو۔

ابن عباسؓ کی اسی حکمت لدنی اور حذاقت طبعی کا اک ادنےٰ نمونہ ہے جس کو تاریخ کے اوراق سے میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ہرقل (قیصر روم) نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکتوب بھیجا جس میں چند عجیب و غریب سوالات کئے گئے تھے جو فی الحقیقت نہایت پیچیدہ اور فہم آزما تھے۔ امیر معاویہؓ کے درباریوں نے عرض کیا کہ سوالات اہم اور ادق ہیں اور آپ اس میدان میں دوڑ نہ سکیں گے اگر آپ نے کوتاہی یا لغزش کسی جواب میں بھی دکھائی تو یقیناً آپ قیصر کی نگاہوں سے گر جائینگے اور آپ کا ایک نصرانی بادشاہ کی نگاہوں میں خفیف ہوجانا دولت اسلامیہ اور مسلمین کی خفت ہے اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان سوالات کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کریں اور وہاں سے جوابات لیکر ان کو قیصر کے پاس بھیجدیں۔

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوالات روانہ کردیئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے

یہاں جواب میں کوئی تاخیر ہی نہ ہوتی تھی، بلکہ جتنا پیچیدہ سوال ہوتا تھا وہ اُتنا ہی جلد اس کی تہ کو پالیتے اور جواب میں سرعت فرماتے تھے۔ اُنھوں نے جوابات روانہ فرما دئیے ان سوالات وجوابات میں آپ اس جبر امت کی زود فہمی اور بدیہہ گوئی ملاحظہ فرمائیں۔

قیصر سوال کرتا ہے کہ:-

(۱) شئے اور لاشئے کیا ہے؟
(۲) وہ چار چیزیں کونسی ہیں جو ذی روح ہیں مگر نہ باپ کی پیٹھ میں رہیں نہ ماں کا پیٹ اُنھوں نے دیکھا؟
(۳) وہ کونسا انسان ہے جو بلا باپ کے پیدا ہوا۔؟
(۴) وہ کونسا انسان ہے جس کے ماں نہیں؟
(۵) وہ کونسی قبر ہے جو صاحب قبر سمیت دوڑتی پھری۔؟
(۶) وہ کونسا درخت ہے جو بغیر پانی کے اُگایا گیا ہے؟
(۷) کائنات کا وہ کونسا حصہ ہے جس پر ایک دفعہ کے سوا سورج نے نہ کبھی پہلے طلوع کیا نہ بعد میں کریگا؟
(۸) وہ کونسی چیز ہے جس نے ابتدائے آفرینش سے صرف ایک دفعہ حرکت کی نہ پہلے کبھی کی نہ بعد میں کریگی؟
(۹) وہ کونسی چیز ہے جس نے سانس لیا اور اس میں روح نہ تھی؟
(۱۰) چاند میں جو داغ نظر آتا ہے وہ کیا ہے؟
(۱۱) آج کا دن، گذشتہ کل، آئندہ کل۔ اور آئندہ کے بعد کی کل (پرسوں) کیا ہے؟
(۱۲) وہ کونسا دین ہے جس کے سوا کسی دین کو خدا قبول نہ فرمائیگا؟

یہ چند سوالات قیصر نے کئے لیکن فلسفیانہ حیثیت سے نہیں کئے بلکہ مذہبی حیثیت سے۔ اور ان سوالات کے ذریعہ سے امیر معاویہ کو نہیں بلکہ مسلمانوں اور اسلام کی جانچ کرنا چاہتا تھا۔ اُسے یہ دیکھنا تھا کہ قرآن ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتا ہے۔ اور اُس کی آیات ان سوالات کے متعلق کیا رہنمائی کرتی ہیں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل جوابات دئیے جو محض قرآن سے ماخوذ ہیں اور ان

سوالات کے متعلق قرآن نے جو بصیرت پیش کی وہی بعینہٖ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد فطانت سے پیش فرمادی۔ ہاں یہ خیال رکھا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دینے میں محض آیت پیش کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ آیت کا ترجمہ اور مناسب مقام حل ناظرین کی تفہیم کے لئے میں نے خود کیا ہے۔ جواب حسب ترتیب سوالات ملاحظہ ہوں۔

جوابات

(۱) شے فی الحقیقت پانی ہے کیونکہ پانی ہی سے ہر شے کو حیات و زندگی اور وجود کی دولت دی گئی ہے۔ اور جب کہ شے کی شیئیت پانی سے ہوئی یعنی شے کا شے ہونا پانی پر موقوف ہو گیا تو پانی ہی درحقیقت شے ہو گیا کیونکہ وہ ما بہ الشیئیۃ اور اشیاء کو اشیاء بنانیوالا ہے۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴿ہم نے ہر شے کو پانی سے پیدا کیا ہے﴾ .

اور لاشئے دنیا ہے۔ جو اگر موجود بھی ہوئی تو معدوم ہونے کے لئے اور ظاہر بھی ہوئی تو چھپ جانے کے لئے پس اُس کا وجود سایہ اور ظل کا سا وجود ہے اور جو سایہ کی طرح مٹنے والا وجود موہوم رکھے تو وہ خود بھی معدوم ہے اور جس کے ساتھ وابستہ ہو جائے اُسے بھی معدوم کر دیگی اور ظاہر ہے کہ جو عدم بلکہ ما بہ العدم ہو حقیقۃً وہی لاشے کہلائے جانے کا مستحق ہے اسی لئے قرآن نے فرمایا

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ﴿یہ دنیا کی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں﴾ پس کچھ بھی نہ ہونا ہی لاشے ہونا ہے۔

(۲) وہ چار چیزیں جو ذی روح اور زندہ پیدا کی گئیں مگر باپ کی پیٹھ اور ماں کے پیٹ سے آشنا نہیں ہیں اُن میں سے ایک آدم علیہ السلام ہیں۔ حق تعالےٰ نے اُن کی نسبت خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آدم کو پیدا کیا) فرمایا۔ دوسری چیز اُن کی زوجہ ہیں جو پشت پدر اور بطن مادر کے بجائے آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ تیسری چیز حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ ہے جو پتھر سے بطور معجزہ کے ظاہر ہوئی۔ چوتھی چیز حضرت اسمٰعیل [illegible] علیہ السلام کا مینڈھا

۴۔ جواُن کے فدیہ کے لئے جنت سے لایا گیا ؛۔

۲) وہ انسان جس کے باپ نہیں مسیح علیہ السلام ہیں۔

۱) وہ انسان جس کے ماں نہیں آدم علیہ السلام ہیں۔

۵) وہ قبر جو صاحب قبر سمیت دوڑتی پھری۔ یونس علیہ السلام کی مچھلی تھی جوان کو اپنے بطن لیکر دریا میں دوڑتی رہی اور اسی سلئے ان کا لقب قرآن میں صاحب الحوت ہے۔ اُن کی بت قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ ؛۔

نقمہ الحوت وھو ملیم ہ فلولا انہ	پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے
ن من المسبحین للبث فی بطنہ	سو اگر وہ تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اُسی کے
یوم یبعثون ہ	پیٹ میں رہتے ۔

م رازی لکھتے ہیں کہ اگر وہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین سے تسبیح نہ کرتے یامت تک مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے اور وہ مچھلی ہمیشہ کے لئے اُن کی قبر بنا دی جاتی۔

۶) وہ درخت جو بغیر پانی کے اُگایا گیا شجرۂ یقطین ہے جو یونس علیہ السلام کو دھوپ سے بچانے کے لئے اُن پر اسوقت اُگایا گیا ہے جب کہ وہ مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے ہیں قرآن کریم نے فرمایا ؛۔

فنبذناہ بالعراء وھو سقیم ہ و	سو ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈالدیا اور وہ اُس وقت مضمحل
بتنا علیہ شجرۃ من یقطین ہ	تھے اور ہم نے اُن پر ایک بیلدار درخت بھی اُگا دیا۔

۷) وہ حصہ کائنات جس پر ایک دفعہ کے سوا سورج نے کبھی طلوع نہیں کیا اور نہ کریگا ں بحراور دریائے نیل کا وہ جوفی حصہ ہے جو بنی اسرائیل کے گذر جانے کے لئے پھاڑ دیا گیا تھا وھر کا پانی اِدھر اور اُدھر کا اُدھر دیوار بنکر کھڑا رہ گیا تھا۔ بارہ راستے اُس میں بنا دیئے گئے تھے۔ ارہ سبطیں اپنے اپنے رستہ سے گذریں۔ دریا کے اُس حصہ کو اُس وقت کے سوا سورج نے دیکھا تھا۔ قرآن نے فرمایا ؛۔

فرقنا بکم البحر فانجینکم واغرقنا	اور جب کہ پھاڑ دیا ہم نے تمہارے لئے دریا کو پس تمہیں تو بچالیا

آل فرعون وانتم تنظرون ۰ } اور آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

(۸) وہ چیز جس نے ابتداء آفرینش سے ایک دفعہ کے سوا کبھی سیر و حرکت نہیں کی طور سینا ہے یعنی جبل طور ارض مقدسہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت ہے جب کہ ارض مقدسہ میں بنی اسرائیل کی ڈھٹائی اور شوخ چشمی حد سے گذر گئی اور انہوں نے تورات کو نہ قبول کیا تو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے جبل طور کو اس کی جگہ سے اٹھا کر دو بازووں سے اُڑایا اور ارض مقدسہ میں لاکر بنی اسرائیل کے سروں پر معلق کر دیا اور اُن سے کہا گیا کہ یا تورات کو قبول کرو اور یا تم پر یہ پہاڑ چھوڑ دیا جائیگا۔ تو انہوں نے جبراً قہراً آسمانی کتاب کو قبول کیا۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:-

واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم خذوا ما اٰتینٰکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون ۰	اور وہ وقت بھی یاد کرو جب کہ ہم نے پہاڑ (طور) کو اٹھا کر چھت کی طرح ان پر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب اُن پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمھیں دی ہے مضبوطی کیساتھ اور یاد رکھو جو احکام اُس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

(۹) وہ چیز جس نے بغیر روح کے سانس لیا اور نفس کھینچا صبح ہے (کیونکہ سانس لینا زندگی اور روح کی علامت ہے متنفس چیز متحرک چیز ہے۔ شب تار اس شان سے آتی ہے۔ عالم پر سکون اور حزن و غمگینی کے آثار طاری ہو جاتے ہیں اور ایک مردنی سی دنیا پر چھا جاتی ہے اور جب صبح آتی ہے تو عالم کو ہلاتی جلاتی اور متحرک و بشاش بنانے آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عالم زندہ ہو گیا اور ہر متنفس میں کچھ سانس اور دم موجود ہے پس جو صبح عالم کے زندوں کو تنفس بخش رہی ہے اور دنیا کے سانس اور دم کے لئے محرک بن رہی ہے وہی حقیقت میں متنفس اور متحرک ہے۔ اگرچہ وہ حیوانی روح نہیں رکھتی اسی لئے قرآن نے اُس کے کمال اشراق اور ضوء فشانی کو تنفس سے تعبیر فرمایا:-

والصبح اذا تنفس ؛ قسم ہے صبح کی جب کہ وہ سانس لے (یعنی باین شان و آن آنے لگے)۔

(۱۰) چاند کا داغ اور محو ہی ہے جس کو قرآن کریم نے فرمایا:-

محونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ | ہم نے محو کردیا رات کی علامت کو اور ظاہر کردیا دن کی علامت کو
اگر یہ محو نہ ہوتا تو رات اور دن میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا نہ رات کو دن سے تمیز دے سکتے اور نہ دن کو رات سے

(۱۱) آج کا دن عَمَل ہے۔ گذشتہ دن مَثَل ہے (جو گذر چکی) آئندہ دن اَجَل ہے (جو ضرور گزرے گی) اُس سے اگلا دن اَمَل ہے (جو امید محض ہے پوری ہو یا نہ ہو)۔

(۱۲) وہ دین کہ جس کے سوا کوئی دین اور مشرب قبول ہی نہ ہوگا لا الٰہ الا اللہ ہے۔

یہ واقعہ جن عبر و بصائر کو اپنے اندر نہاں رکھتا ہے اُن میں سے اہم الاہم یہ چیزیں ہیں ایک یہ کہ زندگانی کا جو واقعہ بھی ایک مسلم پر گذرے یا جو بڑے سے بڑا سوال کہ قلب پر وارد ہو اس کو قرآن کے سامنے پیش کر دینا ہی ایک مسلمان کا امتیاز ہوگا۔ سرّاء و ضرّاء کی ایک ایک ساعت کے متعلق ہم کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح قرآن ہی سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ کیا ارشاد کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی چیز کتنی ہی پیچیدہ صورت میں آئے مگر جویا اور متلاشی کے لئے قرآن سے نکل آتی ہے۔ ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن	تقاصر عنہ افہام الرجال

بس محرومی ہوگی اگر ہم تلاش وسعی بھی چھوڑ دیں یا تلاش وسعی کا رُخ قرآن کے سوا کسی اور چیز کی طرف پھیر دیں۔

اسئلك یا اللہ یا رحمن بجلالك ونور وجھك ان تنور بکتابك بصری وان تطلق بہ لسانی وان تُفَرِّجَ بہ عَن قلبی وان تشرح بہ صَدری وان تَستَعمِلَ بہ بَدَنِی فانہ لا یُعِینُنِی عَلَی الحَقّ غیرُكَ ولا یؤتیہ الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وانا العبد الضعیف

محمد طیب عفا اللہ عنہ

(دار العلوم دیوبند)

فلسفۂ تسبیح

بسلسلۂ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

غرض یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص اگر خدا کی حمد و تسبیح نہ کرے اور دوسرا شخص اس کے حال سے کمال قدرت صناع عالم کی حکمت سے اس کے لئے حالی تسبیح کا اثبات کر دے تو فی الحقیقت اس سے اُس انسان کا فریضۂ حمد و تقدیس ادا نہ ہوگا اسی پر قیاس کرتے ہوئے سمجھ لیجئے کہ جو مخلوق بھی تسبیح کرتی ہے یہ سمجھ کر تسبیح کرتی ہے کہ ہمارا پروردگار کون ہے اور پہچانکر ہی معینہ و ملہمہ تسبیح بجالاتی ہے اور اس قدر علم اتنا الہام ہر ایک میں ہونا فطرت سلیم کا مقتضٰی ہے۔

کوئی عقلمند انسان اگر بغیر علم وارادہ کے کوئی کام کرنا چاہے تو بتلائے کہ ٹھیک کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر کرسکتا ہے تو پھر خواب میں وہ ہر کام کیوں نہیں کرلیا کرتا پھر جو کام اس کے اختیار و ارادہ سے نہیں ہوئے اُن کی نسبت اس کی طرف ہو بھی سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی کرسکتا ہے تو پھر ہم اس سے کہینگے کہ وہ بارش برسانے کی نسبت بھی انسان ہی سے کر دے تو اچھا ہے۔ اور پھر اسی پر کیا موقوف ہے تخلیق کی نسبت اور ہر فعل کی وساطت اسی کی طرف کر دی جائے تو حرج نہیں۔

بہر حال مخلوق کی طرف تسبیح و تقدیس کی نسبت ہی جب درست ہوسکتی ہے جب کہ فی الجملہ اس کے لئے حیات و علم مانا جائے اور اگر بغیر مخلوق کے علم کے اُس کی طرف کسی چیز کی نسبت کیجائے تو پھر کوئی معیار قائم نہیں ہوسکتا۔

پھر تو یوں کہنا ہوگا کہ اللہ اپنی تسبیح خود کرتا ہے اس کی مخلوق اس کی تسبیح نہیں کرتی ہے۔ اور بالفاظ دیگر اس کا بھی اقرار کرنا پڑیگا کہ اللہ اور اللہ کا غیر دونوں ایک چیزیں ہیں حالانکہ یہ قطعاً محال ہے۔

رہا یہ کہنا کہ اللہ اپنی تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کی تصدیق ہم کو کل مخلوق کے وجود سے ہوتی ہے

یہ اور بات ہے اور یہ کہنا کہ جملہ مخلوق خدا کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے جب ہی درست ہو سکتا ہے جب کہ کل مخلوق کے لئے علی قدر مراتب علم و حیات و گویائی تسلیم کیجائے ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید		وحدہٗ لاشریک لہ گوید	

نطق جمادات و نباتات ہم دیکھتے ہیں اور دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے کہ شیر جب جنگل میں چیختا ہے تو جنگل کے کل جانور دہشت سے چپ ہو جاتے ہیں علیٰ ہذا جب جنگل کا ہاتھی اپنی بلند آواز دیتا ہے تو پھر جنگل میں اُسی اُسی کی آواز ہوتی ہے۔ گو کہ وہیں ایک طوطا بھی آہستہ آہستہ بولتا ہوا دکھائی دیتا ہے، ایک چھوٹی سی چڑیا اُس سے بھی خفیف آواز سے نہ معلوم کیا کیا کہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بہرحال جانداروں میں آواز کا یہ نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے۔ اب ہم کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ یہ تفاوت کیوں ہے؟ ایک چڑیا ہاتھی کے برابر کیوں نہیں آواز میں قوت پیدا کر سکتی۔ ایک کیڑی چڑیا جسقدر بھی کیوں نہیں بول سکتی۔ جب کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو انشاءاللہ جمادات و نباتات کی گویائی کے متعلق بھی ایک شافی مضمون ذہن میں آجائیگا۔

بات حقیقت میں یہ ہے کہ خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ نے دو قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے اول وہ مخلوق ہے جس پر جسمیت غالب ہے اور روحانیت مغلوب اور بعض مخلوق ایسی ہے جن پر روح غالب ہے اور جسم مغلوب (روح البیان)۔

اسی سے یہ عقدہ بھی کھل جاتا ہے کہ جن پر جسمیت غالب زیادہ ہوگی اُن کی روح و حس و ارادہ و نطق بھی مغلوب ہوں گے اور ان کا نطق بھی ایسا ہی کم درجہ کا ہوگا کہ جس کو ہر ایک نہ سُن سکے اگر مخلوق میں باہم موازنۂ احساس بھی کیا جائے تو میرے خیال میں بہت سے امور میں انسان مغلوب نظر آئیگا۔

مثال کے طور پر سمجھئے مٹھائی کی حس انسان سے زیادہ چیونٹی کو اللہ نے دی ہے۔ بہت سے جانور ہیں جن کو جڑی اور بوٹی کا علم انسان سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ سانپ اور نیولے کی لڑائی اگر کسی نے دیکھی ہوگی تو اُس نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ جب سانپ زبردست حملہ کر کے کاٹتا ہے اور اپنے

زہر سے اُسے مارنا چاہتا ہے تو نیولا فوراً جنگل میں جاکر ایک بوٹی کا استعمال کرتا ہے
پھر کسی قسم کا زہر اثر نہیں کرتا۔ یہ سب حالات اس کو تبلاتے ہیں کہ ہر مخلوق میں اُس
سے علم، ارادہ، حیات موجود ہے اور قوت نطق بھی اُسی نسبت سے پائی جاتی ہے
ہیئت و اشکل وجود موجودات جدا جدا ہے تو اس کی تسلیم میں ہم کو کیا اشکال ہے کہ
صنف ہر ایک نوع کی مخلوق کا نطق جدا جدا ہے اور اگر اس کے بعد بھی ہمارا یہی خیال
کہ ہم جمادات و نباتات کے لئے کلام و نطق کی تعریف عائد نہیں کر سکتے تو چاہئے کہ
کے کلام اور فرشتوں کے نطق و گویائی سے بھی معاذاللہ انکار کردیں کیونکہ اس کے کلا
بھی صوت نہیں اور اس جگہ ہم کو کلام نفسی و کلام لفظی کی بحث سے روشنی حاصل کر
اصل مراد تک پہنچ جانا چاہئے۔

الحاصل جملہ مخلوق خواہ اس میں انسان ہوں یا حیوان، شجر ہوں یا حجر، ملائکہ ہوں یا جن
کے سب خدا کی حمد و تقدیس اپنی طرف سے اپنے اپنے طرز پر کرتے ہیں جن کو ہم نہیں
اور نہیں جانتے

کل اشیاء اور جملہ مخلوق خدا کی تسبیح کرتی ہیں اگرچہ ہم اس کو نہیں سُنتے یا نہیں سُن سکتے کیا
کان، ہماری آواز اُن جیسی نہیں اس وجہ سے بسا اوقات ہم ان کے "نطق" کو بھی "حال
تعبیر کردیا کرتے ہیں۔

بلاشبہ جیسے انسان دوسرے انسان اور تیسرے حیوان کا کلام نہیں سمجھتا، اس کے د
پوشیدہ رازوں پر مطلع نہیں ہوتا، اسی طرح وہ جمادات و نباتات کی تسبیحات کو بھی
اور نہیں سمجھتا، اسے معلوم نہیں کہ اس عظیم الجسم مخلوق کی حیات کن کن چیزوں سے و
اور کہاں سے ہے اور کب تک رہیگی۔ اور موت اُن کو کب آئیگی۔ کیا عجب ہے کہ قیامت
کو کبرے اسی لئے کہتے ہوں کہ اُس وقت آسمان، زمین و جبال سب کے سب تر
جائیں گے اور ان کا ثقل جاتا رہیگا اور کیا عجب ہے کہ اُن کی روح ثقل ہی ہو جو اُس

رفو چکر ہوجائیگی۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ	کھڑکھڑانے والی کیا چیز ہے وہ کھڑکھڑانے والی اور کیا جانتا ہے
مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ	تو کہ کیا حقیقت ہے اُس کھڑکھڑانے والے حادثہ کی جس دن کہ
الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ	ہوجائیں گے لوگ پتنگے بکھرے ہوؤں کی طرح اور ہوجاوینگے
الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ	پہاڑ مثل رنگدار روئی کے جو کہ دُھنکی ہوئی ہو (یعنی جیسے روئی کے گالے
فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ	ہوا میں اُڑجاتے ہیں) سو اس دن جس شخص کا پلہ (اعمال کا)
خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝	بھاری ہوگا تو وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا، اور جس شخص کا پلہ
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝	(اعمال کا) ہلکا ہوگا تو ٹھکانا اس کا ہاویہ (دوزخ کے نیچے کا حصہ)

ہے اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے۔ ایک آگ ہے دہکتی ہوئی گرم۔

اور کیا عجب ہے کہ انسان کے لئے نیک عمل کی تاکید کی وجہ دنیا میں یہی ہو کہ اس روز انسان کا پلہ بھاری رہے۔ تاکہ حیات ابدی کا یہ مستحق قرار پائے۔

انسان کے ہاتھ پیر زبان ہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویائی ایک قوت ہے جس کا آلہ انسان کے منہ میں ہوتا ہے۔ وہ ایک چھوٹا سا مضغۂ گوشت ہے جو آواز دیتا ہے اور لغات وتلفظات سے انسان ایک دوسرے کی بات سمجھتا ہے۔ پس اصل میں قدرتِ خالق ہے جو جمادات کے لئے بھی ہے اور نباتات کے لئے بھی۔ البتہ ہمیں جملہ مخلوق کے آلات نطق کا علم نہیں۔

باقی آئندہ

اعانت

عالیجناب سید محمد محتشم صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس دیوبند نے مثل سال گذشتہ امسال بھی توسیع اشاعت القاسم کا خیال فرماتے ہوئے مبلغ صہ کا عطیہ مرحمت فرمایا موصوف کا بحضور قلب شکریہ پیش ہے

نائب المدیر

اسلامی اخوت اور انسانی فطرت کا باہمی لگاؤ

گذشتہ سے پیوستہ

اب سے چودہ صدی پہلے جزیرہ نمائے عرب کی طرف نظر ڈالئے کہ باشندگان عرب دو حصوں پر منقسم تھے، شہری، صحرائی کہ جن کو بدو بھی کہتے ہیں۔

یہ لوگ ڈیروں اور خیموں کے اندر جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے بال بچوں اور ریوڑوں سمیت سبزہ زاروں کی جستجو میں صحرا بصحرا مارے پھرتے اور بلند علاقوں میں چکر لگاتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ شمالی اور وسطی عرب کبھی کسی غیر طاقت کے زیر نگیں و تحت فرمان نہیں رہے ہیں، نہ ہی کسی قوت کی سیادت و حکومت کو اپنے اوپر قائم ہونے دیا۔

حبش والوں نے کچھ عرصہ کے لئے حکومت و سلطنت کا اثر قائم کیا مگر ان کو بھی فوراً ہی سردار سیف بن ذی یزن نے تمام قوم کی قوت کو یک جا کر کے باہر نکال کھڑا کیا۔

عرب عموماً صابئین و بت پرست تھے، ہر ہر شہر اور ہر ہر قبیلہ اور ہر ہر گاؤں کے لوگ اپنے اپنے دیوتا اور دیویاں اور مندر علیحدہ علیحدہ بنائے ہوئے صنم نوازی میں مست تھے مکہ جو کہ ان کی قومیت کا مرکز و روح رواں شمار ہوتا تھا وہ بھی روما یا بنارس بنا ہوا تھا۔ خاص بیت الحرام میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت بنے کھڑے تھے، انسانی قربانی چڑھانا بھی ان کے یہاں رائج تھا۔ غرض یہ کہ جزیرہ نما عرب سیکڑوں اور ہزاروں قبیلوں اور ٹکڑوں پر منقسم تھا کہ جنکا کام صرف آپس کی پھوٹ، باہمی منافرت، مرے باپ دادوں پر مفاخرت اور دوسرے انساب و اصلاب کی تذلیل و تحقیر، بڑے بڑے میلے عکاظ اور ذو مجاز کے میدانوں میں مفاخرت نسبی اور منافرت کی آگ بھڑکانے کے واسطے منائے جاتے تھے۔ خانہ جنگیں اور معرکہ آرائیں تو ان کے یہاں ایک ادنے کام تھا کہ جو ذرا ذرا سی باتوں پر انسانوں کی گردنوں کو گاجر اور مولی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا تھا اور اسی پر بس نہیں بلکہ وہ تعصب و عداوت کی

آگ نسلاً بعد نسلٍ ترقی اور عروج پکڑتی جاتی تھی اور جب جس کا ہتو چڑھتا دوسرے قبیلہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا۔

غلاموں اور عورتوں کو تو ایک عضو معطل سے بھی کمتر خیال کیا جاتا تھا اور اُن کے ساتھ وہ بدترین سلوک اور معاملے کئے جاتے تھے کہ جو حیوانات پر بھی گوارا نہ کئے جائیں اپنی صلبوں اور بیٹیوں سے پیدا ہوئی اولاد کو زندہ درگور کردینا کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا، غرض کہ ساری دنیا اور تمام مخلوق کو متحد العقیدہ اور ہمخیال بنالینا سہل اور آسان تھا مگر عرب کو کسی ایک مرکز کی طرف لانا اور کسی ایک خیال پر جمانا محال اور دشوار تھا۔ چہ جائیکہ ان کے اندر اخوت وہمدردی، محبت و پیار، انسانیت ویگانگت کی اسپرٹ پھیلائی جائے اور مساوات وبرابری کا سبق پڑھایا جاوے یا کسی ایک نقطۂ نظر پر لاکر کھڑا کردیا جاوے۔

اِدھر ابتداء آفرینش عالم کی طرف ذرا وسیع نظر ڈالئے تو حقیقت آشکارا ہو اور فطرت الٰہی وخلقت انسانی کا پتہ چلے کہ ابتداءِ خلقت اور زمانہ کا دور اول، روحانی وجسمانی، مذہبی ونسبی یگانگت واتحاد کا ہی مبدأ ومرکز تھا، منبع اول ابوالبشر آدمؑ سے دنیاء انسانی کی ابتداء ہوتی ہے اسی سے انسانی سلسلہ دنیا میں قائم ہوا، یہانتک کہ زمین کا چپہ چپہ اور دنیا کا گوشہ گوشہ انسانوں کی آبادی سے پُر ہوگیا اسی کی طرف خدا کی کتاب رہنمائی کرتی ہے۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء — قرآن حکیم	اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پیدا کیا اسی سے اُس کے جوڑے کو اور پھر ان دونوں سے مرد اور عورتیں بہت سی پیدا کیں۔

اسی کو عارف شیرازی سعدی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:۔

بنی آدم اعضاء یک دیگرند	کہ در آفرینش زیک جوہرند

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد بھی اسی طرف رہبری کرتا ہے:۔

الناس من جھۃ التمثال اکفاءٌ	ابوھُمُ آدمُ والامُّ حوّاءُ

ایسے ہی مذہب و مسلک کے اعتبار سے، معاشرت و تمدن کے لحاظ سے تمام دنیا ایک تھی اور سب ایک خیال کے تابع، تمام افراد عالم ایک مذہب و ملت کے پابند تھے اور ایک خدا کی پوجا کرنے والے۔ ایک مرکز فطرت الٰہی کی طرف سب جھکے ہوئے تھے۔ کوئی باہمی قومی افتراق تھا، نہ مذہبی و ذاتی عناد و عداوت کا کچھ پتہ۔

وماکان الناس الا امة واحدة فاختلفوا	(ابتدائے آفرینش عالم کے وقت) سب لوگ ایک جماعت
حق سبحانہٗ وتعالےٰ	تھے لیکن بعد میں افتراق و اختلاف ہوگیا۔

لیکن کیا ہوا کچھ ہی زمانہ گذرنے پایا تھا کہ ذاتیات و نفسانیت کی زہریلی ہوائیں چلیں۔ قومیت و خاندانی مفاخر نے قلوب پر قبضہ کیا، بہیمیت و نفسانیت کا دور دورا ہوا اعمال حسنہ و اخلاق ملکیہ دنیا سے عنقا ہوگئے۔ اخوت و ہمدردی تو ایک طرف رہی انسانیت و حیوانیت کا ہی امتیاز اٹھ گیا۔

اور جو کچھ بھی ہوا وہ آپ نے مختصراً احوال امم سابقہ میں دیکھا۔ اسی کی قرآن عزیز خبر دیتا ہے

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰة	پھر اُن (اگلوں) کی جگہ آئے ناخلف کہ جنھوں نے
واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا ہ	نمازیں کھوئیں اور شہوات کے پیچھے پڑے۔ عنقریب
(حق جل مجدہٗ)	وہ گمراہی سے مل جاویں گے۔

اللہ کی عادت جاری ہے کہ جب عالم اجسام کے اندر زمینوں پر خشک سالی چھا جاتی ہے اور درخت مرجھا جاتے ہیں اور کھیتیاں خشک ہوجاتی ہیں۔ انسانی و حیوانی ضروریات کے بند ہوجانے سے بہائم و انسان مضطربانہ بلبلا و چلا اٹھتے ہیں تو خدائی افضال و اکرام کا دریا جوش کھاتا ہے اور رحمت کی بارش نازل ہوتی ہے کہ جس کے بعد خشک زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے۔ مُرجھائے ہوئے درخت ہرے بھرے لہلہاتے نظر آنے لگتے ہیں اور مخلوق کی اضطرابی و تڑپ دور ہوجاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح قانونِ فطرت ہے کہ جس وقت حق و صداقت، انسانیت و عبودیت کے باغوں میں خزاں ہونے لگتی ہے۔ اخلاق ملکیہ

و اعمال حسنہ کی خشک سالی ہوجاتی ہے اور گناہ و معصیت، ظلم و تعدی کی کثرت ہوجاتی اور تمرد و سرکشی کا عام دور دورا ہوجاتا ہے۔ اخوت انسانی و ہمدردی قومی و ملی کا دُنیا سے خاتمہ ہوچکتا ہے اور قریب ہوتا ہے کہ نظام عالم درہم و برہم ہوجاوے تو خدائے قدوس کا دریائے ہدایت جوش کھاتا ہے کہ جس کے بعد رشد و ہدایت کی بارشیں ہونے لگتی ہیں، غلبۂ نفسانیت و شہوات کی اصلاح کے واسطے اطبّا و معالجین روحانی کی جماعتیں نزول فرماتی ہیں۔ انسانی و طبعی، مذہبی و فطری تعلیم کے پھیلانے کے لئے اور بھٹکے ہوؤں کو سیدھے راستہ پر لگانے کے واسطے راہبر و ہادی تشریف لاتے ہیں کہ جو دنیا سے سرکشی و تمرّد کے زہریلے اثرات اور عصیان و کفران کی ظلمت کو مٹائیں، حق و صداقت کی روشنی پھیلائیں، گمراہی و ضلالت کی تاریکیوں کے پردے پھاڑ کر ہدایت و ارشاد کے روشندان کھولدیں، یہی وہ معالجین و مصلحین کی جماعت ہے کہ جن کو آسمانی مذہب رکھنے والے اور خدا کو ماننے والے نبی اور رسول، یا ریفارمر و رشی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ان مصلحین کی جماعت آسمان رشد و ہدایت پر ماہتاب و ستاروں کی صورت میں چمکی یہانتک کہ اُس آفتاب نبوت و رسالت نے عین اس وقت با حشمت و اجلال طلوع فرمایا جب کہ ضلالت و گمراہی کی اندھیری تمام عالم پر چھا چکی تھی اور اکناف عالم میں کسی حصہ میں بھی روحانی روشنی کی چمک باقی نہیں رہی تھی، اور نزول بھی فرمایا تو خاص سرزمین عرب پر کہ جس کی حالت دنیا کے تمام حصوں سے ابتر و غیر قابل اصلاح ہوچکی تھی، جس کا مختصر مرقع آپ نے ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا۔

لیکن اللہ الصمد ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ⸺ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

باقی آئندہ

تقریظات النجم لکھنؤ

یہ مجلۂ مبارکہ ان مخصوص خدمات اسلامی کے سبب سے جو ہمیشہ اس کا امتیازی فخر رہا ہے آج ارباب بصیرت کی بارگاہ میں محتاج تعارف نہیں اس کے مدیر فخر المناظرین حضرت مولانا الحاج مولوی عبد الشکور صاحب مدظلہم العالی ہیں، اُن کے اسم گرامی کے بعد النجم کی ظاہری و معنوی محاسن و خوبیوں کی طرف رہبری کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ النجم کس آفتاب رشد وہدایت کی طرف منسوب ہے اُس سے کہ جس نے اپنی ضیا پاش کرنوں سے جراثیم رفض و بدعت کو فنا کیا اور اپنی سنان لسان اور زبان قلم سے رفض و بدعت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا اور اس کو رو بقفا ہونے پر مجبور کردیا۔ کون نہیں جانتا کہ قصر رفض میں ان ہی کی مساعی سے زلزلہ آیا ہوا ہے اور تبرا بازوں کی حقیقت ان ہی کی بدولت کالشمس فی النہار ہے پس "النجم" اسی ذات مقدس کے علمی و مذہبی برکات و فیوض کا مجموعہ و ترجمان ہے اور ہندوستان بھر میں صرف یہی ایک جریدہ ہے کہ جو دشمنان اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر بنا ہوا ہے کہ جس کی تجلی نے عالم تشیع پر ایک عام بجلی گرا رکھی ہے

ہم قوم سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مجلہ علمیہ کی توسیع و اشاعت میں ہر ممکن سعی سے دریغ نہ فرمائیں۔ ہر قمری مہینہ کی ۷-۱۴-۲۱ کو پاٹانالہ لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ چار روپیہ للعہ نمونہ کا پرچہ ۳ر میں،، ملنے کا پتہ دفتر النجم لکھنؤ۔

خطبات مدراس

عالم اسلام خصوصًا دنیائے ادب میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی جو امتیازی شخصیت رکھتے ہیں وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں۔ آپ کی متانت تحریر و تقریر اور آپ کی خدمات مذہبی و علمی سے کونسا قلب ہے جو معترف نہیں، آپ کی تحریر و تقریر پر بجز اس کے کہ عجز عن التقریظ کا اعتراف کرنا پڑے اور کیا ہوسکتا ہے۔ خطبات مدراس مولانا موصوف کی ہی تقاریر کا مجموعہ ہے جن میں مولانا نے حسب ذیل مباحث پر نہایت فاضلانہ و عالمانہ انداز میں ادبی و تاریخی پہلو سے روشنی ڈالی ہے۔ پہلا خطبہ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے۔ دوسرا خطبہ عالمگیر اور دائمی نمونہ عمل صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ تیسرا خطبہ سیرت محمدیہ کا تاریخی پہلو۔ چوتھا خطبہ سیرت محمدی کا تکمیلی پہلو۔ پانچواں خطبہ سیرت محمدیہ کی جامعیت۔ چھٹا خطبہ سیرت محمدی کی عملیت یا عملی پہلو۔ ساتواں خطبہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پیغام۔ آٹھواں خطبہ پیغام محمدی۔ ہم دار المصنفین کی اس سعی و کوشش پر کہ انہوں نے مولانا موصوف کے خطبات کو یکجا جمع کرکے شائع کیا دلی مسرت کے ساتھ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کاغذ، طباعت، کتابت نہایت عمدہ و دیدہ زیب صفحات ۱۶۲ قیمت صرف عہ جو کہ اس کے محاسن ظاہری و باطنی کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے

ملنے کا پتہ "دار المصنفین اعظم گڈھ"

قادیانی جماعت کی کفریات پر علماء اسلام کے فتاویٰ

ناظرین آپ کو معلوم ہے کہ پنجاب میں مرزائی جماعت نے ایک نئی نبوت کی بنیاد ڈال کر
اہل اسلام میں نہ صرف اختلاف پیدا کر دیا ہے بلکہ لین دین "عقائد، اصول اور عبادات و معاملات
میں بھی زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا ہے۔ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی نے اپنے آغاز مسیحیت
میں کئی رنگ بدلے۔ سب سے پہلے اپنے کو صوفی منش ظاہر کیا۔ پھر مجدد بنے۔ پھر حکم پھر
مہدی۔ اس کے بعد مسیح ہونے کے مدعی ہوئے۔ پھر کرشن اوتار۔ اور سب کے آخر نبوت کا
دعوےٰ شائع کیا اور بہت جلد دنیا سے رخصت ہوئے۔

مرزا صاحب ابتداء دعاوی میں نرمی سے کام لیتے رہے جب جماعت کثیر ہو گئی تو غیر احمدیوں کو
کافر قرار دیا۔ اور ان سے عبادات و معاملات میں الگ رہنے کا حکم دیا۔ بہر حال مرزا صاحب
نے دنیا کے تمام کمالات کا مظہر اپنی ذات کو قرار دیا۔

مرزا صاحب کی گدی کے جانشین

جب مرزا صاحب مرے تو حکیم نور الدین نے حضرت ابوبکرؓ کا منصب سنبھالا۔ پھر جب
وہ مرے تو حضرت عمرؓ کا زمانہ مرزا محمود صاحب دکھا رہے ہیں۔ مرزا محمود صاحب نے ہر چند
اپنے ذاتی اسلام کی اشاعت میں کوشش کی مگر بجائے یگانگت کے مرزائی جماعت میں بیگانگت
پیدا ہو گئی۔ مسٹر محمد علی نے لاہور میں بیعت (پیری مریدی) کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولوی احمد حسن
بھی قادیان سے الگ ہو کر لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے۔ گوجرانوالہ میں ظہیر الدین صاحب
اروپی نے الگ جماعت قائم کر لی۔ اور عبد اللہ تیماپوری الگ بیعت لے رہا ہے۔ یہ چار مذاہب
شاید اسلامی چار مذاہب کا نقشہ ہوں۔ مگر حضرات! اسلامی چار مذاہب تو ایک دوسرے کو

حق پر سمجھتے ہیں۔ مرزائیوں میں تو باہمی کفر و اسلام کا فرق ہے۔ لاہوری جماعت قادیانی جماعت کو مشرک بتاتی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کے مشرکانہ الہام کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور قادیانی لاہوریوں کو مرتد یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مرزا صاحب کے طریق مشرب سے انحراف کیا ہے۔ اور ان کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ ظہیر الدین اروپی خدائی مظہر کا مدعی ہے اس کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ "میرے بعد یوسف آویگا بس اسے یوں ہی سمجھ لو کہ وہ خدا ہی اُترا ہے۔" اسے مرزا صاحب کی صحیح جانشینی کا دعویٰ ہے اور مرزا محمود کو غاصب اور ظالم قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ قادیان کی طرف منھ کرکے عبادت کرنا افضل ہے کیونکہ وہ مکہ ہے جہاں ایک رسول نے جنم لیا تھا۔ عبد اللہ تیما پوری کا دعویٰ ہے کہ اسے وہ انکشاف ہوا ہے کہ مرزا صاحب کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ اس کو اپنے بازو سے الہام ہوتا ہے اور اپنی کتاب تفسیر آسمانی میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا سے خلاف فطرت انسانی ملوث ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ وزیر آباد کے پاس ہی سمبڑیال ایک گاؤں ہے وہاں کے ایک مرزائی محمد سعید نامی کو یہ خبط سوجھا ہے کہ مرزا نے تجدید اسلام کو شروع کیا تھا مگر اخیر تک نہ پہنچا سکے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے "قمر الانبیاء" بناکر مبعوث کیا ہے۔ اس کے یہ عقائد ہیں، شراب جائز ہے اپنی رشتہ داری میں نکاح ناجائز ہے۔ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے ختنہ ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال ان مرزائی چار جماعتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیح موعود مرزا صاحب ہی تھے اور ان کا کلام وحی من اللہ ہے۔ اس کے مقابل اہل اسلام ان دونوں امور کے منکر ہیں صرف منکر ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کو شروع سے آخر تک کافر و مرتد قرار دیتے ہیں اور لین دین معاملات اور عبادات میں اُن سے الگ ہیں اب مرزائی اور غیر مرزائی میں کفر و اسلام کا فرق ہے۔ نہ اُن کی اِن کے ہاں شادی ہوسکتی ہے نہ اِن کی اُن کے ہاں۔ کفن دفن۔ نماز۔ زکوٰۃ جنازہ بھی الگ الگ ہے۔ بالجملہ ایک استفتا جس کے متعدد (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جوابات مختلف حضرات علماء اسلام کی جانب سے دئیے گئے ہیں ناظرینِ "القاسم" کی خدمت

ن پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم میں اور مرزائیوں میں اصولی فرق ہے فروعی
تلاف نہیں اور ایسے بعید اختلافات کے ہوتے ہوئے ہم انھیں اسلام میں داخل نہیں سمجھ سکتے
ئی عقلمند اتنا کے بغیر نہیں رہ سکتا اور امید ہے کہ خود مرزائی بھی ہمیں ملقین دلائیں گے کہ آج
ے تیرہ سو سال پہلے مرزائی اعتقادیات کا نام ونشان کہاں تھا۔ انہوں نے اسلام کی پرانی
ہار دیواری کو مسمار کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ ناظرین خود دیکھ کر فیصلہ کرلیں گے کہ مرزائیوں
نے اسلامی عمارت کو کس طرح مسمار کر دیا ہے۔

اِستفتاء از عُلمائے اِسلام

یا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال
مندرجۂ ذیل ہیں :-

۱) آیۃ مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق میں ہوں (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۷۳)
۲) مسیح موعود (جنکے آنے کی خبر احادیث میں آئی ہے) میں ہوں (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۶۵)۔
۳) مہدی موعود اور بعض نبیوں سے افضل میں ہوں (معیار الاخیار صفحہ ۱۱)۔
۴) ان قدمی علی منارۃ ختم علیہ کل رفعۃ - میرا قدم اس مینار پر ہے جہاں کل بلندیاں
ختم ہو چکی ہیں (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)۔
۵) لا تقیسونی باحد ولا احدا بی میرے مقابل کسی کو پیش نہ کرو (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹)۔
۶) میں مسلمانوں کے لئے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)
۷) میں امام حسین (علیہ السلام) سے افضل ہوں (دافع البلاء صفحہ ۱۳)۔
۸) وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدی فالفرق اجلی واظہر
(میں عشق کا مقتول ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا مقتول ہے - فرق بالکل ظاہر ہے
(اعجاز احمدی صفحہ ۸۱)

(۹) یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نانیاں زناکار تھیں (معاذاللہ) (ضمیمہ انجام آتھم ص۵)۔

(۱۰) یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی (معاذاللہ) (ضمیمہ انجام آتھم ص۵)۔

(۱۱) یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے اُس کے پاس بجز دھوکہ کے اور کچھ نہ تھا۔ (ازالہ ص۳۰۳ و ۳۲۲ ضمیمہ انجام آتھم ص۷)۔

(۱۲) میں نبی ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)۔

(۱۳) مجھے الہام ہوا ہے یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)۔

(۱۴) میرا منکر کافر ہے (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)۔

(۱۵) میرے منکروں بلکہ متأملوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں (فتاوی احمدیہ جلد اول ص۱۸)۔

(۱۶) مجھے خدا نے کہا ہے اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن) (البشریٰ ص۴۹)۔

(۱۷) لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمان پیدا نہ کرتا) (حقیقۃ الوحی ص۹۹)۔

(۱۸) میرا الہام ہے وماینطق عن الھوی (یعنی میں بلاوحی نہیں بولتا) اربعین ص۳۶

(۱۹) مجھے خدا نے کہا ہے وماارسلناک الا رحمۃ للعالمین (یعنی خدا نے تجھے رحمت بناکر بھیجا) (حقیقۃ الوحی ص۸۵)۔

(۲۰) مجھے خدا نے کہا انک لمن المرسلین (خدا کہتا ہے تو بلاشک رسول ہے) (حقیقۃ الوحی ص۱۰۷)۔

(۲۱) اتانی مالم یؤت احد من العالمین (خدا نے مجھے وہ عزت دی جو کسی کو نہیں دی گئی) (حقیقۃ الوحی ص۱۰۷)

(۲۲) اللہ معک یقوم اینما قمت (خدا تیرے ساتھ ہوگا جہاں کہیں تو ہے) (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۱)۔

(۲۳) انا اعطیناک الکوثر (خدا نے مجھے حوض کوثر دیا ہے) (ضمیمہ انجام آتھم ص۸۵)

(۲۴) رأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو فخلقت السموات والارض (میں نے اپنے آپ کو بعینہ خدا دیکھا اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے زمین و آسمان بنائے)

(آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴ و ۵۶۵)

(۲۵) میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیا ہا کریں (فتاوی احمدیہ جلد دوم ص۷)۔
جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال میں مصدق ہو اُس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمبرا۔ از دار العلوم دیوبند اقوال مذکورہ کا کفر و ارتداد ہونا ظاہر ہے۔ پس وہ شخص جو ایسا کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے اور جو اس کی پیروی اور تصدیق کرنے والے ہیں وہ کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اہل اسلام کو ان سے مناکحت درست نہیں اور ان کے ساتھ نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان نکاح کے بعد مصدق قادیانی کا ہو جائے تو وہ فوراً مرتد ہو جاویگا اور نکاح اس کا فسخ ہو جاویگا۔ اور تفریق لازم ہوگی۔

عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ ۱۲۔ رجب ۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
غلام رسول عفی عنہ	فقیر اصغر حسین عفی عنہ	محمد رسول خاں عفی عنہ	گل محمد خاں مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صواب	اصاب المجیب	الجواب صواب
محمد اعزاز علی عفی عنہ	احمد امین عفی عنہ	محمد تفضل حسین عفی عنہ	محمد ادریس عفی عنہ	عبد الوحید عفی عنہ

نمبر۲۔ از سہارنپور سوال مذکور الصدر میں اکثر ایسے امور ذکر کئے گئے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ناجائز اور موجب کفر و ارتداد قائل ہیں۔ پس جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہو اور ان اقوال کا مصدق ہو تو اس کے کفر میں کچھ کلام نہیں وہ شرعاً مرتد ہوگا جس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اور جو پہلے سے اہل اسلام تھا بعد نکاح کے قادیانی عقائد کا ہوگیا اُس کا نکاح فوراً شرعاً باطل ہو جاویگا۔ قضاء قاضی اور حکم حاکم کی بھی شرعاً اس میں ضرورت نہیں ارتداد احدھما (الزوجین) فسخ عاجل بلا قضاء (شامی جلد ثانی ص۴۲۵) لا یجوز ان یتزوج مسلمۃ الخ و بجر مرتد بحیثیۃ و صیدہ بالکلب والبازی والرمی (عالمگیریہ ص۲۸۸)

حررہ عنایت الٰہی مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۹۔ اپریل ۱۹۱۸ء

الجواب صحیح بلا ارتیاب — عبدالوحید سنبھلی
الجواب صحیح — عبداللطیف
الجواب صحیح — عبدالرحمٰن
صحیح — ثابت علی
الجواب صحیح — خلیل احمد (صدر مدرس مدرسہ ہذا)

قد اصاب من اجاب — ممتاز میرٹھی
الجواب صحیح — منظور احمد
ھذا ھو الحق — محمد ادریس
الجواب صحیح — عبدالقوی
الجواب حق — محمد فاضل
الجواب صحیح — بدر عالم میرٹھی

جواب المجیب صحیح — علم الدین حصاروی
الجواب مصیب — غلام حبیب پشاوری
ھذا الجواب حق — عبدالکریم نوگانوی
ھذا الجواب صحیح — فصیح الدین سہارنپوری

جواب المجیب اصح — محمد روشن الدین محمد پوری
الجواب صحیح — نور محمد
الجواب صحیح — دلیل الرحمٰن
الجواب صحیح — محمد بلوچستانی

الجواب حق — ظریف احمد مظفر نگری
للہ در المجیب — محمد حبیب اللہ

نمبر ۳ - از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر | جو مسلمان ایسے عقائد اختیار کرے جن میں بعض یقینی کفر ہیں بحکم مرتد ہے اور مرتد کا نکاح مسلمان عورت سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح مسلمان مرد سے صحیح نہیں اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر عقائد کفریہ اختیار کرے تو نکاح فسخ ہو جاویگا۔ اشرف علی عفی عنہ ۱۳۳۶ھ

نمبر ۴ - از رائپور ضلع سہارنپور | جو شخص مسلمان ہو کر ان اقوال اور عقائد کا معتقد ہو وہ بلا تردد مرتد ہے۔ اُس سے کوئی اسلامی معاملہ اور رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں اور جو اُن کے عقائد تسلیم کرکے مرتد ہو جاوے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہے۔ حررہٗ نور محمد لدھیانوی مقیم رائے پور

مصدق — حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری
الجواب صحیح — عبدالقادر شاہ پوری
الجواب صحیح — مقبول سبحانی کشمیری
مجھے اتفاق ہے — محمد سراج الحق

مصدق — خدا بخش فیروزپوری
الجواب درست ہے — محمد صادق شاہپوری
ھذا الجواب صحیح — احمد شاہ امام جامع مسجد بھٹ
الجواب صحیح — اللہ بخش از بہاول نگر

نمبر ۵ - از دہلی

الف

فرقہ قادیانی قطعاً منکر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ان سے مناکحت یقیناً ناجائز اور باطل ہے۔

حکیم ابراہیم مفتی دہلوی مدرسہ حسینیہ

ب

مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ اقوال مندرجہ سوال اکثر میرے دیکھے ہوئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی اقوال ایسے ہیں جو ایک مسلمان کو مرتد بنا دینے کے لئے کافی ہیں پس مرزا صاحب اور جو شخص اُن کا اِن کلمات کفریہ کا مصدق ہو سب کافر ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزائی تو غیر احمدی کا جنازہ بھی حرام بتاویں اور غیر احمدی ان کے ساتھ رشتے ناطے کریں۔ آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے۔ حررہٗ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرس و مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

نمبر ۶ - از کلکتہ ان باتوں کا ماننے والا اقسام کفر و شرک کا معجون مرکب ہے پس ایسی حالت میں ان سے عقد مناکحت و مواخاۃ بالکل جائز نہیں اور یہ سب عقائد باعث ارتداد و موجب تفریق نکاح ماسبق ہیں۔ واللہ اعلم۔ کتبہ عبد النور مدرس اول مدرسہ دار الہدیٰ کلکتہ

الجواب صحیح
شمس العلماء مفتی محمد عبد اللہ
صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب صحیح
محمد یحییٰ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب صحیح
افاض الدین

الجواب صحیح
ابو الحسن محمد عباس

الجواب صحیح
عبد الواحد مدرس دوم مدرسہ دار الہدیٰ

الجواب صحیح
محمد سلیمان مدرس مدرسہ دار الکتاب والسنۃ

الجواب صحیح
احمد سعید انصاری سہارنپوری حال وارد کلکتہ

الجواب صحیح
محمد یحییٰ

الجواب موافق للکتاب و السنۃ
صفی اللہ شمس العلماء عبد الرحیم

لاریب فی صحۃ الجواب
محمد مظہر علی

لاریب فی الجواب
عبد الصمد اسلام آبادی مدرس مدرس

الجواب صحیح
ضیاء الرحمن از کلکتہ کولوٹولہ نمبر ۶ مسجد اہل حدیث ۲۴ رجب ۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح
محمد زبیر

الجواب صحیح
محمد اکرام خاں سکرٹری انجمن علماء بنگالہ ایڈیٹر اخبار محمدی

نمبر ۷ از بنارس مرزا مسائل اعتقادیہ منصوصہ کا منکر ہے لہٰذا اس عقیدہ رکھنے والے کے ساتھ عقد مناکحت و استقرار نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور تصدیق (مرزا) بعد نکاح موجب افتراق و فسخ نکاح ہوگا۔ کتبہ محمد ابو القاسم البنارسی مدرسہ عربیہ محلہ سعید نگر بنارس ۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

میں بھی اس تحریر کے موافق ہوں محمد شیر خاں مدرس کان اللہ لہٗ

ماکتب صحیح — الجواب صحیح — الجواب صحیح — جواب صحیح ہے
حکیم محمد حسن خاں — محمد عبداللہ مدرس کانپوری — محمد حیات احمد — حکیم عبدالمجید عفی عنہ

نمبر ۸۔ از لکھنؤ جو شخص ان اقوال مندرجہ استفتاء کا مصدق ہو اس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتۂ زوجیت کرنا ہرگز جائز نہیں اور جو شخص کہ نکاح کے بعد ان اقوال کا مصدق ہو اس کی یہ تصدیق ضرور موجب افتراق ہے۔ قال تعالیٰ:۔ فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الی الکفار لا هن حل لهم ولا هم یحلون لهن (خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تم یقیناً معلوم کر لو کہ عورتیں مسلمان ہیں تو کبھی کفار کو واپس نہ دو۔ نہ یہ (عورتیں) اُن کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبداللہ ۱ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ

جو ان اقوال کا معتقد اور مصدق ہے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے اور نکاح وغیرہ ایسے لوگوں سے ناجائز ہے:۔ حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو العماد محمد شبلی المدرس فی دار العلوم

مذکورہ بالا جوابات بالکل صحیح ہیں۔ عبدالودود عفی عنہ مدرس دار العلوم | لندوۃ العلماء عفی عنہ

ان اقوال مذکورہ استفتاء کا جو شخص قائل ہو وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے مناکحت وغیرہ اس سے جائز نہیں۔ امیر علی عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء صدر مدرس

معتقد ان اعتقادات کا مسلمان نہیں ہے لہذا کسی مسلمہ کا نکاح ان سے جائز نہیں۔ اور اگر نکاح کیا گیا ہو وہ عدم محض سمجھا جائیگا اور تفریق واجب ہو گی۔ حمید شاہ فقیہ دوم دار العلوم ندوۃ العلماء

واقعی بعض از معتقدات مذکورہ کفر ست و معتقد البسر حد کفر رساند و کفر کہ بعد ایمان است [illegible] مرتد مرتد نکاح ایماناً درست نیست واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الباری محمد عبد الباری الانصاری خفید العلامۃ ملا مبین شارح السلم والمسلم اسکنہ اللہ فی اعلیٰ علیین۔

میں نے ایک عرصہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات و دعاوی کی تحقیق کی۔ دوران تحقیق میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا کہ ذرہ بھر نفسانیت کا دخل نہ ہو۔ لیکن خدا اس کا بہتر شاہد ہے کہ جسقدر میں تحقیق کرتا گیا اسی قدر میرا یہ اعتقاد پختہ پختہ ہوتا گیا کہ جو لوگ مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں یقیناً وہ حق پر ہیں۔ پس ایسی صورت میں مرزائیوں سے مناکحت وغیرہ ہرگز جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو چکا ہے تو تفریق ضروری ہے۔ حررہ ابو الہدیٰ فتح اللہ الہ آبادی کان اللہ لہٗ حال مدرس اول انجمن اصلاح المسلمین لکھنؤ۔

(باقی آئندہ)

تبرّائیوں کی ناعاقبت اندیشی

تبرابازوں کے ایک سالہ کے ایڈیٹر منشی نے اپنی رفض خصلت، جبلت وفطرت کے مطابق القاسم کے ان مضامین پر کہ (جو رسوم رفض وبدعت کی اصلاح کے لئے ماہ محرم میں شائع ہوئے تھے اور جن کا روئے سخن اکثر اہل سنت والجماعت ہی کی طرف تھا) لچر اور پوچ اعتراضات کا سلسلہ شروع کیا۔ میں نے ان کے منشا کو سمجھتے ہوئے انھیں قابل خطاب نہ سمجھ کر منھ لگانا نہ چاہا لیکن ان کی سفیہانہ جرات کا خیال کرتے ہوئے ہمارے محترم دوست مولانا عتیق احمد صاحب صدیقی نے ان کے اباطیل وخرافات کے قصر کو ڈھانے کے واسطے قلم اٹھایا، ہم ان کے اس مضمون کو شائع کرتے ہوئے تبرائیوں سے اتمام حجت کے لئے کہے دیتے ہیں کہ ان کی خیریت اسی میں ہے کہ جہاں ہیں وہیں رہیں ورنہ ان کو فرار کا رستہ ابھی سے سوچ لینا چاہئے کیونکہ اگر اہل سنت کے چند خادم ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہوگئے تو پھر مرزائیوں کی طرح ان کو بھی اپنے کئے پر پچھتانا پڑیگا وما علینا الا البلاغ۔

طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

[یہ] آج سے ہی نہیں بلکہ آفرینش وتکوین عالم کے وقت سے ہی حق وباطل کی معرکہ آرائی اور نبرد آزمائی چلی آتی [ہے] اور تا قیام سموات والارض رہیگی۔

[ابو]البشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کو ہوئے تو ابلیس کی نفس پرستی [و]سرکشی رونما ہوئی اور یہ پہلی بنیاد تھی جو کہ قائم ہوئی۔ حق کے مقابلہ میں باطل کی اور ہدایت کے مقابلہ [میں] ضلالت کی اور اطاعت کے مقابلہ میں کفران وعدوان کی کہ جس کے بعد اسی سنگ بنیاد پر تمرد [و سر]کشی، بغض وعداوت حسد ودشمنی، جہالت وضلالت کے ظلمت کدے وقصر اسود کھڑے ہوتے چلے آئے ہیں۔

[دن]یا میں آفتاب اپنی روشن کرنوں سے نمودار ہوتا ہے مگر کہیں چشم شپر اس کی روشن کرنوں سے محجوب [ہو]کر اوندھا پڑا ہوا نظر آتا ہے تو کہیں اس کی روشنی کے مقابلہ میں چشم حسد وبغض سے طیش میں آکر [س]ات سات رنگ بدلتا ہوا گرگٹ دکھلائی دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آفتاب حق وصداقت کے [م]قابلہ میں کبھی تو بطلان وگمراہی اس کی عالم افروزی کی تاب نہ لاکر "سرمن رای" کے گڑھوں میں روپوش [ہ]وجاتی ہے۔ اور کبھی ہٹ دھرم نفوس کی آتش بغض وعداوت بھڑک اٹھتی ہے تو اس کی ضیاپاشی کے مقابلہ میں جب اور کچھ بن نہیں پڑتا تو لاحاصل اور غیر مفید بکواس کی گرد وغبار اڑا کر اس کی روشنی کو

گردآلود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک طرف شوکتِ اسلامی اور حکومت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا لوا اُڑتا ہوا دیکھکر بغض وعداوت کی آگ اگر ہرقل ودوروان کی صورت میں بھڑکی تو دوسری طرف ابن سبا، کی زہر آلود پالیسی وتحریک ناسور بن کر جمعیت مسلم کے لئے خطرناک ثابت ہوئی۔ اسی پر بس نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد بھی اولاد ابن سبا، نے اس کی سچی جانشینی ومسند آرائی فرمائی، کبھی اگر تقیہ کی آڑ میں شکار کھیلا گیا تو کبھی تبرّا بازی کے میدان شجاعت میں آکودے۔

لیکن نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ جب کبھی بھی حق وصداقت کی بجلی نے اس طرف کو رُخ کر لیا تو پھر تمام کفر وظلمت، گمراہی وعدوان کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تار عنکبوت سے زیادہ وقیع نظر نہ آئے اور ایک ہی کرخت میں تمام ظلمت کدے پاش پاش ہوتے ہوئے دنیا کی آنکھوں نے دیکھے۔

اس وقت خصوصیت سے ہمارا روئے سخن حضرات شیعہ اور بالخصوص "سہیل یمن" مجریہ لکھنؤ کی طرف ہے کہ جس نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ہاتھ پاؤں نکالے اور اپنی دیرینہ وآبائی اخلاقی تعلیم پر جو کچھ عمل کیا وہ تو اُن کا ہی حصہ ہے۔

ہماری خاموشی وڈھیل سے ممکن ہے کہ ہماری بے توجہی کو کمزوری پر محمول کرنے کا خیال خام پکایا ہو۔ لہذا ہم بتلائے دیتے ہیں کہ چونکہ حامیان حق اپنی حرکت وسکون محض کتاب اللہ وسنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رکھنا چاہتے ہیں خصوصاً "القاسم" کہ جس کا مقصود اصلی اور منشا حقیقی صرف نشر علوم شریعت محمدیہ ہی ہے۔ نہ قوم میں افتراق کی آگ بھڑکانا ہے نہ ہی کسی خاص طبقہ وفرقہ سے بیکار کو دست وگریبان ہونا۔ چنانچہ اس کا طریقہ ہمیشہ اسوۂ نبویہ ہی رہا ہے اور رہیگا۔

خاص اس مسئلہ میں بھی اگرچہ ایک طرف ہمارے سامنے قرآنی تلقین

واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً " اور

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین

کی بھی موجود ہے کہ جس کو اب تک ہم نے اپنا اسوہ بنائے رکھا اور خیال تھا کہ ہمارے دیرینہ رویہ سے واقف ہو کر ممکن ہے کہ خود ہی خدا ان کو بصیرت دے اور سمجھ لیں، لیکن یہ تو جب ہی ممکن تھا جب کہ عقل کے ساتھ کچھ خدا کی کتاب یا نبیؐ کی سنت سے حصہ ملا ہوتا۔ وہاں تو نہ قرآن ہے اور نہ نبی کی تعلیم۔ اگر قرآن کہیں پہاڑوں کی کھوہ میں رکھا ہوا ہے تو کہیں جبرئیلؑ کی لائی ہوئی تعلیم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسخ ومتغیر کر دیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اُن کے جانشینوں نے اور بھی رہی سہی کو دست بُرد وضائع کر دیا

اور اپنی نفسانیت سے جس طرح چاہا دین کو تصنیف کرلیا۔ اَب بھلا بیچاروں کے پاس سوائے تقیہ اور
تبرے کے رہ ہی کیا گیا تھا کہ جس سے عقل آتی۔ اسی واسطے تو امام جعفر نے منع کردیا تھا کہ دیکھو اپنے مذہب
کی کسی کو خبر نہ کیجیو۔ کبھی بھانڈا پھوٹ جائے۔
کفوا عن الناس ولا تدعوا احد الی امرکم ھذا، کلینی۔
القاسم ماہ محرم میں شرک و بدعت کی رسوم بد کے متعلق مضامین شائع ہوئے۔ تبرائیوں کی مجالس و
محفلوں میں ہلچل پڑی اور ایک دم بغیر سوچے سمجھے بے دے شروع کردی۔ ہم خاموش رہے اور ڈھیل
دی کہ شاید سمجھ لیں۔ لیکن اُلٹا ہماری ڈھیل موجب جرأت ہوئی کہ "سہیل یمن" نے چیرہ دستی کی تو اب
ہمیں مجبور ہونا پڑا کہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا، اور ع کلوخ انداز را پاداش سنگ ست، اور "بد کو
اس کے ٹھکانے تک پہنچانا چاہئے" پر عمل کریں۔
لیکن تبرائیو! یاد رکھو ہم گالیوں کا جواب گالیوں سے نہ دینگے۔ ہم وہ دکھتی ہوئی رگ پکڑینگے کہ انشاء اللہ
العزیز تم اس چھیڑ خوانی پر گھر میں بیٹھ کر ہی رویا کرو گے۔ اور تمہارا گالیاں دینا تعجب انگیز بھی نہیں۔
سہیل یمن کے ٹائیٹل پیج پر ہی تم نے اولاد الزنا لکھ کر اپنی متانت و تہذیب کا ثبوت دیا ہے۔ تمہارے
متعلق حماسہ کا ایک شعر ذرا سی ترمیم کے ساتھ خوب چسپاں نظر آتا ہے۔

ففل لسھیل ان شتمت سراتنا	تبرا باز رسالہ سے کہدو کہ اگر وہ ہمارے اکابر کو گالیاں
فلسنا بشتامین للمتشتم	دیگا تو ہمارے پاس گالیوں کے جواب میں گالیاں نہیں

اگرچہ ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم کیا، بلکہ ان کے قلوب بھی خواہ ظاہر نہ کریں اس حقیقت سے ناآشنا
نہیں کہ ہماری طرف سے صرف ایک ڈکارتا ہوا اللہ کا شیر اُن سب لومڑیوں کو چہار طرف سے گھیرے
ہوئے اُن کا ناطقہ بند کئے ہوئے ہے اور انشاء اللہ ہماری طرف سے کافی ہے (اللھم انصرہ) لیکن
جب انسان گھر جاتا ہے تو ہر طرف چھٹکارے اور رہائی کا راستہ ڈھونڈتا ہے، النجم کی چوٹ کی تاب
نہ لاسکے۔ اس کے ساتھ دوچار ہونے سے عاجز ہوئے تو ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ لہٰذا
ہم آخری طور پر سمجھائے دیتے ہیں کہ ہم سے تم نے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ لہٰذا
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ ہوشیار ہو بیٹھو قلم پر قطر رکھئے۔ دوات میں بدحسنائی ڈالئے
گرچہ ہمیں خود پہلے سے خوف اور خیال ہے اور خوب جانتے ہیں کہ کہیں سہیل یمن بوریہ بستر باندھ کر
اپنے مضاف الیہ کی طرف کسی پہاڑی کھوہ (غار سر من رائے) کا راستہ لیتا نظر نہ آئے۔ نیز ساتھ ہی

خیال ہے کہ کہیں تقیہ کی آڑ میں شکار نہ کھیلا جائے اور سب اگلے پچھلوں کو تقیہ کے سہارے میں لاکر دھوکہ بازی شروع کردی جائے ۔مگر خیر ہماری طرف سے تنبیہ مقصود ہے سو سوچ لیجئے اور جان لیجئے کہ محض الفاظی گھوڑ دوڑ سے کام نہ چلیگا اور ادھر اُدھر کی لغویتوں سے جاں بری نہ ہوسکے گی ۔

کسی اصولی مسئلہ پر آئیے ۔ مذہبی گفتگو کیجئے ۔ نیز اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ القاسم کے مضمون پر اعتراض کا منشے صرف "رقص کردن خود نداند صحن را گوید کج ست" ہے ۔ بات کو سمجھے نہیں اور ٹانگ اڑادی گئی ۔ لیکن یقیناً اس کے لفظ بلفظ جواب سے آپ کی تشفی کی جاتی مگر ادھر تو آپ کا رسالہ پہنچا اس وقت جب کہ القاسم کتابت ہوکر طباعت کے لئے جاچکا تھا ۔ نیز یہ کہ القاسم کے اوراق ان سطحی اور غیر ضروری باتوں کے بھرنے سے مستغنی ہیں ۔ لہذا گفتگو کسی مذہبی و اصولی مسئلہ پر ہونا چاہیئے کہ جو منتج و مثمر ہو ۔ لہذا اب آپ ہمارے جوابات کے لئے طیار ہو بیٹھئے (آئندہ کا انتظار)

درخواست دعائے صحت

[illegible]

جناب محمد احسان علی صاحب کے بھتیجے ماسٹر محمد ضمیر الدین صاحب ماسٹر راندیریہ ہائی اسکول آج کل سخت علیل ہیں انہوں نے ناظرین القاسم سے دعائے صحت کی درخواست کی ہے چونکہ القاسم کے وہ اعلیٰ مخلصین میں سے ہیں اور اشاعت دینی میں اُن کو خاص دلچسپی ہے اس لئے میں اپنی نے اثر دعا کیساتھ اس خط کو شائع کرتا ہوں میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ماسٹر صاحب موصوف کو شفائے کلی عطا فرمائے ناظرین باتمکین بھی اپنی دعاؤں میں انھیں فراموش نہ کریں

[illegible] (ایڈیٹر)

معزز ناظرین القاسم کی خدمت میں التماس ہے کہ میرے بھتیجے عزیزی محمد ضمیر الدین صدیقی ماسٹر راندیریہ ہائی اسکول رنگون متوطن اکبر پور فیض آباد کے لئے خدا واسطے دعائے صحت فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوی امید ہے کہ کسی مخلص بندے کی دعا حضور قبول ہو اور صحت کاملہ عطا ہو ۔ ماسٹر مذکور چھ سات ماہ رنگون میں بعارضہ سخت کھانسی و بخار بیمار رہ کر نو ماہ کی چھٹی لیکر وطن آگئے ہیں اور بستر علالت پر پڑے ہیں ۔ کمزوری اسقدر ہے کہ تمام ضروریات لیٹے لیٹے پوری ہوتی ہیں ، پاؤں کے ورم کی وجہ سے بیٹھنا بھی مشکل ہے ۔ ماسٹر مذکور نے رنگون میں اشاعت حق کی جو خدمت کی ہے وہ مدیران الہادی ۔ النور ۔ النجم ۔ التبلیغ نیز القاسم پر بھی بخوبی روشن ہے کہ القاسم کو پینتیس ۳۵ خریدار بہم پہنچا کر اعلیٰ درجہ کا علماء دیوبند کا تصحیح شدہ قرآن شریف انعام میں حاصل کیا ہے اسی طرح دیگر رسائل کی کم وبیش اشاعت کی کامیابی کیساتھ کوشش کی گئی ۔ فقط ۔

کتب جدیدۂ علمیہ

ثواب الحلی تتمہ المسک الذکی

یہ مختصر ساحاشیہ ترمذی مصنفہ مجدد الملت محی السنہ حضرت مولانا مقتدانا شاہ اشرف علی صاحب کا ہے جسکا جامع مانع اور ضروری ہونا انتساب مصنف سے ہی ظاہر ہے۔ حاشیہ عربی میں ترمذی کی کتاب التفسیر تک ہے جسمیں حضرت ممدوح نے ضروری ضروری مقامات پر مختصر اور مفید حل فرمایا ہے جس کی ہر ترمذی خواں بلکہ ہر ایک طالب علم کو اشد ضرورت ہے۔ لکھائی چھپائی بے نظیر۔ کاغذ چکنا، ولایتی ۲۸ پونڈ باوجود اس کے قیمت فی نسخہ ۱۲ر مجلد عہ۴ر (ایک روپیہ چار آنہ)

الطیب الشذی فی شرح الترمذی

یہ ترمذی کی نہایت مفصل اور مبسوط شرح ہے جس کی تکمیل کے عرصہ سے علماء و طلبہ منتظر تھے۔ سو بحمد اللہ جلد اول تا ختم کتاب الطہارۃ مکمل ہوکر طبع ہوگئی ہے اور جلد ثانی زیر طبع ہے۔ قیمت قسم معمولی ۲ اور قسم اعلی للعہ اور مجلد اگر مطلوب ہو تو عہ قیمت جلد کا اضافہ ہوگا۔

الطیب الشذی جلد دوم

زیر طبع از کتاب الصلوۃ۔ یہ جلد اول سے بدرجہا مضامین کے اعتبار سے بہتر ہے جلد اول کی گرانی اور ٹائپ میں ہونے کی شکایات بکثرت موصول ہونے کی بنا پر اس جلد کو اسی سائز پر لیتھو میں طبع کرایا جارہا ہے۔ اور ضخامت پر ختم کی جاویگی لیکن قیمت دو اور تین روپیہ کے درمیان رہیگی۔

العینین فی تحقیق رفع الیدین

اس رسالہ میں ثبوت رفع یدین کی جملہ روایات مع تخریج و تنقید و ترجمہ نقل کرنے کے بعد حنفیہ کے دلائل عدم سنیت رفع یدین کے مفصل بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے ادلہ کے مفصل جواب دئے گئے ہیں جس سے مسئلہ سنیت روشن اور ناظرین کو کافی علمی بصیرت ہوگی پس ہر ایک اہل علم اور علم دوست کو اس رسالہ کی ضرورت ہے۔ رسالہ زیر طبع ہے قیمت ۶ر فرمائشیں جلد آنی چاہئیں تاکہ طباعت میں عجلت کیجاوے۔

الکلام
سلسلہ عقائد کا پہلا نمبر

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ عقائد (مثل وجود باری تعالےٰ اور توحید صفات باری، نبوت انبیاء، اعجاز قرآنی، اختتام نبوت، حیات، وفات مسیح، تناسخ و معراج وغیرہ وغیرہ) پر مفصل سلسلہ وار کلام کریں اور یہ اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے۔

تنسیق الکلام فی صانع النظام

اس رسالہ میں خدا کے وجود کو مفصل دلائل سے ثابت کر کے دہریت کو بالکل باطل کیا ہے اور آخر رسالہ میں ایک فرضی اور دلچسپ مناظرہ (خدا کے ماننے والے اور دہریہ کا) قائم کر کے موضوع کلام پر واضح روشنی ڈالی ہے قیمت ۴ر (چار آنے) زیر طبع۔

خوشخبری

ختم طباعت جلد دوم شرح ترمذی سے پہلے جو شخص صرف رجسٹر خریداران میں اپنا نام لکھادے۔ اور تیاری طبع پر وی پی کی اجازت دیگا اس کو قیمت مجوزہ و مشتہرہ میں ۸ر کی رعایت دی جاویگی۔

المعلن اشفاق الرحمن۔ دھلی چتلی قبر

چند مقتدر علمائے دیوبند کا صحیح کیا ہوا قرآن شریف
اور مدارس و یتیم خانوں میں کلام الٰہی مفت تقسیم کرنیوالوں کو مژدہ

ہم نے بچوں کے صحیح کلام مجید یاد ہونے کے خیال سے چند مقتدر علماء دیوبند سے کلام اللہ کی تصحیح کراکر نہایت اہتمام سے طبع کرایا ہے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں اور آخر کلام اللہ پر مع مواہیر و عبارت تصدیق ثبت ہیں:۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند۔
مولانا سراج احمد صاحب مدرس ″
مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدرس ″
مولانا قاری محمد عبد الوحید خانصاحب مدرس ″
مولانا محمد طاہر صاحب صدیقی ″
مولانا عبد العقدیر صاحب ″

ہم نے اس قرآن کی عام منفعت کا خیال کرتے ہوئے اُن حضرات کے لئے کہ جو یتیم بچوں اور مدارس میں کلام اللہ تقسیم کرانے کے اجر کے متلاشی رہتے ہیں خاص رعایت کر دی ہے لہذا ایسے حضرات اس نادر موقع سے خاص نفع اٹھادیں اگر فرمایش میں عجلت سے کام نہ لیا گیا تو پھر دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

	نہرو اعلیٰ کاغذ	سفید چکنا کاغذ	روکھا کاغذ سری رامپوری
ہدیہ اصلی	سیے	سے	تیا
″ رعایتی	سے	عہ؍	یعہ

مینجر کتب خانہ قاسمی
دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۲۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۲ جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ نمبر ۶

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

رسالہ القاسم ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

حضرات مدیران اخبار و رسائل سے استدعا

اس کے تو ہم بحضور قلب رہین منت ہیں کہ آپ حضرات القاسم کے مفید مضامین اپنے جرائد میں نقل فرما کر نشر علوم میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن مخلصانہ استدعا ہے کہ اصول و ضوابط کا خون نہ فرمایا جائے یعنی حوالہ رسالہ ضرور تحریر فرمایا کریں:۔

"القاسم"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل حق کی زبردست کامیابی

اور

مرزائیوں کی پسپائی

بالاکوٹ ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ میں مرزائیوں کی جماعت کے تین سرگرم مبلغ عرصہ سے دائرہ مرزائیت کو وسیع کر رہے تھے اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لا چکے تھے وہاں کی حالت زبوں کو دیکھتے ہوئے مولانا عطا محمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند لبقہ سے وہاں پہونچے اور اُن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر لوا حق بلند کیا،، مولانا کی تین تقریریں نہایت پُرزور ہوئیں کہ جنمیں مسئلہ ختم نبوت، اور آیۃ قرآنی ویاتی من بعد اسمہ احمد کی صحیح تفسیر اور حیات مسیح علیہ السلام پر مفصل ومدلل طریقہ سے روشنی ڈالی الحمد للہ کہ مولانا کی تقریر سے متاثر ہو کر ۲۱ مرزائی جو کہ قادیانی مبلغوں کے فریب میں آچکے تھے تائب ہوئے اور سچے دل سے مرزائیت سے توبہ کی اس کامیابی کے بعد وہاں کے معزز طبقہ کے حضرات نے علماء دیوبند کو باقاعدہ مدعو فرمایا،، مولانا عطا محمد صاحب نے اپنی تبلیغی مساعی کو جاری رکھا اور متعدد جلسہ ہوتے رہے۔ اسی سلسلہ میں بلقہ میں جلسہ ہوئے، کہ جس سے عالم قادیان میں ہلچل مچ گئی اور مرزائیوں نے مجبور ہو کر عدالت سے چارہ جوئی شروع کی،

باوجودیکہ تحصیل کا افسر مرزائی تھا مگر نتیجہ یہی ہوا کہ عدالت کیطرف سے بھی مرزائی مبلغین کے اخراج کا حکم صادر ہوا اور مرزائی نہایت رسوائی و ذلت کیساتھ وہاں سے نکلے،،

حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس فرقۂ گمراہ کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ و مامون رکھے،،

مسلمانوں کے حکام رس طبقہ کو اب ایک خاص امر کی طرف متوجہ ہونیکی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ

رسالہ القاسم ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ

جو

یادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

حضرات مدیران اخبار و رسائل سے استدعا

اس کے تو ہم بحضور قلب رہین منت ہیں کہ آپ حضرات القاسم کے مفید مضامین اپنے جرائد میں نقل فرما کر نشر علوم میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن مخلصانہ استدعا ہے کہ اصول وضوابط کا خون نہ فرمایا جائے یعنی حوالہ رسالہ ضرور تحریر فرمایا کریں:۔

"القاسم"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل حق کی زبردست کامیابی

اور

مرزائیوں کی پسپائی

بالاکوٹ ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ میں مرزائیوں کی جماعت کے تین سرگرم مبلغ عرصہ سے دائرہ مرزائیت کو وسیع کر رہے تھے اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لا چکے تھے وہاں کی حالت زبوں کو دیکھتے ہوئے مولانا عطا محمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند لبقہ سے وہاں پہونچے اور اُن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر لواء حق بلند کیا،، مولانا کی تین تقریریں نہایت پُرزور ہوئیں کہ جنمیں مسئلہ ختم نبوت، اور آیۃ قرآنی ویاتی من بعد اسمہ احمد کی صحیح تفسیر اور حیات مسیح علیہ السلام پر مفصل و مدلل طریقہ سے روشنی ڈالی الحمد للہ کہ مولانا کی تقریر سے متاثر ہوکر ۲۱ مرزائی جوکہ قادیانی مبلغوں کے فریب میں آچکے تھے تائب ہوئے اور سچے دل سے مرزائیت سے توبہ کی اس کامیابی کے بعد وہاں کے معزز طبقہ کے حضرات نے علماء دیوبند کو باقاعدہ مدعو فرمایا،، مولانا عطا محمد صاحب نے اپنی تبلیغی مساعی کو جاری رکھا اور متعدد جلسہ ہوتے رہے۔ اسی سلسلہ میں لبقہ میں جلسہ ہوئے، کہ جس سے عالم قادیان میں ہلچل مچ گئی اور مرزائیوں نے مجبور ہوکر عدالت سے چارہ جوئی شروع کی،

باوجودیکہ تحصیل کا افسر مرزائی تھا مگر نتیجہ یہی ہوا کہ عدالت کیطرف سے بھی مرزائی مبلغین کے اخراج کا حکم صادر ہوا اور مرزائی نہایت رسوائی و ذلت کیساتھ وہاں سے نکلے،،

حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس فرقۂ گمراہ کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ و مامون رکھے،،

مسلمانوں کے حکام رس طبقہ کو اب ایک خاص امر کی طرف متوجہ ہونیکی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ

مرزائی فرقہ حکومت ہند کے مختلف صیغوں میں بڑی تندہی سے داخل ہوکر اپنے شیطانی اثرات کا استحکام کر رہا ہے جو گو ابھی ہمیں خفیف معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر مسلمانوں نے اس سے برابر غفلت برتی تو سمجھ لیجئے کہ انھیں اسکا خمیازہ بڑا اٹھانا پڑیگا مرزائیوں نے کالجوں اور اسکولوں میں اپنے مدرس بھیج بھیج کر جو مرزائیت کی تبلیغ کی ہے کشمیر کا بڑا اعلاقہ ان کی کامیابی کا واحد ثبوت ہے حیدرآباد میں اُنہوں نے شبانہ مدارس اور سوسائیٹیوں کا قیام کیا ہے جہاں ہر چوبیس ۲۴ گھنٹہ بعد خدائے قدوس کے دین فطرت کو بدلنے کی تعلیم اور اسکی تدابیر پر غور ہوتا ہے مسلمانوں خدا کیلئے اپنے دشمنوں کی فہرست بنا کر ان کے مجموعی مدافعت کیطرف کمر باندھو اپنی آئندہ نسلوں کو اگر تمھیں مسلمان رکھنا ہے تو خدا کیلئے ان کی ساتھ یہ غفلت اور بے فکری نہ کرو مرزائی فتنہ کے استیصال کیطرف مجموعی توجہ کرو. علمائے دیوبند نے جو اسکا بیڑا اٹھایا ہے انکی ہر طرح سے اسمیں مدد کرو آج یہی جماعت ہی جو تمام اعدائے اسلام کے سامنے سینہ سپر کھڑی ہے اس سے بڑھکر کوئی ظلم کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ حق کی امداد کرنیوالی جماعت کی امداد نہ کیجائی وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ -

دُعاءِ مغفرت

عالیجناب حاجی بخش الٰہی صاحب مرحوم، سی، آئی، ای، کی گرامی قدر ذات ہندوستان کے ہر طبقہ کیلئے جس درجہ فیض رساں تھی وہ محتاج بیان نہیں حسرتا کہ ہیں دار فانی سے راہی ملک بقا ہو گئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ،، خدام دارالعلوم نہایت حسرت و افسوس کیساتھ بدرگاہ مجیب الدعوات دست بدعا ہیں کہ حق عم نوالہ حاجی صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل،، ساتھ ہی صاحبزادۂ عالیجاہ حاجی محمد رفیع صاحب کا مضمون شکریہ بعینہ حسب خواہش شائع کرتے ہوئے ہم بھی ناظرین سے حاجی صاحب کیلئے دعا مغفرت کی استدعا کرتے ہیں میری والد ماجد جناب حاجی بخش الٰہی صاحب سی، آئی، ای، مرحوم و مغفور کے انتقال پُرملال کی تعزیت میں میرے مکرم احباب کے خطوط و تار بکثرت آئے جنکا فرداً فرداً جواب لکھنے میں تاخیر واقع ہوتی تھی، بنا بریں یہ مناسب سمجھا کہ جملہ حضرات کی ہمدردی کا شکریہ بذریعہ رسالہ پیش کروں لہٰذا استدعا کرتا ہوں کہ جملہ حضرات و نیز ناظرین رسالہ میری والد مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا فرما کر مجھے ممنون فرمائیں،، والسلام

خاکسار

حاجی محمد رفیع عفی عنہ

احسان

اور اوس کی مکافات

ہم ناظرین کے سامنے اس زمانہ کی تاریخ کے صفحات رکھنا چاہتے ہیں جبکہ خلافت عباسیہ کا آفتاب عروج پر تھا۔ اور بنی امیہ کی عظمت ۔سطوت رفعت تقویم پارینہ بن چکی تھی۔

جس زمانہ کیطرف ہم کو ناظرین کی توجہ مبذول کرانی ہے یہ وہ زمانہ ہے جسمیں سفاح داعی اجل کو لبیک کہ چکا اور منصور عباسی سریر خلافت پر متمکن ہے۔

اسکا انکار دشوار ہے کہ جب کبھی کوئی جدید قوم حکمران ہوتی ہے تو سابق حکمران قوم کی تباہی اوس کے ہاتھوں سے نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

یہ درست ہی کہ کبھی سابق حکمران اس تباہی و بربادی کے مستحق بھی ہوئے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اُس تشدد کے مستحق نہیں ہوتے ہیں جو اُنپر جدید حکمران قوم کی طرف سے عمداً یا بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔

اسیطرح خلافت عباسیہ میں بھی بنو امیہ کے افراد پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں اُنکے اعیان واکابر چن چنکر قتل کئے گئے۔ جاگیریں اور اموال ضبط کئے گئے۔ اور شاید اس کہدینے میں مبالغہ زیادہ نہیں ہی کہ اُنکا استیصال کر دیا گیا۔ اور تاریخی اوراق اس تباہی و بربادی کا ذمہ دار سفاح کے عہد خلافت کو خصوصیت کیساتھ قرار دیتے ہیں۔

اسوقت یہ تحقیق ہمارے سلسلہ کلام سے خارج ہی کہ بنو امیہ اس تشدد کے مستحق تھے یا بے جرم تھے۔ خلفائے عباسیہ اس تشدد میں مصیب تھے۔ یا خاطی۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ بنو امیہ کے افراد کا مدو جزر قابل عبرت تھا۔

اگر کسی ایسی قوم کو خداوندی تقدیر حکومت سے محروم کردے جوکہ اپنے اقتدار اور انفاذ احکام میں پوری قوت کیساتھ سرگرم رہ چکی ہو تو اس حالت محکومیت میں بھی وہ نچلی نہیں بیٹھ سکتی ہے اور اُس کی سابقہ قوت اُسکو فرصت اور موقع کی منتظر بنادیتی ہے۔ یہی حال اس زمانۂ استیصال میں بنوامیہ کا بھی تھا۔ وہ بھی اپنی کھوئی عظمت کو حاصل کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھے اُنکی یہ کوششیں بالکل ناکام بھی نہ ہوئیں بلکہ ایک جماعت کو اپنا حامی بھی بنالیا تھا۔

سفاح کی موت اور منصور عباسی کی خلافت کے تداول نے بنوامیہ کے بقیۃ السیف افراد اور اُنکے حامیوں نے اس سے فائدہ اٹھاکر ملک شام میں پوری قوت کیساتھ غدر کردیا۔ اور یہ غدر کچھ اس طرح نظم اور اجتماعی قوت کے ساتھ ہوا کہ ظاہر بین نظریں یہی سمجھیں کہ بنوامیہ اپنی شوکت واپس لینے میں کامیاب ہوجاویں گے۔

کوشش میں کامیابی اور ناکامی کا تعلق صرف مشیت ایزدی سے ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ بنوامیہ نے عباسیین سے انتقام لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور بغیر کسی تحقیق کے نہ صرف عباسیین کو قتل کیا بلکہ جن جنکو اُنکا حامی سمجھا گیا اُنکو بھی تلوار کے گھاٹ اتارا۔ یہ غدر اگرچہ ممتد نہ رہا لیکن عباسیونکی جماعت بہت زیادہ تعداد میں حیات سے محروم کردیگئی۔

عباس جوکہ منصور عباسی کے یہاں حاجب کے ممتاز عہدہ پر ہے غدر کی ابتدا سے پہلے گھر سے باہر آچکا تھا اور بازار کو کسی چیز کے خریدنے کے ارادہ سے جارہا تھا۔ گھر سے کچھ دور گیا ہوگا کہ غدر شروع ہوا۔ اور اسکو ایسے وقت اس غدر کی خبر ملی کہ شرکائے غدر ہر چھوٹے بڑے راستہ پر عباسیوں کو قتل کرنے لگے۔

عباس کو خبر ملی تو فوراً مکان کی واپسی کا ارادہ کیا لیکن پیچھے پھر کر دیکھتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ ایک جماعت عباسیوں کو قتل کرتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ اسکا پیچھے پھر کر دیکھنا تھا کہ بعض لوگوں کی نظر اسپر پڑی اور اُنہوں نے پہچان لیا۔ آواز دی کہ عباس کو قتل کرو۔ اس جماعت کے بہت سے شرکائے کار کے کان میں آواز پڑی اور انہوں نے اسکا تعاقب کیا۔

عباس اس حالت کو دیکھکر اسقدر سراسیمہ ہو چکا تھا کہ ہوش حواس بجا نہ تھے۔ لیکن جان عزیز ہوتی ہے۔ سر پر پیر رکھکر بھاگا۔ چند قدم ہی چلا ہو گا کہ ایک مکان پر نظر پڑی جسکا دروازہ بھی بند نہ تھا بلکہ کھلا ہوا تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا نہ تو اسنے اسپر غور کیا کہ مکان کسی دوست کا ہے یا غیر کا نہ یہ خیال کیا کہ یہ مکان زنانہ ہے یا مردانہ۔ بغیر کسی فکر اور تامل کے مکان میں گھس گیا۔

مکان میں داخل ہوا تو وہاں ایک ادھیڑ عمر کا ایک شخص دیکھا جس کے چہرہ سے۔ وقار ظاہر تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے خاندان کا سردار ہے۔

عباس کو اس بدحواسی کے ساتھ گھستے دیکھکر زجر آمیز آواز سے کہ "تم کون ہو کہ اسطرح بغیر اجازت مکان میں چلے آئے"

عباس نے نہایت عاجزی کے لہجہ میں کہا کہ میری جان لینے کے لئے لوگ درپے ہیں۔ میں ان سے بھاگ کر آپ کے پناہ میں آیا ہوں۔

یہ سنکر صاحب خانہ نے پھر یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو۔ تمھاری جان کیوں معرض خطر میں ہے کون لوگ تمھاری جان لینے کے درپے ہیں۔ تم مجرم ہو یا نہیں۔ نہ اسکی پرواہ کی کہ مبادا اسکی جان بچانے میں میں مبتلائے مصیبت ہو جاؤں۔ فوراً مختصر الفاظ تسلی کے کہے اور کہا کہ گھبراؤ نہیں تم اپنے آپ کو محفوظ سمجھو۔ اسقدر کہکر ایک چھوٹی سی کوٹھری کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ تم اس میں چھپ رہو میں تو اس کوٹھری کی جانب چلا اور صاحب خانہ نے دروازہ میں قفل لگا دیا۔ اس کے بعد نہایت عجلت کیساتھ اپنے زنانخانہ میں اور عورتوں میں سے کسی عورت کا زنانہ لباس لاکر دیا اور اُس سے کہا کہ تم اپنا مردانہ لباس فوراً اوتار دو اور یہ زنانہ لباس جلد از جلد پہن لو۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے خون کے پیاسوں نے اس محلہ کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ میرے گھر کی تلاشی بھی نہ لیجاوے۔ اُسنے فوراً زنانہ لباس پہلا اور اسنے اُس کوٹھری سے لکالکر زنانہ مکان میں پہنچا دیا۔

عباس ان اجنبی عورتوں کے پاس پہنچکر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ مقفل دروازہ پر تعاقب کرنے

والی جماعت آموجود ہوئی۔ اور مکان کہولنے کا حاکمانہ طریق سے حکم دیا اور کہا کہ اگر مکان کہولنے
میں ذراسی تاخیر بھی کی گئی تو دروازہ توڑ ڈالا جاویگا۔ اور مکان کے رہنے والوں میں سے ایک
شخص کو بھی زندہ نہ رہنے دیا جائیگا۔

صاحب خانہ فوراً زنانہ مکان میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا خیال صحیح نکلا۔ تمھاری جستجو
کرنیوالے دروازہ پر موجود ہیں۔ اُن کی آواز اور دہمکی تم سُن چکے ہوگے۔ تم کچھ خوف نہ کرو۔ اور میرے
زنانخانہ میں باطمینان رہو۔

اسقدر کہکر مقفل دروازہ پر پہنچا۔ اور دروازہ کھولا۔ میری جستجو کرنیوالوں نے اُس سے کہا کہ ہمارا
ایک مجرم ابھی اس محلہ میں ہماری نظروں سے اوجہل ہوگیا ہے اور ہم کو یقین ہے کہ وہ اسی محلہ میں
ہے۔ اس محلہ میں تمام مکانات کی تلاشی ہم لے چکے ہیں۔ اور یقیناً وہ تمھارے مکان کے سوا کسی اور
کے مکان میں نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم کو تم سے کچھ مخالفت نہیں ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ تم
ہمارے مجرم کو خود ہی حوالہ کردو۔ اور اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو ہم خود تمھارے مکان کی تلاشی لیکر
اوسکو گرفتار کرینگے۔ لیکن اسصورت میں معین مجرم ہونیکی وجہ سے تمھاری بھی خیر نہوگی۔ اور پھر تم ہم سے
کسی قسم کے سلوک یا عفو کی اُمید نہ رکھنا۔

صاحب خانہ نے نہایت بے پروائی کیساتھ اونکی مسلسل تقریر کو سنا اور کہا کہ میرے اس مکان میں
میرے اور میرے بال بچوں کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ تم کو شاید اسلئے شبہ ہوگیا ہے کہ میرا
مکان مقفل تھا۔ میں نے مکان کو قفل فقط اس خوف سے لگایا تھا کہ سُنا تھا کہ شہر میں قتل کا بازار
گرم ہے۔ مبادا میرے مکان پر بھی حملہ ہو۔

اس بیخوفی کیساتھ جواب نے اگرچہ اس خیال میں ضعف ضرور پیدا کردیا کہ عباس اسی گھر میں ہے
لیکن چونکہ یہ جماعت عباس کی جستجو میں سارے محلہ کی خاک چھان چکی تھی اسلئے اوسکے لئے اپنے
اس خیال کا ابطال دشوار تھا کہ عباس اس مکان میں ہے۔

چنانچہ سب نے متفق اللفظ ہوکر کہا کہ اچھا ہم تمھارے مکان کی تلاشی لیکر اپنے مجرم کو تمھارے مکان

ہیں سے خود گرفتار کئے لیتے ہیں۔
صاحب خانہ نے اسکو بہت خوشی کیساتھ منظور کیا۔ مکان کی تلاشی شروع ہوئی۔ اور مکان کی عورتوں کو ایک کوٹھری میں پہنچا دیا گیا۔ جنمیں عباس بھی تھا۔ اس جماعت کو خبر تھی کہ عباس منصور عباسی کا ممتاز حاجب ہے اور اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو منصور کو صدمہ عظیم پہنچیگا اور ہمارا دل ٹھنڈا ہو گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اس مکان کے سوا کسی دوسرے مکان کی تلاشی باقی نہیں ہے۔ مکان کا ایک ایک کونہ چھان مارا۔ مگر عباس کا پتہ نہ چلنا تھا۔ نہ چلا۔
بالآخر مایوس ہو کر سب یہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے کہ عباس کو خدا جانے زمین کھا گئی یا وہ آسمان کو چلا گیا۔
ان لوگوں کی واپسی کے بعد مالک مکان نے دروازہ کو دوبارہ مقفل کیا اور عباس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ تم بچ گئے۔ اور اس کے بعد میری خاطر و مدارات شروع کی اور کوشش کی کہ میرے دل کی گھبراہٹ دور ہو۔ اور اسی غرض سے وہ صرف کسی شدید ضرورت کے ہاتھوں سے مجبور ہو کر مجھسے جدا ہوتا تھا ورنہ اکثر اوقات ادھر ادھر کی باتوں۔ لطیفوں سے میرا دل خوش کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسیطرح تین دن گذر گئے۔ اب قتل و غارتگری کا یہ فتنہ اگرچہ پوری شباب پر نہ تھا لیکن فرو بھی نہ ہوا تھا۔ عباس اس قید محض سے تنگ آگیا اور بالآخر اوسنے صاحب خانہ سے کہا کہ میں اسطرح رہتے رہتے گھبرا گیا ہوں مجکو اجازت دیجئے کہ یہاں سے جاؤں۔
صاحب خانہ نے کہا کہ اگر تمھاری مرضی یہی ہے تو خیر میں تم کو رہنے پر مجبور نہیں کرتا ہوں۔ خدا حافظ۔
عباس نے اگرچہ یہ ظاہر نکیا کہ وہ کس جگہ کا باشندہ ہے اور اسوقت کہاں جانیکا ارادہ ہے مگر صاحب خانہ کو خدا نے عقل دی تھی وہ سمجھ چکا تھا کہ اس مسکین کا اصلی وطن کسی جگہ کیوں نہو مگر بصورت موجودہ یہ اس شہر میں نہیں رہسکتا ہے یقیناً اسکو شہر سے باہر جانا ہو گا اب اوسنے سامان سفر اور زاد راہ کی طیاری کی اور پانسو اشرفیوں کی ایک تھیلی عباس کو دی۔ اور کہا کہ میں نے

تمہارے لئے سفر کی تمام ضروریات مہیا کر دی ہیں مگر اب بھی مجکو تمہاری جان معرض خطر ہی میں معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تم روز روشن میں سفر نکرو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تمہارا کوئی دشمن تم کو دیکھکر پہچان لے اور تم کو کسی خطرہ کا سامنا ہو۔ میرے خیال میں تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم آج غروب شمش کے بعد اس سے قبل کہ شہر کے پھاٹک بند کئے جادیں یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ عباس خود بھی واقف تھا کہ مجکو منصور عباسی کے تقرب کیوجہ سے پہچاننے والے بہت سے موجود ہیں۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ خطرہ میں گھر جانیکے بعد نکلنا دشوار ہے اسلئے اوسنے صاحب خانہ سے کہا کہ بیشک آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔ دن کو سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ میں آپکے ارشاد کے موافق رات ہی کو سفر کروں گا۔ چنانچہ شام ہوئی۔ صاحب خانہ بغرض حفاظت عباس کیساتھ ساتھ چلا اور شہر کے باہر تک ساتھ رہا۔ جب شہر کے باہر بھی بہت دور تک عباس کے ساتھ ہی رہا تو عباس نے قسمیں دیکر اسکو آگے جانے سے روکا۔

قسموں سے مجبور ہوکر صاحب خانہ نے عباس کو رخصت کیا اور عباس نہایت اطمینان کیساتھ اس شخص کے احسانات کے پہاڑ سر پر رکھے ہوئے چلا۔ اسکو حیرت تھی کہ خدا کے بندوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو بلا وجہ دوسروں کی خاطر اپنے جان و مال کو موت کے سامنے کر دیتے ہیں۔

عباس اپنے خیالات میں غلطان و پیچان جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کہتا جاتا تھا کہ اگر میں اس روز بھاگ کر اس شخص کے مکان میں بے محابانہ گھس جاتا تو شاید امیر المومنین منصور کو میری ہڈیوں کا پتہ بھی نہ چلتا۔ جان بچانا بھی کسقدر عزیز ہوتا ہے کہ میں نے یہ بھی پروانہ کی کہ کس شخص کا مکان ہے۔ اگر وہ شخص مجھسے بد خلقی کا برتاؤ کرتا تو میرا کیا حال ہوتا۔

مگر اس شخص کی کریم النفسی تو دیکھو۔ چونکہ صاحب عزت تھا اوس کو غصہ آگیا کہ کوئی شخص اوس کے مکان میں بغیر اجازت کیوں داخل ہوا لیکن ادھر میں نے مختصر الفاظ میں اپنی مصیبت بیان کی اُدھر اُس شخص کی آتش غضب پر پانی پڑگیا۔

(باقی آئندہ)

اللطائف للطائف

ــــــــــ ربط القاسم جمادی الاول ۱۳۴۵ھ ج نمبر ۸ ــــــــــ

لطیفہ (۱۷) در حقیقت اسلام (از ملت ابراہیم)

اس آیت میں جو مضمون مذکور ہے اس میں حق جل و علی شانہ نے اسلام کی حقیقت بتائی ہے کہ اسلام کیا چیز ہے تو فرماتے ہیں ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الایۃ یعنی کون شخص ایسا ہے جو اعراض کرے ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ سے ابراہیم علیہ السلام کا طریق تو ایک ایسی مِلّت تھا اور ایک ایسا مشرب تھا کہ کونسا مقبول بندہ ہے جو اُس سے روگردانی کرے اعراض کرے ابا کرے استغنا کرے اس کو ترک کرے یا اس سے ہٹ جائے سوا اسکے جس نے اپنے نفس کی بے قدری کی" سوا اسکے جس نے اپنے نفس کی قدر نہ جانی یعنی سوا اسکے کوئی ایسا نکریگا مطلب یہ ہے کہ جو نفس کی قدر جانیگا وہ اسکو نفع پہنچائیگا اور ضرر سے بچائیگا کیونکہ نفس کی یہی قدر ہے اسکو نفع پہنچانا اور اس کو مضرت سے بچانا تو جو اپنے نفس کی قدر جانیگا وہ ملت ابراہیمی کو ضرور اختیار کرے گا اور کیوں نہ اختیار کرے گا جب وہ چیز ہی اسدرجہ کی ہے کیونکہ اس کی برکت سے ابراہیم علیہ السلام اس درجہ کو پہنچے جسکو فرماتے ہیں ولقد اصطفیناہ فی الدُّنیا یعنی ہم نے انہیں مقبول بنایا تھا دنیا میں اور حرف تاکید کیساتھ فرماتے ہیں وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصّٰلحین۔ اور آخرت کے اندر بھی وہ صالحین میں سے ہیں یعنی اس ملت کی برکت سے وہ دنیا میں بھی مقبول تھے اور آخرت میں بھی مقبول ہیں تو وہ ملت ابراہیم ایسی چیز ہے کہ اوسکی بدولت ابراہیم علیہ السلام ایسے درجہ کو پہنچے تو ظاہر ہے کہ وہ کتنی بڑی چیز ہو گی پھر بھلا ایسی چیز سے کون اعراض کرے گا سوا جاہل کے اور سوا اسکے جس نے اپنے نفس کی قدر نہ جانی آگے اوس ملت کی تعیین فرماتے ہیں۔ وہ کیا ہے ارشاد ہے اذ قال لہ ربہ اسلم یعنی جب اون کے رب نے کہا اسلام

اختیار کرو اگر کوئی کہے کہ حضرت ابراہیم تو اسلام پہلے سے بھی لائے ہوئے تھے تو پھر اس کے کیا معنی تو یہ سمجھو کہ یہ کہنا ایسا ہے جیسے میانجی نے سبق پڑھا دیا لڑکے نے اوسے یاد کرکے سنا بھی دیا اب دوسرے دن میانجی نے جب کہا آؤ سبق پڑھو تو وہ کہے کہ اجی کل تو سبق پڑھ چکا ہوں اور یاد کرکے سنا بھی چکا ہوں یہ آج پھر پڑھنا کیسا تو وہ میانجی کہتا ہے کہ ارے بھائی کل جو تم نے پڑھا ہے تو کیا ساری کتاب ختم کرلی ہے کیا اب کچھ پڑھنے کو باقی نہ رہا کیا ایک ہی سبق میں علم کی پوری تکمیل کرچکے ارے ابھی اور بھی تو بہت کچھ پڑھنا پڑھانا ہے تو جس طرح میانجی کہتا ہے کہ اور پڑھو اسیطرح یہ ارشاد ہے کہ اسلم مگر اتنا فرق ہے کہ وہاں لڑکے نے یہ بھی کہدیا تھا کہ کل تو پڑھ چکا تھا اور یہاں کوئی نبی ایسا نہیں جو اسلم کے جواب میں یہ کہتا کہ اسلام تو لاچکا بلکہ جواب میں وہ کہیں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یعنی یہ کہا اسلمت لرب العلمین ۰ کہ میں نے اسلام اختیار کیا یہ ترجمہ کا حاصل ہوا اسمیں تعین ہوگئی اس ملت کی کہ وہ کیا ہے یعنی اسلام غرض ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ جو آیت میں نے بیان کے لئے اختیار کی ہے اُس میں اسلام ہی کی فضیلت مذکور ہوئی ہے اور معلوم ہوا کہ یہی وہ ملت ابراہیمی ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے اب اسکے ساتھ اگر سیاق وسباق کو بھی ملا لیجئے تو اسلام کی فضیلت اور عظمت اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے یعنی اسکے قبل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوکر بیت اللہ شریف کی تعمیر کی تھی اس کا واقعہ مذکور ہے اور اوس دوران میں جو دعائیں دونوں نے ملکر مانگیں تھیں وہ نقل کی گئی ہیں چنانچہ ارشاد ہے واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم پھر اونکی دوسری دعا نقل فرمائی ربنا واجعلنا مُسلمین لك ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لك تو یہاں اپنے واسطے بھی دعا مانگی ہے کہ اللہ ہم کو سچا مسلمان بنا وے دیکھئے کتنی بڑی چیز ہے اسلام کہ انبیا علیہم السلام بھی باوجود اتنے بڑے درجہ پر ہونے کے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ

ہیں کامل اسلام عطا فرما پھر کتنی بڑی سخاوت اور خیر خواہی ہے کہ اپنے ساتھ ہم نالائقوں کو بھی یاد فرمایا ومن ذریتنا اور اے اللہ ہماری اولاد میں سے بھی ایک مسلمان جماعت بنائیو خواہ وہ اولاد جسمانی ہو یا روحانی اسواسطے کہ ایک جگہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ملۃ ابیکم ابراھیم اسکے مخاطب ہیں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساری اُمت کے حسی باپ نہیں ہو سکتے تو لامحالہ یہاں روحانی باپ ہی ہو نامراد ہے اور اگر کہا جاوے کہ خاص عرب مخاطب ہیں جن کے آپ جسمانی باپ بھی ہیں تو اس آیت کا سباق وسیاق اس کا مساعد نہیں چنانچہ اوپر آیت یاایھا الذین امنو میں عام اہل ایمان کو خطاب ہے نہ کہ خاص عرب کو پھر آگے سمّاکم المسلمین اور تکونوا شھداء واقع ہے جو کہ صفت مشترکہ ہے تمام اُمّت کی تو معلوم ہوا کہ ابیکم عام ہے جسمانی باپ ہونے کو بھی اور روحانی باپ ہونے کو بھی غرض وہ یعنی اہل عرب جسمانی اولاد ہیں اور غیر اہل عرب روحانی اولاد ہیں ان سب کو بھی اپنے ساتھ دعا میں یاد فرمالیا البتہ اوس اولاد میں سے ان کو مستثنیٰ کر دیا جو اسلام کے ساتھ موصوف نہوں چنانچہ یوں نہیں فرمایا وذریتنا بلکہ من بڑھا دیا کیونکہ اسکے قبل جو انی جاعلك للناس" کی بشارت سنکر دعا کی تھی ومن ذریتی اور اسکے جواب میں ارشاد ہوا تھا لاینال عھدی الظالمین اس سے اُن کو معلوم ہوگیا تھا کہ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو طریق حق پر نہ ہوں گے اسلئے اس دعا میں اُنکو مستثنیٰ کر دیا اور اس دعا میں ایک بات یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے لقب اس اُمّت کا مسلمہ رکھا جس کا ذکر ایک تفسیر کی بنا پر دوسری آیت میں بھی ہے ھو سمّاکم المسلمین کیونکہ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف ضمیر راجع ہو بہر حال ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے بھی اسلام کو ثابت کیا اور اُمّت محمدیہ کیلئے بھی اسلام کی درخواست کی اس سے اسلام کا جو کچھ شرف ثابت ہے ظاہر ہے یہ تو سباق میں نظر تھی آگے سیاق یعنی مابعد میں دیکھئے تو ایک ہی صفحہ کے اندر جا بجا

اسلام کا ذکر فرمایا گیا ہے سب سیاق و سباق میں جو میں نے غور کیا تو سات جگہ اسلام کا ذکر ہے
ایک واجعلنا مسلمین میں دوسرا امۃ مسلمۃ لک میں تیسرے قال لہ ربہ اسلم میں
چوتھے اسلمت لرب العالمین میں پانچویں فلا تموتن الا وانتم مسلمون میں چھٹے
ونحن لہ مسلمون میں ساتویں لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون میں اور
محاورات عرب میں سات کا عدد یہ کثرت کا مرتبہ ہے اور جب اور مبالغہ مقصود ہوتا ہے
تو ستر کا عدد استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ سات اور ستر کا عدد استعمال کثرت کے لئے احادیث
کثیرہ میں موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا کیا درجہ ہے کہ ایک ہی مقام پر بار بار
اس کا کسطرح ذکر کیا جاتا ہے نیز اس مقام کی آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء
کا مذہب اسلام ہی رہا ہے تو اسلام اتنی قدر کی چیز ہے۔ صاحبو اسلئے میں نے یہ مضمون
بیان کیلئے اختیار کیا ہے یہ تو اسلام کی اہمیت و عظمت کا ذکر ہوا اب اسلام کی حقیقت کو سمجھنا
چاہیئے جسکو میں مختصر کرتا ہوں اسلام اصل میں ایک لغت عربی ہے پھر اور قرآن
و حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نصوص میں جو اس لفظ کا استعمال کیا گیا تو اسکے
ساتھ معنے لغوی پر صرف ایک قید بڑھ گئی ہے اس لحاظ سے دو قسم کا اسلام ہوا ایک
تو اسلام لغوی اور ایک اسلام شرعی اسلام لغوی کے معنے ہیں سپرد ن سونپ دینا اسیکو
تعبیر کر دیتے ہیں گردن نہادن بطاعت سے غرض جو تسلیم کے معنی ہیں وہی اسلام
کے معنی ہیں مادہ دونوں کا سین لام میم ہے اور ان حروف میں تسلیم کے معنی موجود
ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے بلی من اسلم ای من فوض ذاتہ للہ یعنی جس نے
سپرد کر دیا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے غرض اسلام کے معنی ہیں سپرد کر دینا شریعت نے
اس میں ایک اور قید بڑھائی یعنی قید تو اسلم کے معمول میں بڑھائی اور ایک قید اسکے
متعلق میں، لغوی اسلام میں کوئی قید نہیں اس کے معنی ہیں مطلق سپرد کرنا جس کو چاہے
سپرد کرنا اور جسکے چاہے سپرد کرنا اب اسلام شرعی کی قیدیں سنئے ایک قید تو یہ ہے

لہٰ اسلم کا معمول کون ہے خود اپنی ذات اور اس کا متعلق کون ہے اللہ حاصل کیا ہوا اپنے کو اللہ کے سپرد کرنا یہ حقیقت ہے اسلام شرعی کی اب بعد تفسیر اسلام کے یہ دعوی قرآن مجید سے ثابت ہو گیا کہ تمام انبیاء کا مذہب اسلام یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنا رہا ہے اور آپ کو بھی اسکی تعلیم دی گئی ہے بلکہ آپ کو تو اور امم پر ایک خاص شرف منجانب اللہ عطا ہوا ہے وہ یہ کہ گو تمام اطاعت کرنیوالوں کی صفت یہی تھی یعنی اسلام مگر لقب خاص آپ کو ہی دیا گیا یعنی اطاعت کرنے والے اور اسلام لانے والے اور اُمتوں میں بھی تھے مگر لقب اُمت مسلمہ کسیکا بھی نہیں تھا جتنے مقبولان حق گذرے ہیں صفت سبکی اسلام تھی مگر لقب خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ اور کسی کو نہیں دیا مثلاً ایک زمانہ میں دین حق کا لقب عیسائیت تھا ایک زمانہ میں یہودیت تھا وعلی ہذا القیاس اور گو ہر امت کا ایک خاص طریق رہا ہے یعنی باعتبار فروع کے مگر یہ صفت سب میں مشترک تھی کہ سب خدا تعالیٰ کے مطیع بندے تھے حاصل یہ کہ مشترک صفت سبکی اسلام تھی لیکن لقب اُمت مسلمہ کا خاص آپ کو ہی عطا کیا گیا یہ کتنا بڑا شرف ہے پھر شرف پر شرف یہ کہ لقب بھی ملا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے سے۔ (باقی آئندہ)

تحیۃ الاسلام

اسلام کی فطرت بالکل سادہ ہے۔ اس کا چہرہ اپنی خوبصورتی میں بناوٹ اور تصنع و تلمیع کا منت کش احسان نہیں، اسلام علم و عمل کی ایک مکمل آسان کتاب ہے۔ وہ جتنا کہتا ہے اوس سے سوا اپنے عمل پر اس کو مستحکم ترین کرکے پیش کر دیتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ مبغوض اوس کے نزدیک وہ انسان ہیں جو اگرچہ کہتے تو بہت کچھ ہیں لیکن عمل سے انکو اتنا ہی بُعد ہوتا ہے جسقدر کہ وہ کہتے ہیں۔ خدائے قدوس نے پہلے ہی اعلان فرما دیا تھا کَبُرَ مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ خدا کے ہاں سب سے بڑی مبغوض یہ بات ہے کہ تم وہ کہو جسے نہ کرتے ہو۔

شاعری کی صورت گو آج کتنی ہی مسخ ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاعری سے ہی شعراء نے تیغ و سنان کے کام لئے ہیں۔ مردہ قومیں بارہا اس سے زندہ ہوئیں۔ اور کتنی ہی درماندہ و عاجز اُمتیں اس کی بدولت میدانِ نبرد آزمائی میں اُتریں۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ شاعری نے دنیا میں خون و قتل سے گلکاریاں کیں بلکہ حکمت و موعظت کے بھی انمول موتی اس میں کم نہیں۔

یہی توجہ ہے کہ مصداق مَا عَلَّمْنٰاہُ الشِّعْرَ کی زبان فیض ترجمان سے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃ کا ارشاد ہوا جس کو شعر پرست طبقہ حرزِ بازو بنائے ہوئے ہے۔ باوجود اس کے پھر کیا ہے؟ کہ قرآن نے الشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ۔ فرما کر شاعروں اور اون کے متبعین کو متنبہ کیا ہے، اور غایت تنبیہ و زجر کیساتھ قوت دلیل سے اُن کی غی و ضلالت کا اعلان کیا۔ کیا شبہ ہے کہ اس میں قول و فعل کی مطابقت نہیں۔ جتنا وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ قرآن نے خود ہی اس کی تصریح فرما دی ہے۔ یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم۔ وہ اپنے مونھوں سے وہ کہتے ہیں جو اون کے دل میں نہیں ہوتا۔ فصاحت و بلاغت نے بارہا کرشمہ سازیوں کیں ہیں استعداد عمل کی روح لوگوں نے اسی سے حاصل کی مگر با ایں ہمہ اِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ الثَّرْثَارُوْنَ المتفیہقون المتشدقون سے گلے پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرنیوالوں کے لئے بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید نکلتی ہے۔ جس سے بڑھکر

دنیا کی کوئی اور شقاوت وبدبختی نہیں ہو سکتی۔ تم نے سوچا ہو گا تو یہ حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ یہاں بھی وہ ہی لعنت عدم تطابق قول وفعل کار فرما ہے۔ الفاظ کی شان وشکوہ تراکیب کی کیفیت آخر میں تشبیہات واستعارات کی رنگینیاں انجام وبندش کی محویت پاشی۔ یہ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ سامعین کو ہمہ تن بیخود وخود فراموشی بنا دیتی ہیں۔ سماعت کی تمام حرکتیں ایک ہی طرف سمٹ جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت وواقعیت کے شائبہ سے قطعاً نا آشنا۔ اور راستی وصداقت سے بالکل نابلد ہونے کیوجہ سے شارع علیہ السلام کے نزدیک مستحسن تھیں۔ اسلامی تعلیمات کا ایک ایک جزئیہ اسی نظریہ سنجیدگی وسادگی کے تحت میں داخل ہے مجھے عنوان بالا کے ماتحت صرف تحیہ پر گفتگو کرنی ہے کہ اسلامی تحیہ باوجود اس سادگی کے پھر کیسے محاسن کا امانت دار ہے۔ اور کتنی خوبیاں ہیں جو اسمیں مستور ہیں۔ اقوام غیر مسلمہ کیطرح سے عند الملاقات پر از مبالغہ واطراء دعائیں نہیں دیجاتی ہیں۔ بلکہ وہ سادہ مگر معنی خیز لفظ ہیں جسکی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ اور امت مسلمہ میں رائج ہیں تحیۃ اسلامی کی حقیقت اور اسکے فوائد معلوم کرنیسے قبل جو طریقہ رائج تھا اس کا معلوم کرنا ناگزیر ہے کہ تعرف الاشیاء باضدادھا۔ عہد جاہلیت میں ایک دوسرے سے ملاقات کیوقت عرب انعم صباحاً یا انعموا صباحاً کہتے تھے یہ انعم نعومۃ یا نعمۃ سے مشتق ہے خوش عیش اور تروتازہ ہونے کے معنی میں مستعمل تھا۔ فارسی میں خوش عیش باد۔ اس کا ترجمہ ہے۔ صبح کو ملتے تھے تو صباحاً کہتے تھے۔ اور شام کو ملاقات کے وقت انعموا مساءً کہا کرتے تھے۔ کبھی صبحك الله بالخير اور مساك الله بالخير۔ انعم الله بك عيناً۔ انعم الله عينك یہ چند طریقے تھے جنکو عند الملاقات برتا جاتا تھا۔ انعم کی عوض کبھی عِمْ بھی کہدیا کرتے تھے۔ عِمْ صباحاً ومساءً ولیلۃً کے معنی ٹھیک وہ ہی ہیں جو انگریزی میں گڈ مارننگ وگڈ ایوننگ، وگڈ نائٹ، کے ہیں۔ ایک شاعر اطلال کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں سلام کرتا ہے۔ "الا عم صباحاً ایها الطلل البالی وهل يعمن من كان في العصر الخالي۔" شاعر امتداد زمانہ کے بعد ان مکانات کے پاس سے گذرتا ہے جہاں فطرت کی رنگینیوں نے کبھی حسن وعشق کی محفلیں آراستہ کی تھیں۔

اور جلوہ ہائے رنگ رنگ سے فردوس منظر۔ جنت نگاہ بن رہے تھے۔ لیکن زمانہ کے انقلاب آفریں ہاتھ نے ایک ہی وار میں انھیں ویران کر دیا۔ محفل شبانہ کی سرمستیاں بھی ختم ہو گئیں۔ اور اہل بزم بھی ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ اور وہ مکانات بوسیدہ کھنڈروں کیصورت میں تبدیل ہو گئے۔ شاعر کا جسکی عبرت آموز نگاہ نے رنج و مسرت خزاں و بہار کے دونوں منظر دیکھے تھے۔ بے اختیار دل بھر آتا ہے اور متحسرانہ لہجہ میں اونہیں سلام کرتا ہوا کہتا ہے ا اے بوسیدہ کھنڈرو تمھاری صبح نیک ہو، (عرب کی عادت کے مطابق صرف تحیہ مقصود ہے معنی لغوی مراد نہیں) اور آہ، کیا وہ بھی آرام سے ہیں جو عہد ماضی میں یہاں تھے۔ یہ بالکل اسیطرح ہی کہ آج تم ہندستان میں سلطنت مغلیہ کی کسی یادگار عمارت میں چلے جاؤ اور انکا عہد عتیق یاد کر کے اُنھیں سلام کرو۔ اور کچھ کہو، یہ تو آپس میں ملاقات کے وقت کا تحیہ تھا۔ بادشاہوں کیلئے۔ اور امرا، ورؤسا کیواسطے خاص خاص دعائیں تھیں جو اُنھیں دیجاتی تھیں۔ لخم وجذام کے بادشاہوں کو ابیتُ اللعن کہا جاتا تھا (یعنی میں ہر اوس چیز کی آپ کی ذات مستجمع الصفات سے نفی کرتا ہوں جو آپ کے لئے موجب اللعن اور باعث ننگ وملامت ہو۔ قرآن نے خوب کہا ہے کہ جو لوگ ابیتُ اللعن کہتے تھے سخت ترین غلطی کا ارتکاب کرتے تھے کیونکہ اول تو نفی جب ہی ہو سکتی ہے کہ شئ مسلوب بہ کو پہلے موجود مان لیا گیا ہو۔ اور یہ شاہانہ آداب کے خلاف ہے قابل عفو در خور درگذر نہیں۔ شاہان غسان کے ہاں یہ دستور تھا کہ انکو یاخیر الفتیان کہکر پکارا جاتا تھا (بلوغ الارب فی احوال العرب جزء ثانی) اس سے بھی مزید یہ تھا کہ اُن کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ اہل فارس کا طریقہ تھا کہ ہزار سال بمانی،، ملاقات کے وقت تحیۃً کہا کرتے تھے۔ عرب کا قبل اسلام یہ رسم ورواج تھا جو ملاقات کے وقت برتتے تھے۔ جب اسلام آیا تو جسطرح اوس نے حیات انسانی کے تمام شعبوں میں مفید اصلاحات کیں اس میں بھی اصلاح کی۔ اور ان تمام تکلفات کو دور کر کے جنھیں یا تو کذب صریح تھا، یا وہ کوئی بامعنی نتیجہ خیز دعا کے حامل نہ تھے۔

السّلام علیکم،، کا نفاذ کیا، ابوداؤد میں حضرت عمران ابن حصین سے روایت ہے وہ فرما

ہیں کہ ہم عہد جاہلیت میں انعم اللہ بك عینا کہا کرتے تھے جب اسلام آیا تو ہم اس سے روک دیئے گئے تحیہ کے مذکورہ بالا کلمات کو سامنے رکھکر غور کرو کہ ابیت اللعن ۔ انعم اللہ بك عینا کیا اون خیرات و برکات کے جامع ہیں جو السلام علیکم تحیہ اسلامی میں پائے جاتے ہیں ۔ اسمیں کلام نہیں کہ اس میں ہزار سال زندہ رہنے کی دعا نہیں ہے ۔ اور نہ انسان کو فرشتہ بنانے کے وہ تائیدی کلمات ہیں جو ابیت اللعن کے مفہوم سے واضح ہوتے ہیں ۔ لیکن حقیقی فوز و فلاح ۔ ابدی سرت و نجاح کی وہ روح ہے جو تلاش کرنیسے کسی اور جگہ نہیں ملسکتی ۔ تمام راحتوں کا دارومدار آفات و بلایا سے سلامتی پر ہے اگر خوش نصیبی سے یہ میسر آجائے تو تمام عیش و عشرت کا خلاصہ اور لب لباب حاصل ہو جائے ۔ کیونکہ انسان جب حصول خیر و برکت کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جبتک اوسکی مزاحم طاقتوں کا بالکلیہ استیصال نہ کر دیا جائے ۔ اُن کے قلع قمع کے بعد پھر راستہ صاف ہو جاتا ہے اور کوئی چیز تصادم نہیں کرتی ۔ السلام علیکم سے جس طرح یہ مراد ہوتی ہے کہ تم تمام بلیات و آفات سے محفوظ رہو ۔ اسیطرح یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خیرات و برکات کا فیضان فرمائے ۔ یعنی یہ تحیہ جلب منفعت اور دفع مضرت دونوں کو مشتمل ہے ۔ کہ دنیا کی کوئی بھلائی اس کی ہمہ گیری سے خارج نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کو جب ایک یمنی شخص نے آکر السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا اور اسی پر بس نہ کی ۔ راوی محمد ابن عمرو ابن عطاء فرماتے ہیں ثم زاد شیئا مع ذالک کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کہا تو آپ نے فرمایا السلام انتھی الی البرکۃ ۔ سلام تو برکت پر تمام ہو گیا تھا اس لئے زیادہ کہنے کی کچھ ضرورت نہ تھی علما نے لکھا ہے کہ چونکہ سلام تمام حسنات کا مستجلب و جامع ہے اسلئے اس سے زیادہ کہنا تطویل مالا طائل تحتہ ہے (موطا امام مالک باب العمل فی السلام) اور غالباً اسی بنا پر امام ابو حنیفہ مجیب کو اور زیادہ بڑھانے کی اجازت نہیں دیتے (دیکھو در مختار) جنت میں بھی چونکہ ہر طرف سلامتی ہو گی ۔ نہ کسی آفت کا ڈر ہو گا نہ کسی شر کا خوف ہو گا ۔ جس سے پناہ مانگی جائے ۔ اسیواسطے وہاں کے لوگوں کا تحیہ بھی

یہ بھی ہوگا۔ اور فرشتے بھی اون پر سلام پڑھینگے اور اسکو تحیہ کہا کرینگے۔ کما فی القرآن العظیم۔ وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین اور دوسری جگہ ہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اب تک تو تحیۂ اسلامی کی حقیقت واضح کی گئی تھی۔ اب آیئے اسکے متعلق ایک دوسری چیز کی تلاش کریں۔ کہ اسلام میں تمدنی حیثیت سے اسکے متعلق کیا کیا احکام ہیں۔ اور مدنیت کی کتنی شاخیں اس ایک اصل سے متفرع ہیں۔

دنیا میں آج تمدن کی پکار بلند ہے۔ اور اسکی تاریخ بھی منضبط کیجارہی ہے۔ اجتماعی زندگی کی مختلف دعوتیں ہر گوشۂ عالم سے اُٹھ رہی ہیں۔ اسلام نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے (جبکہ دنیا انتشار و پراگندگی کی عالمگیر مصیبت میں مبتلا تھی اور تمدن کا لفظ بھی شاید منت کش زبان نہ ہوا تھا) دنیا میں انسانی زندگی کو خوش نظم اور خوشگوار کرنیکے وہ اصول بتائے جنمیں تمدن کی ابتدا اور انتہا دونوں کی طول طویل تاریخ پوشیدہ تھی۔ اُنمیں سے مدنیت کا آغاز ہوا۔ اور اُنہیں پر ختم بھی ہوگئی۔ تمدن کے جو اصول صحیح ہیں ان کو سکھلایا انسان مدنی الطبع ہونیکی وجہ سے معاونت و مصالحت باہمی اور مواسات و ہمدردی کا محتاج ہوتا ہے اور حقیقت میں یہ بھی ایک ایسی چیز ہے جو حیات انسانی کو خوش نظم رکھہ سکتی ہے اور اسی سے انسانی سوسائٹیاں منتظم رہتی ہیں کہ سب متحد ہوکر ہستی عدم سامان کی کشتی کی ناخدائی کرتے ہیں۔ اگر باہمی مواسات مفقود ہو جائے۔ تو بنی نوع آدم کی بستیوں کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اور جنگ و جدال کا آئے دن سامنا ہوتا رہتا ہے۔ جو مذہب اسکی تلقین نہیں کرتا سیلاب حوادث کی مزاحمت کی طاقت نہ رکھنے کیوجہ سے بہت جلد فنا ہو جاتا ہے۔ اسلام نے جو قیامت تک رہیگا،، اسیوجہ سے ہر جگہ ہر قدم پر اسکی شدید ترین تاکید فرمائی۔ اور تم غور کروگے تو اسکے سازِ توحید کا ہر نغمہ اسی کیفیت جان نواز سے پُر ملیگا۔ تحیہ کے متعلق جو تعارف و ملاقات کی سب سے پہلی کڑی ہے۔ اسلام میں اسقدر تاکیدی احکام ہیں کہ بڑے سے بڑے مدعیان تمدن مذہب اسکی نظیر لانے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ابوداؤد میں ہے ،،

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لا تدخلوا الجنۃ حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا اولا ادلکم علی امر اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم اسوقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو اور مومن کامل نہیں بن سکتے جبتک کہ محبت نکرو تو کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں جو تم کرو تو محبت کرنے لگو (وہ یہی ہے) سلام کو اپنے اندر عام کرلو۔

بس اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایمان کا (جیسے کہ ظاہر الفاظ دال ہیں) دار و مدار افشاء سلام پر کر دیا ہے۔ اور پھر اسی کے ساتھ اس کی علت بھی بیان فرما دی تاکہ محبت و الفت تمھارے اندر عام ہو جائے۔ افشاء سلام کی اسدرجہ تاکید ہے کہ تعارف اور غیر تعارف کا بھی پردہ اٹھا دیا ہے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ اسلام کی عادتوں میں سے کونسی عادت سب سے عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف یعنی یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام بھیجو اس پر جسے تم پہچانتے ہو اور جسے نہ پہچانتے ہو۔

موطا امام مالک میں طفیل ابن ابی ابن کعب سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر جب بازار جاتے تھے تو ہم بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ آپکی عادت شریفہ یہ تھی کہ بازار میں جس کسیکو دیکھتے تھے دوکاندار ہو محتاج ہو یا اپاہج ہو ہر ایک کو سلام کرتے تھے طفیل فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بھی آپکے پیچھے پیچھے گیا اور عرض کیا کہ آپ بازار میں کیا کرتے ہیں؟ نہ تو کسی چیز کا بھاؤ دریافت کرتے ہیں اور نہ کسی اسباب کی قیمت معلوم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم صرف سلام کی غرض سے آتے ہیں جو ملتا جائے اوسے سلام کرتے رہیں۔ اس سے اسکا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تحیہ صحابہ میں کسقدر اہم تھا۔ تحیہ کو استجلاب مودت میں بہت بڑا دخل ہے اسلئے قرآن میں بھی بصیغہ امر ارشاد ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا جب تم کو سلام کیا جائے تو اُس سے عمدہ طریقہ کے ساتھ اسکا جواب دو۔ بخاری میں حضرت عمار ابن یاسر سے روایت ہے کہ ثلث من جمعھن فقد جمع الایمان الانصاف من نفسک وبذل السلام للعالم والانفاق من الاقتار۔ تین عادتیں ہیں جسنے اُن کو جمع کر لیا ایمان کو اکٹھا کر لیا اپنے نفس کیساتھ انصاف کرنا، سلام کو عالم کے لئے عام کر دینا، اور جمع کئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا۔

(باقی آئندہ)

فلسفۂ تسبیح

بسلسلہ جمادی الاول ۴۵ھ

انسان کو اپنے ہی اندر کی خبر نہیں اسے اپنے ہی دوست اور دشمن کا پتہ نہیں پھر اگر اسے مجموعی جہل اور علم خداوندی کے غیر متناہی ہونے کے سبب اوسکی بیشمار مخلوق کی عدم واقفیت کے باعث لا تفقھون تسبیحھم کا مصداق سمجھا جائے تو اس میں کیا قباحت ہے اس کی صداقت میں کیا کلام ہے۔ جبکہ علم ارادہ قدرت حیات یہ سب کے سب آثار وجود سے ہیں تو پھر ایک چیز کو موجود مانکر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عقل اسکے علم وادراک کی تسلیم میں کیوں ابا کرتی ہے۔

بہت سے بہت یہی کہا جائیگا کہ ہم کو اُن موجودات کے علم وحیات ونطق پر اطلاع نہیں سو ہماری عدم اطلاع سے تو یہ لازم نہیں آتا کہ اس مخلوق میں حیات وعلم ونطق نہو۔

ما ایک چمن میں جب ہم نمو دیکھتے ہیں اور دوسرے وقت اسمیں پستی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اسکی حیات وممات میں شک کریں۔

یہ تو تسلیم کیا جانا ضروری ہے کہ جمادات ونباتات کا وجود انکی حیات ایسے نہیں جیسے کہ انسان کی ہیں کیونکہ اگر انسان جلدی بڑھتا ہے تو جلدی گھٹتا بھی ہے۔ جمادات اگر اپنے جسم کی نسبت سے بڑھتے بھی ہیں تو گھٹتے بھی اسی نسبت سے ہیں لیکن یہ کہ کسی درجہ کا علم بھی انکو نہو کسی درجہ میں بھی انہیں حیات حاصل نہو کسیدرجہ میں بھی وہ اپنے خالق کی کوئی بات نہ سنسکیں اس سے کیسی طرح عقل نارسا کو باوجود نارسائی کے اتفاق نہیں۔ اور یہ صرف عقلی ہی دعوی نہیں بلکہ ثقلین کے سوا مخلوق کا عذاب قبر کو دیکھنا اور میت کی آہ وزاری کو سننا زمین کا ہر دن میں دو مرتبہ میت کو مخاطب کرکے اسکے اعمال دنیا کو یاد دلانا بروئے منقول صحیح بھی ثابت ہے۔

جانداروں ہی میں السنہ ولغات کا فرق دیکھئے کہ ایک شہر کے رہنے والے باوجود ایک جگہ رہنے کے باہم مختلف الزبان ہیں کوئی انگریزی بولتا ہے تو کوئی ناگری کوئی سنسکرت کی

[پ]کار کرتا ہے تو کوئی بنگالی بولنے کا عادی ہے کوئی پشتو سمجھتا ہے تو کوئی ترکی اور حال یہ ہے
[ہ]زاروں انسان ایک دوسرے کے ہمزبان بھی نہیں۔
گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن ہو ٭ اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے
[ا]بس انہی کے حالات پر غور کرتے ہوئے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب مختلف اللسان اپنے خالق کو
[ا]س طرح یاد کرتے ہیں کوئی اگر مسجد میں نماز پڑھکر یاد کرتا ہے تو کوئی بھجن گاتا ہے کوئی کلیسا میں
[کھڑ]ا ہوا روتا ہے تو کوئی ایک بے جان پتھر کی مورت کے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے اڑنگ بڑنگ
[بک]رہا ہے پھر اسی سے تنزل کرکے دیکھئے ہزاروں جانور کس کس عجیب عجیب انداز سے اپنی آواز
[ک]و سناتے ہیں۔
ایک درخت پر اگر ایک کوا کائیں کائیں کرتا ہے تو وہیں قمری بھی چہکتی ہوئی نظر آتی ہے اگر
[ا]س درخت پر الّو بیٹھا ہوا انسان جیسے تسبیح کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو اسی درخت پر ایک
[ب]ھی بازگشت کی صدا بزبان حال انسان کو دیتا ہے۔
[نوع]یت تسبیح | الغرض نوعیت تسبیح لسانی ہو یا حالی قولی ہو یا عملی لیکن موجودات کا کوئی فرد من
السمٰوات والارض کی کوئی شئی اس سے بری نہیں۔
بلکہ غور و تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کی حیات کا سبب اور عالم کی بقا کا راز ہی
[ت]سبیح وتقدیس میں ہے لیکن اگر یہ دعوی تسلیم نہیں تو پھر
[فر]ض کرو کہ اگر کل مخلوق اپنے خالق کی تسبیح چھوڑ دے (جسکا نہ ترک اسکے بس میں ہے نہ اختیار
[ا]ختیار میں) تو بلاشبہ اسی وقت مخلوق پر عدم طاری ہو جائے کیونکہ غیر اللہ کا قیام ہی بجز
[تس]بیح و ذکر اللہ متصور نہیں۔
ہمارے اس دعوی کا مبنی صرف عقل ہی پر نہیں بلکہ حدیث لا تقوم الساعۃ حتی یقال
[فی] الارض اللہ اللہ ہے جس سے واضح ہے کہ قیامت عالم کیلئے اسوقت تک قائم نکیجائیگی جبتک
[ا]یک انسان بھی زمین پر اللہ اللہ کہنے والا رہیگا لیکن یہاں یہ اشکال نکیا جائے کہ انسان کے

ترک تسبیح سے قیامت آنے کے کیا معنے ہیں جبکہ اور مخلوق میں زمین و آسمان چاند سورج وغیرہ اسوقت بھی برابر تسبیح و تقدیس کرتے رہینگے۔

اسلئے کہ صفحات ماسبق میں یہ بتلایا جاچکا کہ زمین و آسمان چاند سورج وغیرہ سب کے سب انسان کے لئے ہیں اور انسان خدا کی عبادت کے لئے ہے اور یہ بات بھی آپکے قلب میں ہماری گذشتہ مضامین سے راسخ ہو چکی ہے کہ انسان بوجہ نیابت و خلافت الٰہی مخلوقات میں بمنزلہ مقتدا کے ہے اور کل مخلوق اسکی تابع اور اسکی اقتدا کرنیوالی ہے۔

تو پھر بآسانی یہ عقدہ واضح ہو جاتا ہے کہ جملہ مخلوقات میں لائق توجہ باری عزاسمہٗ انسان ہی کی تسبیح و تقدیس ہوگی کیونکہ اسکو ادراک و شعور علم و فہم جو کچھ بھی دیا گیا صرف اسی لئے کہ یہ ذات بیچون و بیچگوں کو باوجود نہ پہچان سکنے کے پہچانے اور وظیفہ تسبیح و تقدیس کو بجالاتا رہے پس جبکہ بوجہ اسکے مقتدا ہونے کے اس کی ہی تسبیح و تقدیس لائق توجہ باری ہے اور جملہ مخلوق کی تسبیح اسکے تحت ہے اور ایسے ہی ہے جیسے کسی مقتدی کی نماز اپنے امام کی ساتھ ہوتی ہے کہ اگر امام کی نماز ٹوٹ جائے تو اس مقتدی کی نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے اسیطرح جب خدا کی زمین پر ایک متنفس بھی اسکا نام لینے والا باقی نہ رہیگا تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ اب کوئی تسبیح خواں نہیں یا دو کان ہے پر عطار نہیں لہٰذا زمین و آسمان اور وہ چیزیں کہ جو انسان کیلئے پیدا کی گئیں تھیں یا جو انسان اس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے تھے مگر وہ اپنے مقصد سے دور جا پڑے تھے وہ فنا کر دیئے جاویں گے۔

مراتب تسبیح و تقدیس اور جبکہ انسان اور اسکی ساتھ وابستہ مخلوق کی تسبیحات میں یہ نسبت ہوئی جسکو آپ سن چکے کہ جسطرح انسان خلاصہ کائنات ہے اسیطرح اسکی تسبیح بھی مرکز و محور ہے جملہ مخلوق کی تسبیح و تقدیس کی تو پھر اب انسانی تسبیحات میں بھی جو مراتب و درجات ہیں اُن پر نظر دوڑائیے۔

سو جس طرح ہر انسان متوسل ہے اپنے مشائخ رضی اللہ عنہم سے یہانتک کہ وہ سب کے سب صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک اور صحابہ کرام سید المرسلین فخر کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسیطرح درجہ بدرجہ علی قدر مراتب تسبیحات انسانیہ کی باہمی فضیلت و کرامت کو سمجھئے پس معلوم ہوا کہ تسبیح انسانی کا مرکز حضرت خاتم الانبیا کی تسبیح تھی اور آپ آفتاب مسبحین تھے آپ کی امت آخرین مسبحین ہے۔ حاصل اس تقریر سے یہ ہے کہ عالم کا قیام ہی تسبیح و تقدیس انسانی پر ہے اگر یہ نہو تو نعمت وجود اور عطائے حیات باقی نہیں رہسکتی کیونکہ تسبیح ہی وہ ایک چیز ہے جو خالق و مخلوق کے ربط کو قائم رکھتی ہے جب یہ رشتہ باقی نہ رہیگا تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ کہ مخلوق کا خالق تعالیٰ کے ساتھ ربط نہ رہ سکیگا اور جب ربط باقی نہ رہیگا تو مخلوق کا معدوم ہونا لازمی ہے لہذا یہی کہنا پڑیگا کہ بدون تسبیح کے مخلوق مخلوق نہیں رہسکتی۔

اور مخلوق کیلئے تسبیح و تقدیس لازم ہے۔ کوئی ممکن ممکن ہوکر کوئی موجود موجود ہوکر فریضہ تقدیس خالق سے مبرا نہیں۔

گو ہر موجود کی حیات و روح و جسم یکساں نہیں جسکی وجہ سے انکی تسبیحات بھی ایک سی انداز کی نہیں فرق ہے اور زمین و آسمان سے کم کا فرق بھی نہیں ہے مگر قدر مشترک (حیات) میں انکار کی بھی کسیطرح گنجائش نہیں ہے۔

اکثر حضرات جمادات کی حیات میں شک کرتے ہیں اُن کے پیش نظر وہ تحقیق نہیں جو بیان کیجا چکی لیکن اسکی بڑی وجہ موت کی حقیقت سے ناواقفیت بھی ہے۔ فی الحقیقت جس کو موت کی تعریف معلوم ہے۔ اسکو کسیطرح جمادات کی حیات اور ان کے ذی روح ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا لہذا مناسب ہے کہ ہم موت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے بھی جمادات کی حیات کا ثبوت دیں اور اسطرح انکی تقدیس و تسبیح عملی کو ظاہر کریں۔ (باقی آئندہ)

اسلامی اخوت اور انسانی فطرت کا باہمی اثر

گذشتہ سے پیوستہ

گذشتہ تمہید میں اگر غور فرمایا ہوگا تو چند امور کا پتہ چلا ہوگا ایک یہ کہ فطرت و خلقت کا کیا تقاضا تھا،، محض یگانگت و اتحاد کا دوسرے یہ کہ ابتدائے آفرینش عالم کے وقت دنیا کس رنگ میں تھی، ایک خیال اور ایک مذہب و مسلک رکھنے والی،، (اور کیوں بھی نہو جبکہ خالق کائنات و کون موجودات خود وحید و فرید ہو) پھر یہ کہ اسکے بعد عالم نے کونسا روپ بدلا اور کیا ڈھنگ اختیار کیا،، تشتت افتراق کا، عداوت و انشقاق کا، یہانتک کہ اتحاد و محبت اور اخوت و ہمدردی کا خاتمہ ہوچکا اور فطرت کا خاکہ اڑ چکا تھا،،

پس اسوقت آسمان رشد و ہدایت پر اُس آفتاب توحید و نبوت نے طلوع فرمایا کہ جسکی طرف ہم اشارةً رہبری کر آئے،، اس نیر درخشاں نے دنیا کی ظلمتوں کے پردے کسطرح پھاڑے اور عالم کی بہیمیت و وحشت کے اندر کیونکر انسانیت و اُنسیت کی اسپرٹ پھیلائی اور کسطرح مردہ شدہ فطرت کے اندر از سر نو روح پھونکی،،

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ شب تیرہ کی ظلمت و اندھیری دور کرنے کے واسطے کبھی عرصۂ عالم جسمانی (آسمان) پر ستارے جگمگاتے ہیں تو کبھی ماہتاب اپنی ضیا پاشی کو لیکر ظلمت دری کیواسطے بڑھ آتا ہے لیکن ان سب کے بعد اُفق مشرق کے کنارے سے ایک عالمتاب روشنی (آفتاب) اُٹھتی ہے کہ جسکی روشن کرنیں اکناف عالم پر پڑتے ہی تمام عرصۂ عالم کو جگمگا دیتی ہیں اور یکلخت تمام ظلمت دنیا کو کافور کردیتی ہیں،، ساتھ ہی اسکی تنویر اور حرارت کی فیض رسانی میں کوئی امتیاز نزدیک و دور اعلیٰ و ادنیٰ، سیاہ و سفید، کوہ و دشت کا نہیں ہوتا۔ اسکی روشنی بلا امتیاز مکان و مقام ہر شی پر پڑتی ہے اور ہر حرارت و روشنی پذیر شی کو اپنے نور سے بہرہ اندوز کردیتی ہے،،

ایسکو بتلاتا ہے خدا کا سچا کلام ،،

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ،، { اور آسمانوں میں خدا نے چاند کو نور بنایا اور سورج کو بھی روشن مشعل بنایا

ٹھیک اسیطرح اس عالم افروز آفتاب رسالت اور درخشان نیر نبوت نے طلوع ہوتے ہی تفرلق وانشقاق کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنی روحانی روشنی سے تمام عرصۂ عالم کو شرقاً و غرباً جگمگا دیا اور اسکی درخشندگی وضیاء پاشی اور انوار افشانیِ رشد وہدایت کی فیاضی میں ،، عرب وعجم، مشرق ومغرب، اسود وابیض کسی کی تخصیص نرہی جسطرح ایک یورپ وامریکن کا فلاسفر اور یونان وفارس کا حکیم اس سے مستفیض ہو سکا اسیطرح ایک افریقہ کا وحشی اور عرب کا بدو اس گنجینہ رشد وہدایت کی روشنی میں راہ یاب ہوا ،،

چنانچہ آفتاب دنیا کیطرح خدائے قدیر نے اس آفتاب رشد وہدایت کو بھی سراج منیر کا لقب عطا فرمایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ،، (حق جل مجدہٗ) (اے ہمارے رسول) ہمنے تمکو شہادت دینے والا اور خوشخبری پہنچانیوالا (رضاء الہی کی) اور ڈرانیوالا (اللہ کے عذاب سے) اور راہ الہی کیطرف (بھٹکو نکو) بلانیوالا اور ایک نورانی مشعل بناکر (مثل آفتاب کے) بھیجا۔

لیکن آفتاب کی ضیا پاشی عرصۂ عالم دنیا کے لئے تھی مگر اُس آفتاب رحمت وہدایت کی انوار افشانی کونین کیلئے ،، خدا کی خدائی کیطرح اسکی رحمت بھی عام تھی ،، خدا کی خدائی اور اسکی ربوبیت کونین کیلئے تھی تو اسکے محبوب کی رحمت بھی دارین کیلئے ،، وہ اگر رب العالمین ہے ،، تو یہ رحمۃ للعالمین ،،

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (قال اللہ عز اسمہٗ) { اے رسول ہمنے تمکو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بناکر۔

اسکی ایک رحمت بھری آواز تھی کہ جسنے ضلالت وگمراہی کے گڑھوں میں گرے ہوؤں کو سیدھے راستہ پر لگایا اور خدا کی زمین پر کہ جو خلقت وفطرت الٰہی کے مطابق

محبّت واتحاد یگانگت واخوت کے لئے تھی اور لوگوں نے رشتۂ خلقت کو پھیلا کر افتراق و انشقاق کی دیواریں کھڑی کر لی تھیں) ایک خدا کی یگانگت کا ڈنکا بجا کر عالمگیر اخوت و اتحاد کا عام دسترخوان بچھایا، کہ جسمیں اعلیٰ وادنیٰ کا کوئی امتیاز باقی رہا نہ ہی فقیر وامیر کا کوئی سوال، شیخ وشاب کا کوئی تذکرہ ہے نہ کالے گورے کا ذکر، شیخ وسیّد کی صف جدا ہے نہ مغل وپٹھان کی،، آقا وغلام کی کوئی امتیازی شان ہے نہ قوی وضعیف کی،، ذاتی انسانی اور خاندانی امتیازات کو صرف باہمی پہچان اور تمیز کا ذریعہ بنایا اور بس،، اگر عزت دی تو کس کو صرف اسکو کہ جو عزت والے (خدا) کو عزیز ہو۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم،، (حق جل مجدہ)

اے لوگو ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے اور نسلوں اور قبیلوں پر تقسیم کر دیا۔ (صرف) اسلئے کہ باہمی پہچانے جا سکو (ورنہ اصل میں یہ تفریق والنشعاب کوئی ذریعۂ امتیاز نہیں) اور امتیاز اور شرف وعزت اسی کیلئے ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے

ایک دوسری جگہ بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام کا ارشاد بھی یہی تعلیم دے رہا ہے،، لیس لاحد علیٰ احد فضل الا بالدین وتقوی کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر دین اور پرہیزگاری کی وجہ سے

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے،،

تقرب کی ہے گر خواہش تو کچھ اعمال صالح کر ※ وہاں مذہب کے جھگڑے ہیں نہ قومیں ہیں نہ ذاتیں ہیں

علیٰ ہذا اسلام نے مکان ومقام کا کوئی امتیاز رکھا ہے نہ زبان اور رنگ وروپ کی کوئی تفریق البتہ اختلاف السنہ اور رنگ روپ کی تفریق کو وہ ایک آلہی نشان ضرور تسلیم کرتا ہے،،

ومن ایاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم،، (کلام پاک)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے خلق سموات ہے اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف،،

یہی وہ اخوت واتحاد کی تعلیم تھی اور یہی محبت ویگانگت کی روح کہ جسنے دور دراز گوشوں کے رہنے والوں کو ایک کر دیا اور روئے زمین کی قناتیں کھینچکر سب کو ایک فطرت کیطرف متوجہ کر دیا

اس آفتاب (اسلام) نے افق مغرب ریگستان حجاز سے اگرچہ طلوع کیا مگر افریقہ کے جنگلوں میں اسکی کرنیں پڑیں اسکی پوجبل بوقبیس سے پھوٹی لیکن چین وجاپان کی دیواروں پر اسکی حرارت وروشنی پہنچی اور تمام منتشر وپراگندہ قلوب کو ایک رشتہ الٰہی ،، اشھد ان لا الہ الا اللہ کی لڑی میں منسلک کردیا کیا ہی خوب کہا ہے حالی مرحوم نے۔

مل گیا جو ہم میں آکر پھر نہ تھے ہم پوچھتے ٭ روم ہے یا ترک یا روسی عرب ہے یا عجم
ملت بیضا نے قوموں کی مٹادی تھی تمیز ٭ تھے بلال وجعفر وسلمان برابر محترم
ایک رنگت میں اخوت کے تھے سب ڈوبے ہوئے ٭ اسود واحمر جو تھے اسلام کے زیر علم

یہی تو وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ جس کو خدا یاد دلا رہا ہے،،

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ،، (حبل مجدہ)	اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر نازل کیگئی جبکہ تم (قبل از اسلام) آپسمیں ایک دوسرے کے دشمن تھے پس (رشتہ اسلام سے) تمہارے قلوب میں الفت ومحبت پیدا کردی پس ہوگئے تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی

اور یہی تو وہ نعمت ہے کہ جسکی وجہ سے متعصبین یورپ کے بھی منہ بھر آئے،،

یورپ کا بڑا پادری کینن ایزک ٹیلر ،، اسلام کی خصوصیات پر بحث کرتا ہوا نمبر (۲۲) میں لکھتا ہے کہ اسلام میں باہمی طور پر اخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جسکو دیکھکر منہ میں پانی بھر آتا ہے جو شخص مسلمان ہوتا ہے فوراً جماعت میں داخل ہوجاتا ہے اور پندرہ کروڑ بھائیوں میں ایک بھائی بن جاتا ہے،، (ندائے اسلام)

آئیے ذرا اسلامی اخوت ومساوات کی تصویر آپکو مذہبی ارکان میں بھی دکھلائیں،،

مسلمانوں کی عبادت گاہ (مسجد) کیطرف نظر اٹھائیے جبکہ ایک اللہ کا منادی ندا کرتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت خدا کے گھر میں عبادت الٰہی کے واسطے جمع ہوکر ایک لائن میں صف بستہ کھڑی ہوتی ہے کہ جس میں امیر وغریب ، فقیر وحقیر ، عالم وجاہل ، حاکم ومحکوم کا کوئی امتیاز ہوتا ہے۔ نہ ہی رومی وزنگی ،، عربی وعجمی ، چینی وجاپانی کی کوئی تمیز ایک جماعت میں سب دست بستہ

مونڈھے سے مونڈھا ملائے کھڑے ہیں کسی امیر کی مجال نہیں کہ ایک غریب کو اسکی جگہ سے ہٹادے نہ بادشاہ ہفت اقلیم کی طاقت ہے کہ فقیر و مفلس سے ایک قدم آگے بڑھکر کھڑا ہوسکے غور کیجئے اور خیال دوڑائے کہ جس ڈھنگ اور انداز سے ایک ادنیٰ غلام اور معمولی خادم دست بستہ کھڑا ہے اسیطرح اسکی برابر میں اسکا آقا اور حاکم احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑا ہے سب کی وضع ایک قطع ایک اور ادا واحد، کیسکو کسی پر فضیلت ہے نہ بڑائی، عزت ہے نہ سرداری یہ سب کچھ کیوں؟ آخر وہ کیا چیز ہے کہ جسنے ایک حاکم اور آقا کے متکبر دماغ سے انانیت نکالکر ایک اپنے غلام اور خادم کی مساوات کو اپنا فخر بنادیا یہ سب کچھ اسلئے کہ مذہب کا حکم اور بانی مذہب کا ارشاد،،

سوّوا صفوفکم فانّ تسویۃ الصّفوف من اقامۃ الصّلوٰۃ ،، (بخاری) } صفونکو برابر کرلو کیونکہ اقامۃ صلوٰۃ تو یہ صفوف اور برابری کو بھی شامل ہے،،

(باقی آئندہ)

دُعائے صحت

ہمارے محترم کرم فرما، جناب مولوی اشتیاق احمد صاحب (کاتب القاسم) کہ جنکی توجہ سامی کی وجہ سے القاسم اپنے محاسن باطنی کے علاوہ ظاہری حُسن کتابت و دیدہ زیبی کیساتھ شائع ہوتا تھا، کچھ عرصہ سے علیل ہیں نقاہت بدرجہ غایت ہے اسیوجہ سے القاسم اسمرتبہ موصوف کی کتابت سے محروم رہکر کچھ تاخیر سے شائع ہوا، ناظرین کرام دعا فرمائیں کہ حق جل مجدہٗ موصوف کو صحت عاجل و قوت کامل عطا فرمائے،، آمین،، نیز اس تاخیر کو غیر اختیاری سمجھکر معاف فرماویں،،

آئین اُردو

آجتک قواعد اُردو میں سیکڑوں کتابیں تصنیف و طبع ہوئیں، لیکن ایسی کتاب کہ جو قواعد و اصول و محاورات ضروریہ کو حاوی و محیط ہو شائع نہوئی تھی،، مولانا محمد زین العابدین صاحب فرجاد کوتانوی پنشنر مجسٹریٹ درجہ دوم پنجاب حال مقیم میرٹھ کا زبان اُردو پر یہ گرانقدر احسان ہی کہ انھوں نے اس کمی کو پورا فرمایا اور ایک کتاب بنام آئین اُردو تالیف فرمائی کہ جسمیں آسان اور عام فہم طریقہ سے تمام اصلی قواعد ضروریہ اور محاورات کو ایسے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہی کہ جو مؤلف موصوف کا ہی حق ہو [illegible] آمین

نزول عیسیٰ علیہ السلام

اور

متنبی قادیان

وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا

مذاہب کے اصول و فروع کی پرکھ کا معیار فلسفہ نہ کبھی بنا ہے اور نہ بن سکتا ہے۔ وہ فلسفہ جسکی تمامتر اساس تخیلات۔ مزعومات اور مظنونات ہوں اس مذہب کے لئے کسطرح صحت و سقم کی کسوٹی بن سکتا ہے جسکی اصل اصول حقائق عالم۔ بشارات غیب اور ایقان قلب ہوں۔ جسطرح یقین اور ظن میں کوئی نسبتہ نہیں اسیطرح مذہب اور فلسفہ میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ایک صرف حقیقت ہے اور ایک صرف ظن وانّ الظنّ لایغنی من الحقّ شیئاً۔

نبی اور فلسفی میں وہ نسبتہ بھی نہیں جو خاک و رعلم پاک میں ہے۔ نبوت کے سلسلہ کی آخری کڑی علم وحی ہے اور فلسفہ کا انتہائی رجوع دماغ کے منجمد بلغم کی طرف ہوجاتا ہے۔ جو تنہا حق وصداقت کی تحصیل کیلئے ناکافی ہے۔ بڑے بڑے فلسفیوں کو جب ہوش آیا تو وہ آخرکار مزعومات کو چھوڑکر علم وحی کیطرف بڑھے ہیں۔ غزالی و رازی اور ان جیسے اور بہت سے مشہور عالم فلاسفہ جب حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہوئے اور آخر تک فلسفہ انکی مدد نہ کرسکا تو انجام کار انہیں علم الٰہی کا دامن سنبھالنا پڑا۔ کیونکہ ایک حقیقت تو قلوب کو تسلّی دیسکتی ہے۔ پر ظن و شک تسکین قلوب سے عاجز ہیں۔

پس ایک نبی کی بارگاہ تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ کسی فلسفی کے سامنے دست سوال دراز کریا اوسکے افکار و اختراعیات میں یقین وحق کا جویا ہو۔ انبیا علیہ السلام کے ادنیٰ ادنیٰ پیروؤں کیلئے بھی عار ہے کہ وہ یقین کو تفلسف کے میدانوں میں ڈھونڈیں۔ یا اس سے تلچ

صدر کے متلاشی ہوں کہاں ارباب حقائق و بصیرت اور کہاں اصحاب اوہام وظنون؟

بچراغ مُردہ کجا نور آفتاب کجا
سبوئے بادہ کجا شیشۂ گلاب کجا

ہاں پنجاب کے متنبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کا حق وصداقت ضرور اس درجہ کا ہے جو تذبذب اور شک کے دلدل سے کبھی باہر نہ آسکا۔ وقتی مصالح کے اعتبار سے کبھی اس نے قرآن کو مرکز بنایا اور کبھی تفلسف کو۔ مرزا صاحب کو اپنے تخیلات کے لئے جب دلائل کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس تخیل کی ظلمت میں قرآن وسنتہ کو ٹٹول لیتے ہیں اور جو کچھ ہاتھ لگ جاتا ہے بصد جوش وخروش اوسے منظر عام پر لانیکی کوشش فرماتے ہیں۔ لیکن جب دیکھتے ہیں کہ کوئی قرآن وسنتہ کا مالک قرآن بکف اور سنتہ بدل آرہا ہے جو راستے روک سکتا ہے تو فلسفہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اگر کوئی متفلسف سامنے آجاتا ہے تو اسے قرآن وسنتہ کے نام سے مرعوب فرما دیتے ہیں گویا آپ اک انسان صورت شترمرغ ہیں اگر کہا جائے ...... کہ تم شتر ہو اسلئے بوجھ لادکر چلو تو فوراً مُرغ بن جاتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ تم مُرغ ہو اسلئے ہوا میں اُڑکر دکھاؤ تو شتر بن جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ شتر ہیں نہ مُرغ مذبذبین بین ذٰلک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، انکار رفع اور نزول اسلام کا بدیہی اور متواتر ومشہور مسئلہ ہے لیکن ان شرعی بدیہات کو مرزا صاحب کے مذہب نما فلسفہ یا فلسفہ نواز مذہب نے کچھ عجیب قسم کی پیچیدگیوں میں ڈالدیا ہے۔ آپ کے اس خود غرضانہ تفلسف نے ان ضروریات کو نظری در نظری بنا دیا۔ کیونکہ مرزا صاحب کی فرضی مسیحیت کا دیا اس مسئلہ کو پیچیدہ اور ناقابل حل بنائے بغیر نہ ٹمٹما سکتا تھا۔ اسلئے آپ قرآن وسنتہ کی طرف ہی دوڑے اور باوجود دعائے نبوۃ ارسطو وافلاطون اور نیوٹن وسولن کے سامنے بھی الحاح وزاری فرمائی اور فلسفۂ قدیم کی ریزہ چینی کی اور فلسفۂ جدید کی خوردہ گیری فرمائی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ اپنے سراج منیر

کے سامنے کسی کذاب و دجال کو فروغ نہیں دیتا۔ پس جلد ہی یہ طلسم فریب کھلگیا اور خدا کے سچے بندوں کے ہاتھوں یہ گتھی سلجھ گئی تاآنکہ حق و باطل اور طیب و خبیث ممتاز نظر آنیلگے۔

مرزا صاحب نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کو فلسفہ جدید و قدیم سے محال ثابت کرنیکی کوشش کی (درانحالیکہ وہ فلسفہ کے کسی اصول سے واقف نہیں) لیکن انکے مقابلہ میں قرآن و سنتہ کے فلسفہ نے اس مسئلہ کو بدیہی اور آفتاب سے زیادہ روشن کر دکھلایا۔ اور فی الحقیقت قرآن ہی مذہبیات کے صحتہ و سقم کا حقیقی معیار قرار پاسکتا ہے نہ کہ دماغ کا تفلسف۔ اسلئے ہم سب سے پہلے نزول عیسوی کے مسئلہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

(۱) مسئلہ نزول

حضرت شاہ عبدالقادر ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہما نے موضح القرآن میں فرمایاکہ جب قرآن کریم میں اس وجیہ فی الدنیا والآخرۃ پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کا ذکر آیا تو کفار نے اعتراض کیاکہ عیسیٰ کی بھی تو پرستش اک قوم نے کی اور انکو خدا کہا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں (اصنام) کو تو برا بھلا کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ سب جہنم میں ہیں لیکن عیسیٰ کا تذکرہ نہایت ہی عزت و عظمت کیساتھ فرماتے ہیں۔ اور حسب روایۃ ابن عباس رضی اللہ عنہ درمنثور ص۳ میں ہے کہ کفار نے صراحتہً آنحضرتؐ سے پوچھاکہ خدا کے ماسوا جو چیزیں پوجی جاتی ہیں وہ کہاں ہیں؟ فرمایا جہنم میں۔ اُنہوں نے کہا چاند سورج بھی؟ فرمایا وہ بھی۔ اُنہوں نے کہا اچھا پھر عیسیٰ کہاں ہیں تو اللہ نے اُن کے متعلق مفصل آیت نازل فرمائی۔

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدون وقالوا أألهتنا خیر ام هو ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون ان هو الا عبد انعمنا علیه وجعلناه مثلا لبنی اسرائیل ـ	اور جب ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپکی قوم کے لوگ چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ ان لوگوں نے جو یہ آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جنپر ہم نے فضل کیا تھا اور انکو بنی اسرائیل کیلئے ہم نے ایک نمونہ بنایا تھا

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا گیا ہے کہ اون میں کوئی معبودیت کی شان نہ تھی بلکہ وہ تو اللہ کے ایک پاکباز بندے تھے اور انکی بندگی وعبدیت کی وجہ سے اللہ نے اُنپر اپنے انعامات کی بارش برسائی ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک یادگار اور مثال بنایا۔

اُن پر کتنا بڑا انعام ہے کہ اُن کو آسمان پر زندہ بلایا اور پھر قرب قیامتہ میں اوتارنے کا وعدہ دیا تاکہ اس معجزہ کی بدولت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اُمتہ محمدیہ میں قیامت تک لیا جائے۔ اور تاکہ اُن کے انتظار انکی طرف مخلصانہ شوق اور محبانہ جذبات کا ایک تلاطم ہو جو اسلامی قلوب میں جوش مارتا رہے۔

اگر افلاطون وارسطو کا دماغ اسکی تائید نہیں کرتا کہ کوئی بشر زندہ آسمان پر جا سکے تو نکرے اور اگر یورپ کے جدۃ طرازوں کا تفلسف اس رفع ونزول کو محال بتلاتا ہے تو بتلائے۔

لیکن قرآنی اور الٰہی علوم وبصائر اسے ممکن ہی نہیں بلکہ اک ایسا واقعہ ثابت کرتے ہیں جسکی نظیریں اور مثالیں عالم میں روزانہ پیش آتی رہی ہیں اور آتی رہینگی۔ اسی آیت میں فرمایا

ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃ فی الارض یخلفون۔ } اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے. کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔

آیت کا ترجمہ بغور پڑھو دیکھو کہ ملائکہ کے جتھے آسمانوں سے روزانہ اُترتے ہیں اور چڑھتے ہیں۔

(۱) کیا اللہ میں یہ قدرۃ نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر لیجائے اور پھر اُتارے۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام میں ملکیّت کے آثار غالب ہوں جبکہ اُنکی پیدائش میں بھی ملکی آفرینش کا رنگ غالب ہے کہ باپ کے بلا توسط ملک ہی نے آکر بطن مادر میں انکی روح کو ڈالا۔ پس جسکا وجود سرتاپا روحانیت ہو یہانتک کے اسکا خطاب بھی روح اللہ قرار پایا گیا ہے۔ پھر جسمیں آثار ملکیت ہی عام ہوں حتیٰ کہ اس غلبۂ روحانیت ہی کی بدولت اک قوم کی قوم انکو خدا اور خدا کا بیٹا پکارنے لگی ہو تو پھر کیا مشکل ہے کہ ایسی ذات کو ملائکہ کی جماعت میں اک طویل مدۃ تک زندہ رکھا جائے اور اور پھر ملائکہ ہی کیطرح اسکو آسمان سے اُتار دیا جائے۔ چنانچہ لجعلنا منکم سے اسیطرف اشارہ ہے کہ انمیں ملکیت کے آثار موجود تھے۔

(۴) پھر کیا عجیب بات ہے کہ حق تعالیٰ ملائکہ کو تو آسمان سے لاکر زمین پر بسا دینے کی طاقت رکھتا ہے (جیسا کہ آیت بتلا رہی ہے) لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے اوٹھاکر آسمان پر بسا دینے کی قدرۃ نہیں رکھتا، کونسا سلیم فہم ہے جو اسمیں تامل کر سکتا ہے؟ کیونکہ کسی ملک کا آسمان سے اُترکر زمین پر بسنا اور کسی بشر کا زمین سے چڑھکر آسمان پر بسیرا کرنا برابر نہیں۔

یہ آیت کی محکم تقریر اور ملائکہ کے نزول کی تمثیل پھر زمین پر بسا دینے کی نظیر قرآن نے اسلئے پیش کی تاکہ اس رفع و نزول کا امکان ایک بشر کے لئے اوسی طرح ثابت ہوسکے جسطرح ایک ملک کیلئے ثابت ہے۔ اور ارباب بصیرۃ کے سامنے اُس کی اک مثال اور نظیر قائم ہوجائے پس جبکہ اوسنے امکان رفع و نزول کا درجہ ثابت کردیا تو امکان سے ایک قدم آگے بڑھاکر وقوع واقعہ کیطرف راہنمائی فرمائی کہ

وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون	اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں۔ تو تم لوگ اس میں شک
ھذا صراط مستقیم ولا یصدنکم الشیطان	مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا رستہ ہے اور
انہ لکم عدو مبین۔	تم کو شیطان روکنے نہ پاوے۔ وہ بیشک تمہارا صریح دشمن ہے

ابتدا میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اُن پر انعامات کرنے کا ذکر۔ پھر نزول کا امکان پھر نزول کی نظیر و تمثیل دینا اور اسکے بعد لکھنا کہ عیسیٰ قیامت کیلئے اک علم اور یقین ہیں صاف یہی معنی رکھتا ہے کہ وہ قیامت کے قرب میں نازل ہوں گے۔ ورنہ آخر اتنی تمہید کی کیا حاجۃ تھی پھر اس امکان و تمثیل کی کیا ضرورت تھی؟ ہاں چونکہ ناقص اور کور عقلوں پر یہ شاق گذر سکتا تھا اسلئے اسکو منوانے کیلئے پہلے تمہید اُٹھائی گئی اور پھر اوسپر جمے رہنے کیلئے متعدد تاکیدیں فرمائی۔ کہ فلا تمترن بھا (تم لوگ شک مت کرو) پھر فرمایا واتبعون (میرا اتباع کرو اور کہا مانو) پھر فرمایا ھذا صراط مستقیم (دیکھو) یہ سیدھا رستہ ہے اسکے خلاف سب کچھ ہیں) پھر فرمایا ولا یصدنکم الشیطان (دیکھو تمھیں شیطان اسکے ماننے سے روکنے نہ پاوے) بس پہلے تمہیدیں پھر بعد کی تاکیدیں تبلا رہی ہیں کہ کوئی مہتم بالشان امر منوایا جارہا ہے اور وہ نزول عیسوی ہے جو علم للساعۃ ہے قیامۃ کی قریبی علامت اور اوس کا کھلا ہوا یقین ہے۔ (باقی آئندہ)

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب

ادام اللہ فیوضہم

"ناظم جامعہ قاسمیہ و مدیر القاسم"

آج عالم اسلام کا وہ کونسا قلب ہے کہ جو حضرت موصوف کی مذہبی و علمی خدمات کا معترف نہیں۔

حضرت مولانا نے باوجود انہماک نظام دار العلوم و کثرت مشاغل و نقاہت و ضعف جو کچھ علمی جواہر بیدریغ تقسیم فرمائے اسکا اندازہ حضرت موصوف کی تصانیف مشہورہ سے ہر شخص کر سکتا ہے"

دار العلوم کی عروج و ترقی کیلئے حضرت موصوف کا ایثار اور تندھی اور آرام و راحت کا مدرسہ پر قربان کر دینا حیدر آباد کے جلیل القدر عہدہ مفتی اعظم کو خیر باد کہکر دار العلوم کی خدمت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ امور آج کون حقیقت شناس نظر ہے جو نہ جانتی ہو"

حضرت شیخ الہند حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم مدظلہ کے بعد عالم اسباب میں دار العلوم اور اسکی ترقی کا مدار اور حسن انتظامی کی روح رواں اگر حضرت موصوف کو ہی کہا جاوے تو بیجا نہ ہوگا"

القاسم والرشید" دور قدیم کی دوازدہ سالہ خدمات مذہبی و علمی بھی مولانا کی ہی نظر توجہ کی رہین منت رہیں"

القاسم دور جدید بوجہ مشاغل کثیرہ و عوائق حائلہ حضرت مدیر صاحب مدفیوضہم کے اثرات قلم سے محروم رہا للہ الحمد کہ بعد مراجعت دیوبند حضرت موصوف نے اپنے مشہور و معروف مقبول نام مضمون دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کے اجرا کا وعدہ فرماکر کارکنان القاسم کی ہمت افزائی فرمائی جیسا کہ ہم گذشتہ اشاعت القاسم میں مسرت بخش مژدہ سنا چکے لیکن افسوس کہ حضرت مدظلہم کی علالت کے ساتھ نقاہت و ضعف روز بروز ترقی پر ہے کہ جو ہمارے قلوب کو پژمردہ کئے دیتا ہے" اور جسکی وجہ سے مولانا اپنے فرائض منصبی کو بھی پوری طرح ادا نہیں فرما سکتے ہیں

لہٰذا ہم متوسلین دارالعلوم و ناظرین القاسم سے خصوصیت کیساتھ مستدعی ہیں کہ وہ مربی علوم روح روان دارالعلوم کی صحت کیلئے بعد نماز پنجگانہ نہایت الحاح کیساتھ دعا فرمادیں کہ شافی مطلق حضرت مدظلہم کو شفاء عاجل اور قوت کامل عطا فرماکر تا دیر سایہ فگن رہے اور جلد از جلد وہ دن نصیب فرمائے کہ حضرت اقدس کے فیوض علمیہ سے القاسم کے صفحات مزین نظر آئیں۔ آمین یا رب العالمین۔۔

(کارکنان القاسم)

تنویر المصابیح لرکعات التراویح

اس رسالہ میں احادیث ماثورہ و آثار مشہورہ اور محدثین مجتہدین و علماء کرام کے اقوال و اعمال سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ رکعات تراویح کی تعداد کے بارے میں کونسا قول راجح اور اقرب بسنت ہی اور جمہور سلف صالحین کا معمول بہ کیا تھا۔ یہ رسالہ احناف انشاء اللہ فی الواقع شائقین عمل بالسنہ اور انصاف پسند و حق جو سب حضرات کے لئے تشفی بخش ہوگا۔ اس قسم کا جامع رسالہ اس موضوع پر آج تک نظر سے نہیں گذرا ہی۔ رسالہ زیر طبع ہے۔ اس کی ضخامت قریباً اسّی صفحہ کی ہی۔ کاغذ نفیس۔ ٹائیٹل نہایت عمدہ قیمت ۶ر علاوہ محصولڈاک پیشگی قیمت ارسال کرنے والے اصحاب سے رسالہ کی قیمت ۵ر ہوگی۔

نوٹ۔ محصولڈاک ۲ر سے کم نہیں ہوگا لہٰذا پیشگی قیمت ارسال کرنیوالے حضرات ضرور سات آنہ بھیجدیں تاکہ ۵ر قیمت رسالہ اور دو آنے کا ٹکٹ ارسالگی رسالہ میں صرف ہوگا۔

ملنے کا پتہ۔ مدرس اول مدرسہ دینیہ عربیہ محلہ سیف الدین پور، سرینگر کشمیر

ریاض الازہر فی احوال سید البشر عرف غنچۂ چمن

منظوم

سیرۃ النبی پر اب تک مختلف کتابیں شائع ہوئیں اور ابھی لکھی جا رہی ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس موضوع میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائینگی وہ تمام حضور سرکار یثرب کے مدارج علیا کو ملحوظ کرتے ہوئے دریا کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہیں سے داماں نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین نگاہ تو ز داماں گلہ دارد۔

مولانا محمد باقر مدراسی المتخلص بہ آگاہ کی کتاب ہشت بہشت منظوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی جو قدیم اردو ہونیکی باعث لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر پھر بھی کتاب اتنی عام پسند تھی کہ عوام الناس بطور تبرک اسکا پڑھنا ثواب سمجھتے تھے چونکہ تصنیف کتاب کی اصلی غرض اس سے فوت ہو رہی تھی بنا بر علیہ خادم اہل اللہ نے عام فہم زبان میں بطرز جدید ترتیب دیکر ریاض الاظہر کے نام سے شائع کیا تھا مولانا سیماب صاحب اکبرآبادی اور مولانا شفق صاحب عمادپوری نے اس کمی کو اور دو کتابوں سے استنباط کرکے پورا کیا کتاب کی صحت کی ضمانت کیلئے جناب مولانا محمد باقر آگاہ صاحب مدراسی کی ذات ہی کافی ہے جن حضرات کو مولانا آگاہ صاحب کی کتابوں سے مستفیض ہونیکا موقع ملا ہے ان حضرات کو کچھ بتلانیکی حاجت نہیں ہاں جو حضرات رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا محمد عبد الحی لکھنوی نے مختلف کتابوں میں مصنف کے قلمی نسخوں کا حوالہ جگہ جگہ دیا ہے علاوہ اسکے حضرت مصنف نے واقعات کی صحت کی شہادتیں مندرجہ ذیل معتبر و مستند کتابیں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ واقعات صحیحہ کی تلاش میں کتنی جد و جہد کیگئی ہے۔ تفسیر بغوی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الشفاء۔ شمائل ترمذی مع شرحہ ملا عصام للشیخ ابن حجر المکی مواہب لدنیہ بہجۃ المحافل تاریخ ابن کثیر مختلف رسائل مولد النبی للسیوطی والسخاوی اصابہ فی معرفۃ الصحابہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب مختلف رسائل للشیخ السیوطی وفاء الوفا، جواہر العقدین کلاہما للحافظ نور الدین حسن التوسل الدال المنضود وسیلہ حسنی تحفۃ الغرائب تحفۃ الاخیار فتح المعالی حیوۃ الحیوان۔ روضۃ الاحباب معارج النبوۃ مدارج النبوۃ شواہد النبوۃ جذب القلوب وہ کتابیں جن سے غزوات اور وفات اور معجزہ کا ضروری قدر حصہ اخذ کرکے اس کتاب میں درج کیا گیا ہے یہ ہیں مرغوب القلوب مصنفہ مولانا مولوی رؤف احمد تفسیر رؤفی کے مفسر نشر الطیب مصنفہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تواریخ حبیب الٰہ مصنفہ مولانا مولوی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی۔ قیمت اصلی (سے) ۳ روپیہ رعایتی ڈیڑھ روپیہ (عہ) یکم شعبان ۱۳۴۵ھ

ملنے کا پتہ

حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب موچی بازار کنٹونمنٹ بنگلور

[illegible]

ریاض الازہر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن

منظوم

سیرۃ النبی صلعم

یوں تو اب تک مختلف کتابیں شائع ہوئیں اور ابھی لکھی جا رہی ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس موضوع میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائینگی وہ تمام حضور سرکار یثرب کے مدارج علیا کو ملحوظ کرتے ہوئے دریا کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہیں۔ ؎ دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین نگاہ تو ز دامن گلہ دارد۔

مولانا سید محمد بادی المتخلص بہ آزاد کی کتاب ہشت بہشت منظوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو قدیم اردو ہونیکی باعث لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر پھر بھی کتاب اتنی عام پسند تھی کہ عوام الناس بطور تبرک اسکا پڑھنا ثواب سمجھتے تھے چونکہ تصنیف کتاب کی اصلی غرض اس سے فوت ہو رہی تھی بنا علیہ خادم اہل اللہ نے عام فہم زبان میں بطرز جدید ترتیب دیکر ریاض الازہر کے نام سے شائع کیا تھا مولانا سید محمد رضا الہ آبادی اور مولانا شفیق صاحب جاد پوری نے اس کمی کو اردو کتابوں سے استنباط کرکے پورا کیا کتاب کی صحت کی ضمانت کیلئے جناب مولانا محمد باقر آگاہ صاحب مدراسی کی ذات ہی کافی ہے جن حضرت کو مولانا آگاہ صاحب کی کتابوں سے مستفیض ہونیکا موقع ملا ہے ان حضرات کو کچھ بتلانیکی حاجت نہیں ہاں جو حضرات اہل الفقہا والمحدثین حضرت مولانا محمد عبدالحی لکھنوی نے مختلف کتابوں میں مصنف کے قلمی نسخوں کا حوالہ جگہ جگہ دیا ہے علاوہ اسکے حضرت مصنف نے واقعات کی صحت کی شہادتیں مندرجہ ذیل معتبر و مستند کتابیں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ واقعات صحیحہ کی تلاش میں کتنی جد و جہد کی گئی ہے۔ تفسیر بغوی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الشفا۔ شمائل ترمذی مع شرح ملا عصام للشیخ ابن حجر المکی مواہب لدنیہ بہجۃ المحافل تاریخ ابن کثیر مختلف رسائل مولد النبی للسیوطی والسخاوی اصابہ فی معرفۃ الصحابہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب مختلف رسائل للشیخ السیوطی وفاء الوفا جواہر المضیئین کلیہا حافظ نور الدین حسن التوسل الی المنقول وسیلہ حسنی تحفۃ الغرائب تحفۃ الاخیار فتح المعانی حیوۃ الحیوان رحمۃ الاحبابیہ معارج النبوۃ مدارج النبوۃ شواہد النبوۃ جذب القلوب وہ کتابیں جن سے غزوات اور وفات اور معجزہ کا ضروری قدر حصہ اخذ کرکے اس کتاب میں درج کیا گیا ہے یہ ہیں مرغوب القلوب مصنفہ مولانا مولوی درگاہی احمد تفسیر رؤفی کے علاوہ نشر الطیب مصنفہ حکیم الامۃ مولانا اشرفعلیصاحب تھانوی) تواریخ حبیب الہ مصنفہ مولانا مولوی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی۔ قیمت اصلی للعہ رعایتی ڈیڑھ روپیہ (عہ) یکم شعبان ۱۳۴۵ھ

ملنے کا پتہ

حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب موچی بازار کنٹونمنٹ بنگلور

مختصر فہرست کتب

تردید مذاہب باطلہ کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند

جسمیں چند منتخب وچیدہ کتب کی مختصر فہرست درج ہے۔ نیز اس کے علاوہ تمام علوم وفنون کی اردو۔ عربی۔ فارسی۔ درسی وغیر درسی تصنیفات وتالیفات کثیر تعداد میں موجود رہتی ہیں اور نہایت دیانتداری اور اہتمام سے تعمیل فرمایش کیجاتی ہے۔

کتب رد آریہ سماج

الہامی کتاب، قرآن اور وید کے الہامی ہونے پر مولانا ثناء اللہ صاحب اور ماسٹر آتمارام کا مشہور ومعروف مناظرہ ضخامت ۱۹۲ ,, قیمت، عہ

الہام ,, الہام کی تعریف وتقسیم کرکے چند سوالات آریوں سے ,, قیمت، ۲ر

القرآن العظیم ,, حقانیت قرآن پر وابطال وید پر قابل دید کتاب ہے، قیمت، ۳ر

اسلامی تاریخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات، بچوں کے لئے نہایت مفید، ۲ر

السلام علیکم ,, اسلامی سلام کا دوسرے مذاہب کے سلام سے مطابق فطرت ہونا ثابت کیا گیا ہے ,, ۲ر

اسلام اور برٹش لا، سیاست محمدیہ کو انگریزی قوانین کے مقابلہ میں اعلیٰ وافضل ثابت کیا گیا ہے ,, ۴ر

ازواج النبی، سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی ازواج مطہرات کے حالات اور نکاح نبویہ کے مصالح ونکات قابل دید رسالہ ہے ,, قیمت، ۱۲ر

الفوز العظیم، قرآن کریم میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھانے کی حکمتوں کا بیان، قیمت، ۴ر

حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش جسمیں بانی آریہ دھرم سوامی دیانند سرستی کے ایکسو انسٹھ اعتراضات کے معقول اور عالمانہ جواب کہ جسکا جواب آجتک کسی آریہ سے نہ بن پڑا ,, قیمت، ۲ عہ ر

تبر اسلام۔ رسالہ نخل اسلام کا مفصل جواب، ۲ر

بحث تناسخ معرکۃ الآرا قابل دید مناظرہ، ۴ر

ثمرات تناسخ ,, تناسخ کے ماننے کی بنا پر جو کچھ پھل پھول لگتے ہیں ان کا مفصل مرقع کہ جسمیں بانیٔن

ملنے کا پتہ: مینجر کتب خانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور۔ (یو۔ پی)

ریاض الازہر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن

منظوم

سیرۃ النبی پر اب تک مختلف کتابیں شائع ہوئیں اور ابھی لکھی جارہی ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس موضوع میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائینگی وہ تمام حضور سرکار یثرب کے مدارج علیا کو ملحوظ کرتے ہوئے دریا کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہیں ع داماں نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین نگاہ تو ز دامن گلہ دارد۔

مولانا محمد باقر مدراسی المتخلص بہ آگاہ کی کتاب ہشت بہشت منظوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی جو قدیم اردو ہونیکی باعث لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر پھر بھی کتاب اتنی عام پسند تھی کہ عوام الناس بطور تبرک اسکا پڑھنا ثواب سمجھتے تھے چونکہ تصنیف کتاب کی اصلی غرض اس سے فوت ہورہی تھی بناءً علیہ خادم اہل اللہ نے عام فہم زبان میں بطرز جدید ترتیب دیکر ریاض الاظہر کے نام سے شائع کیا تھا مولانا سیماب صاحب اکبرآبادی اور مولانا شفق صاحب عمادپوری نے اس کمی کو اردو کتابوں سے استنباط کرکے پورا کیا کتاب کی صحت کی ضمانت کیلئے جناب مولانا محمد باقر آگاہ صاحب مدراسی کی ذات ہی کافی ہے جن حضرات کو مولانا آگاہ صاحب کی کتابوں سے مستفیض ہونیکا موقع ملا ہے ان حضرات کو کچھ بتلانیکی حاجت نہیں ہاں جو حضرات رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت مولٰنا محمد عبد الحی لکھنوی نے مختلف کتابوں میں مصنف کے قلمی نسخوں کا حوالہ جگہ جگہ دیا ہے علاوہ اسکے حضرت مصنف نے واقعات کی صحت کی شہادتیں مندرجہ ذیل معتبر و مستند کتابیں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ واقعات صحیحہ کی تلاش میں کتنی جد و جہد کیگئی ہے۔ تفسیر[1] بغوی - فتح الباری[2] شرح صحیح البخاری کتاب الشفاء[3]. شمائل ترمذی[4] مع شرحہ ملا عصام[5] للشیخ[6] ابن حجر المکی مواہب لدنیہ[7] بہجۃ[8] المحافل تاریخ ابن[9] کثیر مختلف[10] رسائل مولد[11] النبی للسیوطی والسخاوی اصابہ[12] فی معرفۃ الصحابہ انموذج اللبیب[13] فی خصائص الحبیب مختلف[14] رسائل للشیخ السیوطی وفاء الوفا[15] جواہر[16] العقدین کلاہما للحافظ نور الدین حسن[17] التوسل الدر المنضود[18] وسیلہ حسنی[19] تحفۃ[20] الغرائب تحفۃ الاخیار[21] فتح المعالی[22] حیوۃ[23] الحیوان. روضۃ الاحباب[24] معارج[25] النبوۃ مدارج[26] النبوۃ شواہد[27] النبوۃ جذب[28] القلوب وہ کتابیں جن سے غزوات اور وفات اور معجزہ کا ضروری قدر حصہ اخذ کرکے اس کتاب میں درج کیا گیا ہے یہ ہیں مرغوب[29] القلوب مصنفہ مولانا مولوی رؤف احمد تفسیر رؤفی کے مفسر نشر الطیب[30] مصنفہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تواریخ حبیب[31] الٰہ مصنفہ مولانا مولوی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی - قیمت اصلی ۳ روپیہ رعایتی ڈیڑھ روپیہ (عہ) یکم شعبان ۱۳۴۵ھ

...غزوات و معجزات و وصال النبی کا تذکرہ مفصلاً ہے

ملنے کا پتہ

حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب موچی بازار کنٹونمنٹ بنگلور

[illegible]

ریاض الازہر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن

منظوم

سیرۃ النبی

پر اب تک مختلف کتابیں شائع ہوئیں اور ابھی لکھی جا رہی ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس موضوع میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائینگی وہ تمام حضور سرکار یثرب کے مدارج علیا کو ملحوظ کرتے ہوئے دریا کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہیں ؎ دامان نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین نگاہ تو ز دامن گلہ دارد۔

مولانا محمد باقر مدراسی المتخلص بہ آگاہ کی کتاب ہشت بہشت منظوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو قدیم اردو ہونیکی باعث لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر پھر بھی کتاب اتنی عام پسند تھی کہ عوام الناس بطور تبرک اسکا پڑھنا ثواب سمجھتے تھے چونکہ تصنیف کتاب کی اصلی غرض اس سے فوت ہو رہی تھی بنا بریں خادم اہل اللہ نے عام فہم زبان میں بطرز جدید ترتیب دیکر ریاض الازہر کے نام سے شائع کیا تھا مولانا سیماب صاحب اکبر آبادی اور مولانا شفیق صاحب عماد پوری نے اس کمی کو اردو کتابوں سے استنباط کرکے پورا کیا کتاب کی صحت کی ضمانت کیلئے جناب مولانا محمد باقر آگاہ صاحب مدراسی کی ذات ہی کافی ہے جن حضرات کو مولانا آگاہ صاحب کی کتابوں سے مستفیض ہونیکا موقع ملا ہے ان حضرات کو کچھ بتلانیکی حاجت نہیں ہاں جو حضرات رئیس الفقہا والمحدثین حضرت مولانا محمد عبد الحی لکھنوی نے مختلف کتابوں میں مصنف کے قلمی نسخوں کا حوالہ جگہ جگہ دیا ہے علاوہ اسکے حضرت مصنف نے واقعات کی صحت کی شہادتیں مندرجہ ذیل معتبر و مستند کتابیں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ واقعات صحیحہ کی تلاش میں کتنی جد و جہد کیگئی ہے۔ تفسیر بغوی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الشفاء۔ شمائل ترمذی مع شرحہ ملا عصام للشیخ ابن حجر المکی مواہب لدنیہ بہجۃ المحافل تاریخ ابن کثیر مختلف رسائل مولد النبی للسیوطی والسخاوی اصابہ فی معرفۃ الصحابہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب مختلف رسائل للشیخ السیوطی وفاء الوفا جواہر العقدین کلاہما للحافظ نور الدین حسن التوسل الی المنضود وسیلہ حسنی تحفۃ الغرائب تحفۃ الاخیار فتح المعالی حیوۃ الحیوان۔ وغنیۃ الاحباب معارج النبوۃ مدارج النبوۃ شواہد النبوۃ جذب القلوب وہ کتابیں جن سے غزوات اور وفات اور معجزہ کا ضروری قدر حصہ اخذ کرکے اس کتاب میں درج کیا گیا ہے یہ ہیں مرغوب القلوب مصنفہ مولانا مولوی رؤف احمد تفسیر رؤفی کے مفسر نشر الطیب مصنفہ حکیم الامۃ مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی تواریخ حبیب الہ مصنفہ مولانا مولوی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی۔ قیمت اصلی ۳ روپیہ رعایتی ڈیڑھ روپیہ (عہ) یکم شعبان ۱۳۴۵ھ

[illegible]

ملنے کا پتہ

حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب موچی بازار کنٹونمنٹ

بنگلور

مختصر فہرست کتب

تردید مذاہب باطلہ کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند

جسمیں چند منتخب و چیدہ کتب کی مختصر فہرست درج ہے۔ نیز اس کے علاوہ تمام علوم و فنون کی اردو۔ عربی۔ فارسی۔ درسی و غیر درسی تصنیفات و تالیفات کثیر تعداد میں موجود رہتی ہیں اور نہایت دیانتداری اور اہتمام سے تعمیل فرمایش کیجاتی ہے۔،

کتب رد آریہ سماج

الہامی کتاب، قرآن اور وید کے الہامی ہونے پر مولانا ثناء اللہ صاحب اور ماسٹر آتمارام کا مشہور و معروف مناظرہ ضخامت ۱۹۲ ،، قیمت، عہ/

الہام ،، الہام کی تعریف و تقسیم کر کے چند سوالات آریوں سے ،، قیمت، ۲/

القرآن العظیم ،، حقانیت قرآن پر و ابطال وید پر قابل دید کتاب ہے، قیمت، ۳/

اسلامی تاریخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات، بچوں کے لئے نہایت مفید، ۲/

السلام علیکم ،، اسلامی سلام کا دوسرے مذاہب کے سلام سے مطابق فطرت ہونا ثابت کیا گیا ہے،، ۰۲/

اسلام اور برٹش لا، سیاست محمدیہ کو انگریزی قوانین کے مقابلہ میں اعلیٰ و افضل ثابت کیا گیا ہے،، ۴/

ازواج النبی، سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی ازواج مطہرات کے حالات اور نکاح نبویہ کے مصالح و نکات قابل دید رسالہ ہے،، قیمت، ۱۲/

الفوز العظیم، قرآن کریم میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھانے کی حکمتوں کا بیان، قیمت، ۰۴/

حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش جسمیں بانی آریہ دھرم سوامی دیانند سرستی کے اکیسوانسٹھ اعتراضات کے معقول اور عالمانہ جواب کہ جسکا جواب آجتک کسی آریہ سے نہ بن پڑا،، قیمت، عہ۲/

تبر اسلام۔ رسالہ نخل اسلام کا مفصل جواب، ۶/

بحث تناسخ معرکۃ الآرا قابل دید مناظرہ، ۴/

ثمرات تناسخ ،، تناسخ کے ماننے کی بنا پر جو کچھ پھل پھول لگتے ہیں ان کا مفصل مرقع کہ جسمیں بانیٔین

مذہب آریہ کی بھی مکتی یقیناً محال ہو جاتی ہے، ۶ر

حضرت محمدؐ رشی، حضور اقدسؐ کی نبوت و رسالت کا ثبوت توریت وانجیل اور وید سے ایسے صاف اور صریح حوالوں سے دیا ہے کہ جسمیں مجال انکار نہیں، ۴ر

حدوث وید، اس میں وید کے ہی منتروں سے وید کا حدوث ثابت کیا گیا ہے،، ۳ر

حدوث دنیا،، دربارۂ ازلیت وابدیت سلسلہ عالم نہایت دلچسپ مناظرہ،، ۳ر

شادی بیوگان اور نیوگ، جس میں نیوگ جیسی شرمناک اور حیا سوز مسئلہ سے نکاح بیوگان کو ممتاز کرکے اس کی فضیلت ثابت کی ہے،، ۲ر

مقدس رسول، آریوں کے ایک زہریلے رسالہ رنگیلا رسول، کا (کہ جسمیں ازواج مطہرات پر سخت اعتراضات کئے تھے) نہایت معقول و دندان شکن جواب قابل دید، ۱۲ر

جہاد وید کہ جسمیں جہاد کا ثبوت وید منتروں سے دیکر اسلامی جہاد کو ثابت کیا ہے،، ۴ر

نماز اربعہ، چہار مذاہب مشہورہ، آریہ، عیسائی، ہندو، مسلمانوں کی نمازوں اور عبادتوں کا مقابلہ اور اسلامی نماز کی فضیلت، و مطابق فطرت ہونا ثابت کیا گیا ہے، قیمت ۵ر

نکاح آریہ، آریہ دھرم کے احکام نکاح پر مندرجہ ذیل عنوانات پر بحث کرکے اسلامی نکاح کی فضیلت ثابت کی ہے (۱) نکاح کی ضرورت اور غرض (۲) نکاح کس عمر میں ہو (۳) نکاح کس عورت سے ہو (۴) بیاہ کی قسمیں (۵) نکاح کرنیکا طریق (۶) میاں بیوی کے ملاپ کا طریق (۷) نکاح لازم غیر منفک عقد ہے یا قابل فسخ (۸) نکاح بیوگان طباعت وکتابت عمدہ، ۶ر

عصمت ونبوت، عصمت انبیاء پر جو مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں اُن کا جواب،، ۶ر

عصمت النبی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اعتراضات عیسائی وآریہ کرتے ہیں اُنکا جواب، ۲ر

مذہب منصور،، مولانا حکیم منصور علی خانصاحب مقیم حیدرآباد دکن کی معرکۃ الآرا تصنیف کہ جسمیں تمام عالم اور اس کی جزئیات سے اثبات توحید کرکے دلائل نبوت حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے،، قیمت، ۸ر

بت شکن ۹ر

فیصلہ، نہایت قابل دید رسالہ ہے ۱ر

الہام جدید ۱ر

تاریخ دنیا ۱ر

ویدوں کی فحش بیانی ۱ر

ویدوں کی نقلہرانی ۱ر

سوامی دیانند کے قول و فعل، ۱؍

زنا نہیں نیوگ، قیمت ۲؍

تعدد ازدواج، قیمت ۱؍

وید کا بھید، قابل دید رسالہ ۲؍

انتصار الاسلام، از حضرت قاسم العلوم والخیرات مفصل۔ دیکھو فہرست کلاں، ۳؍

قبلہ نما "" ۸؍

مباحثہ شاہجہانپور، "" ۷؍

میلہ خدا شناسی، "" ۳؍

حجۃ الاسلام، "" ۸؍

تقریر دلپذیر، قیمت عہ

تحفہ لحمیہ، قیمت ۱؍

تحفۃ الہند، سناتن و آریہ کے رد میں مشہور و معروف کتاب ۱؍

تکمل کفر توڑ، نہایت قابل دید کتاب ہے، ۸؍

نعمۃ الحق، مصنفہ سید المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب جسمیں نہایت عمدہ پیرایہ میں گوشت خوری کو ثابت کیا گیا ہے، قیمت ۶؍

رد تناسخ، از مولانا موصوف، ۶؍

طریقۃ الحق "" ۴؍

حکمۃ الحق "" ۳؍

اعجاز القرآن، از مولانا شبیر احمد صاحب جسمیں قرآن کا الہامی ہونا ثابت کیا گیا ہے، ۸؍

الجہاد الکبیر، ستیارتھ پرکاش کے پانچویں باب میں قرآن مجید پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں اُن کا نمبروار جواب، قیمت ۲؍

علم الکلام، از مولانا محمد ادریس صاحب مدرس دار العلوم دیوبند جسمیں حدوث عالم کا مسئلہ طے کیا گیا ہے، ۳؍

کلمۃ الحق، جسمیں دنیا میں کفر کا آغاز اور اس کے اسباب اور آریہ سماج کے جوابات انہیں کے اصول سے دئے گئے ہیں، قیمت ۳؍

کتب ردّ نصاریٰ

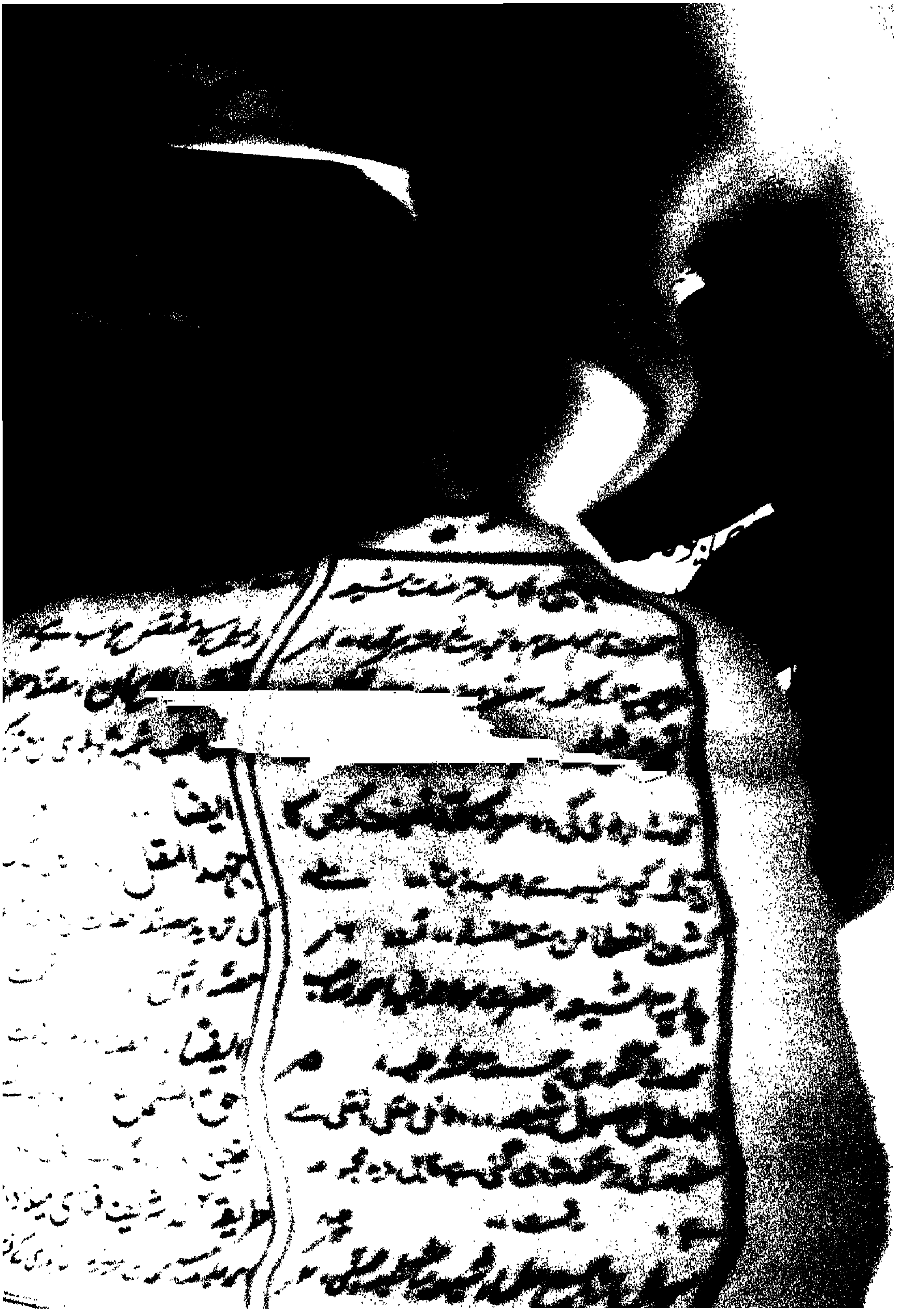
تقریر دلپذیر، مذکورہ سابقہ قاسمی، عہ

پیغام محمدی جسمیں مسئلہ تثلیث نصاریٰ کو غلط ثابت کرکے تعلیم اسلامی کی خوبی بیان فرمائی ہے، عہ

دفع التلبیس، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات آپ کی نبوت کا اثبات، ۱۰؍

تقابل ثلاثہ، جس میں قرآن اور توارت و انجیل اور وید کا مقابلہ کرکے قرآن کریم کی فضیلت ثابت کی گئی ہے،،

نماز اربعہ،، مذکورہ سابق،، ۵؍



کتب ردِ قادیانی

تحقیق الکفر والایمان، جسمیں مسئلہ کفر ایمان کی تفصیل قرآن و احادیث سے مفصل کی گئی ہے اور مرزا قادیانی کے کفر پر انکو منطبق کیا ہی، ۲ ۲ ع /

زلزلۃ الساعۃ عرف قادیان میں قیامت خیز بھونچال، قابل دید رسالہ ہے، ۱/

ہدیۃ المہدیین، اس میں آیت خاتم المرسلین کی تفسیر نہایت شرح و بسط کیساتھ کرکے ۳۱ اکتیس آیات نصوص اور ۱۶۲ ایک سو باسٹھ حدیثوں نیز ائمہ کے اقوال اور اجماع امت سے ختم نبوت کا اثبات کیا گیا ہی از مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی، ۸/

ختم النبوت فی القرآن، (حصہ اوّل) جسمیں ۱۰۰ سو آیات سے ختم نبوت کا ثبوت ہے، ۱۲/

ختم النبوت فی الاحادیث، حصہ دوم جسمیں دو سو احادیث اس بارہ میں جمع کی ہیں، قیمت، ۸/

ختم النبوت فی الآثار، حصہ سوم، آثار صحابہ و تابعین اور اجماع امتہ و دلائل عقلی سے ختم نبوت کو ثابت کیا ہے، قیمت، ۸/

الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح، ۳ ۲/

صدع النقاب، حضرت شاہ صاحب مد فیوضہم کا منظوم رسالہ کہ جسمیں مرزا غلام احمد کے کفریات کو بیان فرمایا معہ حوالہ کتاب و صفحہ مرتبہ و ترجمہ مولوی سید محمد ادریس صاحب سکروڈہوی، ۳/

انوار ایمانی، نہایت عمدہ رسالہ ہے، ۵/

تنبیہ قادیانی، قیمت، ۳/

تائید ربانی نصرت یزدانی کا دنداں شکن جواب، قیمت، ۳/

تذکرہ یونس ع، حضرت یونس علیہ السلام کی واقعی حالت قرآن و حدیث سے بیان کرکے مرزا کا کذب ثابت کیا ہے، قیمت، ۳/

فیصلہ آسمانی، جسمیں نہایت محققانہ انداز میں مرزا کا کاذب ہونا قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے نہایت قابل دید رسالہ ہے، ۱۲/

محکمات ربانی، عبد الماجد بھاگلپوری مرزائی کے الفاظی غلطیوں اور اُن کے فریب کو طشت از بام کیا گیا ہے، قیمت، ۶/

مسلمانوں کو خوشخبری، ۱/

ملنے کا پتہ منیجر کتب خانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند یوپی۔

حقیقت رسائل اعجازیہ، ۶ر

الشہاب لرجم الخاطف المرتاب،، مفصل دیکھو فہرست کلاں میں، قیمت صرف، ۵ر

الہامات مرزا، مرزا قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کرکے انکو غلط ثابت کیا گیا ہے،، ۱۲ر

مرقع قادیانی، مرزا قادیان کی ہزلیات کا قابل دید رد، قیمت، ۷ر

تاریخ مرزا، مرزا کی تمام سوانح ایام طفولیت سے مرنے کے وقت تک کے حالات. قیمت، ۹ر

نکاح مرزا. مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) کی پیشگوئی کی تردید انکے ہی اقوال سے،، ۲ر

فاتح قادیان، مرزا کی پیشین گوئی بابت وفات مولانا ثناء اللہ معہ فیصلہ منصفان وسرپنچ ومفصل روداد اور آیۃ اللہ،، مصنفہ مسٹر محمد علی امیر جماعت احمدیہ کا مکمل جواب، قیمت،، ۸ر

عقائد مرزا،، مرزا کے عقائد کا مختصر بیان ان کے اقوال سے، قیمت ۱ر

چیستان مرزا، مرزا کے کلام میں تناقض، ۱ر

شہادات مرزا، جسمیں دس شہادتوں سے مرزا کے دعوے مسیحیت کی تردید کی گئی ہے کہ جس کے جواب پر ایکہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہی، ۴ر

کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ اس رسالہ میں امکان رفع جسمانی کا اثبات کرتے ہوئے حیات عیسیٰ کو انوکھے انداز میں بیان فرمایا ہے،، از مولانا محمد ادریس صاحب ۸ر

الخبر الصحیح،، قبر شریف مسیح علیہ السلام پر مفصل بحث کیگئی ہے اور خیالات مرزا کی تردید کیگئی ہی،، ۲ر

چشمہ ہدایت، مرزا کا جھوٹا ہونا خود اوس کے اقوال سے،، قیمت، ۱ر

دوسری شہادت آسمانی. جسمیں ثابت کیا گیا ہی کہ ۱۳۱۲ھ میں جو دو گھنٹوں کا اجتماع رمضان میں ہوا تھا وہ امام مہدی کا نشان ہرگز نہ تھا بلکہ اُس سے پہلے بھی ایسا ہوتا چلا آیا ہی جنکی فہرست اس میں دی گئی ہے، قیمت صرف،، ۸ر

صحیفۂ رحمانیہ، ابتک اس کے بائیس پرچے شائع ہو چکے ہیں جسمیں قادیانی کے تمام شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے،، کل کی قیمت،، ۱۰ر عہ

معیار صداقت. منکوحہ آسمان والی پیشگوئی کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب نے فرمایا اسکا جواب، ۱ر

القول الصحیح فی مکائد المسیح.. قادیانی کفریات کا مرقع اور اسپر علماء اسلام کے فتاوی تکفیر، ۱ر

فتوی تکفیر قادیان،، جسمیں تمام ہندوستان کے فتاوی اور علماء کی آراء معہ ہزلیات مرزا درج ہیں، ۱ر

ملنے کا پتہ مینجر کتب خانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

مرزا کا سربستہ راز ،، قیمت ۱۰/
اشد العذاب علی مسیلمۃ الفنجاب، وہ لاجواب کتاب
کہ جس کا ہر مسلمان کے پاس ہنا ضروری ہے، ۱۰/
صحیفۃ الحق، جس میں مرزا صاحب کے ہی اقرار کر
اس کا ملعون اور مغضوب ہونا ثابت کیا گیا ہے، اور
تمام مرزائیوں کو بلا شرط اعلان مناظرہ دیا گیا ہے، ۴/

کتب رد شیعہ

انتباہ المومنین، بجواب اعتراضات شیعہ
از حضرت قاسم العلوم والخیرات نور اللہ مرقدہ ،، ۱/
الاجوبۃ الکاملہ، مصنفہ حضرت مولانا موصوف ،، ۳/
تحفہ اثناعشریہ، حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
محدث دہلوی کی وہ معرکۃ الآرا تصنیف کہ جس کا
آج تک کسی شیعہ سے جواب نہ بنا ،، سے/
کشف الغطاء عن متعۃ النساء ،، اردو ۶/
ہدایۃ الشیعہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب
محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ۵/
ابطال اصول شیعہ ،، دلائل عقلی ونقلی سے
شیعہ کی جڑ اکھاڑ دی گئی ہے قابل دید مجموعہ
ہے ،، قیمت ۱۲/
سوال از جمع علماء شیعہ مباحثہ شیعہ و سنی، ۲/

کتب رد بدعات

اصلاح الرسوم - نکاح - شادی - غمی وغیرہ میں
جو آج کل لغو رسوم مروج میں - جنہوں نے ہندوستان
کو تباہ کر دیا ہے ان کی خرابیاں دینی ودنیوی از
مولانا مولوی اشرف علی صاحب مدظلہ ۔ ۶/
براہین قاطعہ ۔ اس کتاب میں صرف رسوم و
بدعات کی تردید اور بدعت ہونے کی تشریح پر ہی
اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ مبتدعین کی ایک ایک
دلیل کا مفصل جواب ہے ،، ۱۲/
تقویۃ الایمان، مصنفہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل
صاحب شہید دہلوی مع تذکیر الاخوان، ۱۲/
ایضاً ،، خورد، ۴/
جہد المقل، در امکان کذب جھوٹے الزاموں
کی تردید مصنفہ حضرت شیخ الہند (عام فہم نہیں ہے)
حصہ اول، قیمت، ۶/
ایضاً، حصہ دوم، قیمت، ۱۰/
حق السماع راگ مزامیر سننے کے متعلق فقہی
تحقیق اور بزرگوں کے اقوال ،، ۲/
طریقہ مولد شریف فتویٰ میلاد حضرت مولانا
احمد علی صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری کے فتوی، ۶/

قطوف دانیہ در کراہت جماعت ثانیہ ، ۲ر

کتب مسائل مختلف فیہا تقلید و عدم تقلید وغیرہ

اوثق العرى ۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہ ہونیکا ثبوت احادیث صحیحہ سے مصنفہ حضرت گنگوہیؒ ۔ ۱ر

ادلۂ کاملہ ۔ اہلحدیث کے دس اعتراضات کا نہایت عالمانہ جواب اور پھر اپنی طرف سے پُرزور گیارہ اعتراض از حضرت مولانا شیخ الہندؒ ۔ ۱ر

الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد ۔ تقلید و اجتہاد کے متعلق منصفانہ بحث از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی ۔ قیمت ۴ر

انصاف مع ترجمہ اردو کشاف مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تقلید کے متعلق شاہ صاحب نے بطور محاکمہ اور انصاف کے لکھا ہے اور اس میں دوصدی کے بعد تقلید کا وجوب ثابت کیا ہے ۔ ۸ر

عقد الجید ۔ تقلید کے متعلق از حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مع اردو ترجمہ ۔ ۴ر

سبیل الرشاد ۔ جماعت ثانیہ بار آمین بالجہر رفع یدین وغیرہ اور تقلید شخصی کا اثبات از حضرت مولانا گنگوہیؒ ۔ ۳ر

الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح ۔ بیس تراویح کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے از حضرت گنگوہیؒ ۱ر

القول البدیع گاؤں میں جمعہ جائز نہ ہونیکا مفصل بیان از حضرت مولانا تھانوی ۔ ۳ر

الدلیل المحکم ۔ قرات فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کی تحقیق از مولانا محمد قاسم صاحبؒ قابل دید ہے ۔ ۲ر

توثیق الکلام از مولانا موصوف در مسئلہ مذکورہ ۔ ۱ر

ہدایۃ المعتدی قرات فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں نہایت محققانہ رسالہ از حضرت گنگوہیؒ ۔ ۳ر

دیگر کتب مباحث حقانیت اسلام

تقریر دلپذیر از حضرت قاسم العلوم الخیراتؒ کورہ کاغذ ۱۲ر

عقائد الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی معرکۃ الآرا تصنیف ۔ ۱۲ر

خورشید صداقت مذہب اسلام کی خوبیوں کو مدلل طریق سے بیان کرکے اسکی حقانیت کو ثابت کیا ہے ۱۲ر

اسلامی اعتقاد دربارہ تمیل احکام توریت و انجیل ۶ر

فلسفہ اور معجزہ معجزہ اور فلسفہ پر محققانہ مناظرہ ۸ر

تائید المحمد والقرآن ارقام محمد ایڈ قرآن ۔ مصنفہ جان ڈیون پورٹ کا اردو ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح پر جو جھوٹے الزامات تھے مصنف موصوف نے انکو رفع کیا ہے قابل دید کتاب ہے ۔ قیمت ۱۲ر

[illegible]

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا نہایت قابل دید تقریر ہے ،، قیمت ، ۴ر

استقامت ایک مذبذب مسلمان کے خط کا جواب عیسائیت پر اسلام کی فضیلت کہ جسکے بعد بہت سے عیسائی مسلمان ہوئے ،، قیمت ، ۴ر

الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید ،، مؤلفہ امام محمد بن علی شوکانی جسمیں مسئلہ توحید کو ایسے انوکھے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ جسمیں کفر و شرک کا شائبہ تک نہیں اور توحید نہایت اعلیٰ بیان کئے گئے ہیں ،، ۱۲ر

کتاب الصیام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی مشہور کتاب مصفی شرح موطا امام مالک کا ترجمہ اُردو ،، قیمت ،، ۵ر

کتب تاریخ و سیر ،، قابل دید ،،

تاریخ الخلفا ،، قیمت ، ؏ر

الفاروق ،، قیمت ، سے

ایضاً ،، ،، ، ؏

المامون ،، قیمت ، ؏ر

ازواج النبی ،، ۱۲ر

سیرۃ النعمان ،، از علامہ شبلی ، ؏ر

آغاز اسلام ،، قیمت ، ۸ر

بیان الامرا ، ترجمہ تاریخ الخلفا ،، ؏

اصحاب الصفہ امام ابن تیمیہ کے عربی رسالہ کا ترجمہ ،، جسمیں اصحاب الصفہ کی تعداد و حالات مفصل طور سے بیان فرمائے ہیں ،، ۔ ۲ار

حیات طیبہ ، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کی سوانحمری ہے

حیات حافظ خواجہ حافظ شیرازی کی سوانح ، ۱۲ر

حیات سعدی حضرت سعدی شیرازی کی سوانح ، ۱۰ر

تاریخ مکہ معظمہ قیمت ۰۴ر

تذکرۃ الاولیا ، فارسی ، ؏ر

ایضاً اُردو قیمت ، ؏ر

تذکرۃ الرشید حصہ اول حضرت مولانا گنگوہی کی سوانح ؏ر

ایضاً حصہ دوم ؏ر

ایضاً حصہ سوم ۶ر

قصص الانبیاء کلاں ؏

فتوح الشام عربی (۸ر) سوانحمری از مولانا تھانوی ۳ر

شمائم امدادیہ (؏ر) مصیبت نامہ ۰۲ر

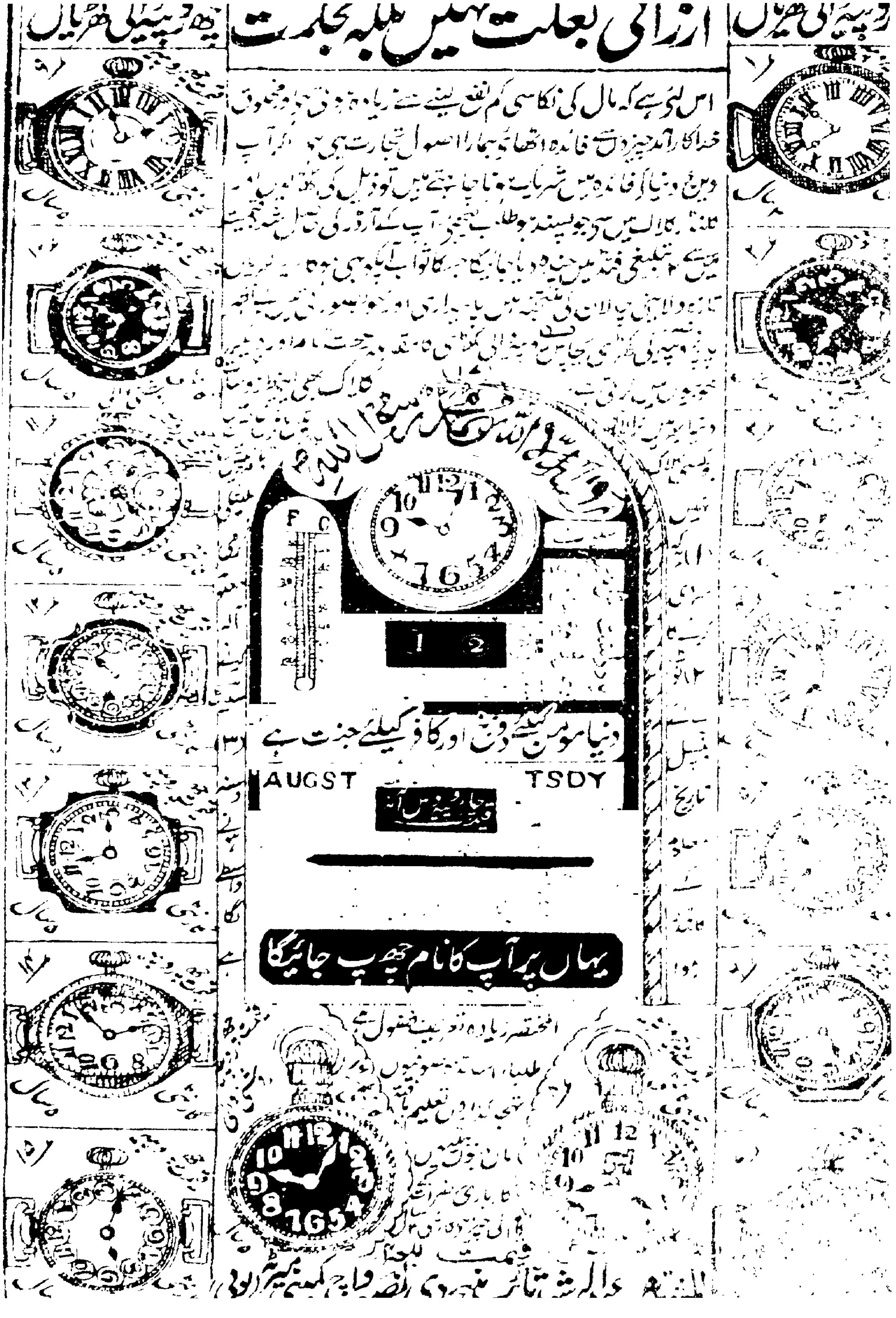
فردوس آسیہ (؏) فلاح الکونین ؏

اورنگ زیب عالمگیر ۔ قیمت ، ۱۰ر

احوال علمائے فرنگی محل (۲ر) مولوی معنوی ۵ر

مناقب العارفین قیمت ، سے

نیک بیبیاں ،، قیمت ۶ر



دنیا مومن کیلئے قید اور کافر کیلئے جنت ہے
AUGST
TSDY
یہاں پر آپ کا نام چھپ جائیگا

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا نہایت قابل دید تقریر ہے ،، قیمت ، ۴ر

استقامت ایک مذبذب مسلمان کے خط کا جواب عیسائیت پر اسلام کی فضیلت کہ جسکے بعد بہت سے عیسائی مسلمان ہوئے ،، قیمت ، ۳ر

الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید ،، مولفہ امام محمد بن علی شوکانی جسمیں مسئلہ توحید کو ایسے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ جسمیں کفر و شرک کا شائبہ تک نہیں اور توحید نہایت اعلیٰ بیان کئے گئے ہیں ،، ۱۴ر

کتاب الصیام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی مشہور کتاب مصفیٰ شرح موطا امام مالک کا ترجمہ اردو ،، قیمت ،، ۵ر

کتب تاریخ و سیر قابل دید ،،

تاریخ الخلفا ،، قیمت ، ۸ر

الفاروق ،، قیمت ، سے ر

ایضاً ،، ،، ، عا ر

المامون ،، قیمت ، ۸ر

ازواج النبیؐ ،، ، ۱۲ر

سیرۃ النعمان ،، از علامہ شبلی ، ۱۲ر

آغاز اسلام ،، قیمت ، ۸ر

بیان الامراء ، ترجمہ تاریخ الخلفا ،، عا ر

اصحاب الصفہ امام ابن تیمیہ کے عربی رسالہ کا ترجمہ ،، جسمیں اصحاب الصفہ کی تعداد و حالات مفصل طور سے بیان فرمائے ہیں ،، ۱۲ر

حیات طیبہ ، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کی سوانحمری سے

حیات حافظ خواجہ حافظ شیرازیؒ کی سوانح ، ۱۲ر

حیات سعدی حضرت سعدی شیرازیؒ کی سوانح ، ۱۰ر

تاریخ مکہ معظمہ قیمت ۴ر

تذکرۃ الاولیا ، فارسی ، ۸ر

ایضاً اردو قیمت ، عا ر

تذکرۃ الرشید حصہ اول حضرت مولانا گنگوہیؒ کی سوانح ۸ر

ایضاً حصہ دوم ۸ر

ایضاً حصہ سوم ۶ر

قصص الانبیاء ، کلاں عا ر

فتوح الشام عربی (۸ر) سوانحمری مولانا نانوتویؒ ۳ر

شمائم امدادیہ (۸ر) مصیبت نامہ ۲ر

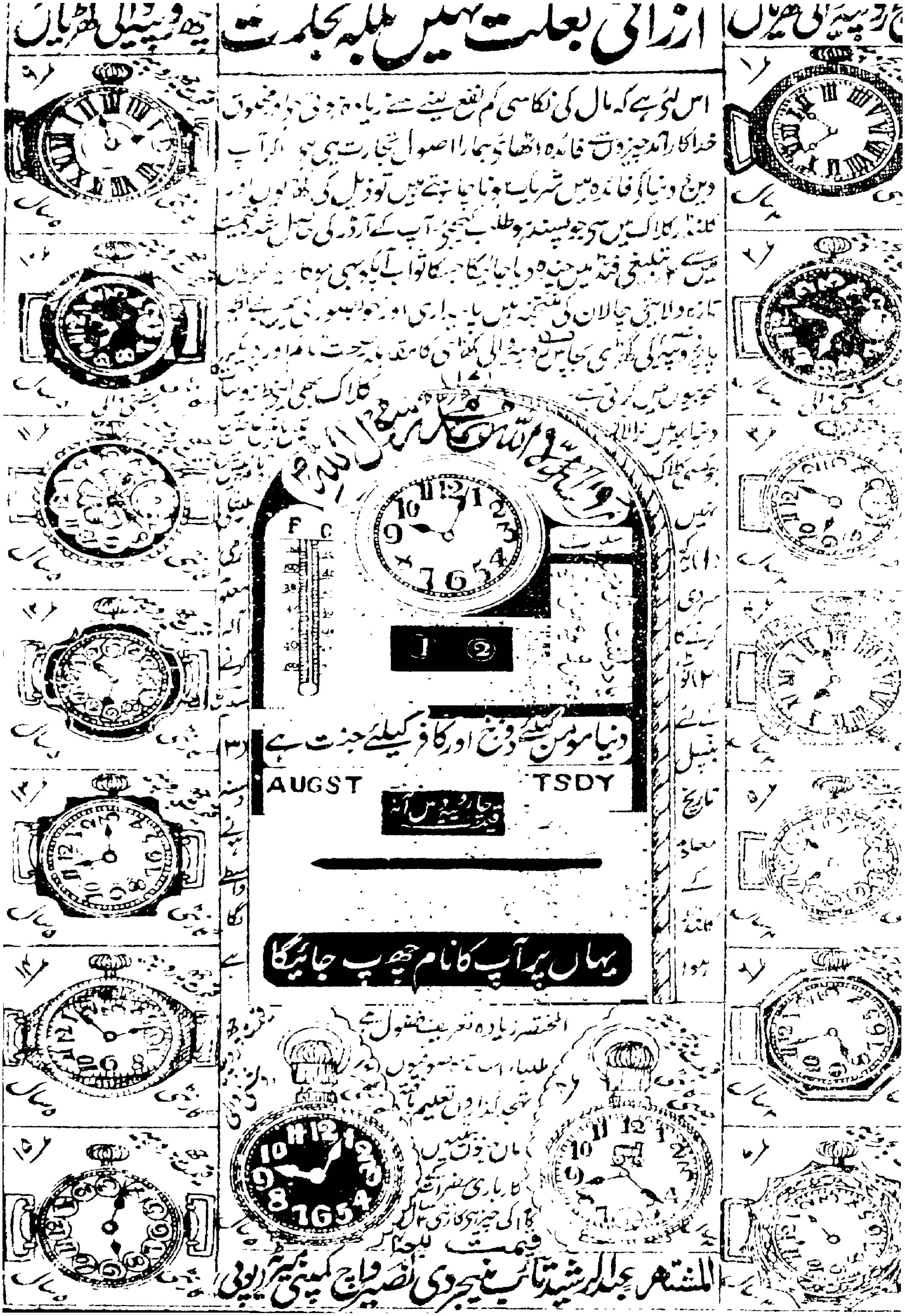
فردوس آسیہ (عا) فلاح الکونین عا ر

اورنگ زیب عالمگیر ، قیمت ، ۱۰ر

احوال علماء فرنگی محل (۶ر) مولوی معنوی ۵ر

مناقب العارفین قیمت ، سے ر

نیک بیبیاں ،، قیمت ، ۶ر


ارزانی بعلت نہیں بلکہ بحکمت
دنیا مومن کیلئے دوزخ اور کافر کیلئے جنت ہے
AUGST
TSDY
یہاں پر آپ کا نام چھپ جائیگا
المختصر زیادہ تعریف فضول ہے
قیمت
المشتہر عبدالرشید تائب منیجر دی نصیر واچ کمپنی میرٹھ یوپی

قواعد وضوابط رسالہ القاسم دورِ جدید دار العلوم دیوبند

(۱) تاریخ اشاعت ہر قمری مہینہ کی یکم تاریخ اور آغاز سال محرم الحرام سے۔

(۲) ضخامت کم سے کم ۳۲ صفحے۔ بضرورت زیادہ بھی۔

(۳) قیمت سالانہ بذریعہ منی آڈر یا بذریعہ وی پی پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسیقدر زیادہ لیا جاتا ہے جو محصول کے اختلاف سے ہو۔

(۴) صرفہ فیس منی آرڈر و وی پی بذمہ خریدار ہے۔ صرف محصول ڈاک بذمہ دفتر ہے۔

(تنبیہ) منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے میں جانبین کے لئے منفعت ہے۔

(۵) جو صاحب اثنار سال میں خریدار ہوں گے اُن کو آغاز سال سے خریدار سمجھتے ہوئے وہ پرچہ بھی بھیجدئے جائینگے جو شروع سال سے فرمایش کی تاریخ تک ہونگے الابصورت انکار یا عدم موجودگی پرچہ ہائے سابقہ

(۶) جو حضرات اعانت صہ، یا اس سے زیادہ بطور امداد عطا فرماوینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہا کرے گی۔

(۷) نمونہ کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

(۸) نام اور پتہ خاصکر ڈاکخانہ کو نہایت خوشخط لکھنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف ہو۔

(۹) منی آرڈر روانہ کرتے وقت کوپن پر نام پورا پتہ ضرور ہونا چاہیئے مع تفصیل رقم اور مراسلات میں نمبر خریداری اور نمبر خط بھی۔

(۱۰) فضلائے دار العلوم کے علاوہ ملک کے اہل علم وغیرہ کے مضامین بھی بصورتِ گنجایش لئے جائینگے بشرطیکہ اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہ ہوں بصورت عدم اشاعت ٹکٹ آنے پر مضمون واپس ہو سکیگا جو مضمون چھپ جائیگا واپس نہ ہوگا۔

(۱۱) مقامی حضرات کے لئے رسالہ کی قیمت سالانہ ۵؏ ہے اور فی پرچہ ۴ر

القاسم کے متعلق جملہ خط وکتابت وترسیل زر حسب ذیل پتہ ہونی چاہئے۔

خاکسار

طاہر بن احمد قاسمی کان اللہ لہٗ دفتر القاسم دار العلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دورِ جدید

جلد ۲ شعبان المکرم سنہ ۱۳۴۵ھ نمبر ۸

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی وعلمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

(۱) تاریخ [illegible]
(۲) ضخامت [illegible]
(۳) قیمت [illegible]

[illegible] مولانا [illegible] مولانا [illegible] صاحب سہارنپوری

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء
دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

(تنبیہ) [illegible] صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ پر لفظ فعلی حدثین رہ بھی گئی ہیں کے بعد اس جملہ کو بھی [illegible]
بحقیقت یہ کتابیں [illegible] کی اطلاع نہیں بلکہ ان کتابوں سے ایک حدیث کے جملہ طرق [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]

احسان
اور
اس کی مکافات

[illegible]

عباس چونکہ جواں بخت [illegible] زمین و آسمان چکر کھا رہے تھے۔ وہ اس [illegible] مدہوش کی طرح ہو گیا جو کہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ زمین کہاں ہے اور آسمان کہاں ہے۔

اس حالت پر چند منٹ گذرنے کے بعد اس کو ہوش آیا اور خیال ہوا کہ اب قیدی [illegible] سمجھا [illegible] وہ باتیں [illegible] قیدی نے یک ایک [illegible]

[illegible] کا محسن ہے۔

[illegible] ایک زنجیر [illegible]

[illegible] کہ وہ ایسا کرنے [illegible]

[illegible] کے ہوش [illegible] گرفتار تھا۔ وہ درحقیقت [illegible] قیدی آزاد تھا۔

عباس [illegible] کا حکم دیا [illegible] کپڑے [illegible] قیدی نے اُن کے [illegible] دیدیا کہ [illegible] عباس پہنچایا۔

رسالہ القاسم ماہ شعبان المکرم ۱۳۴۵ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضروری نوٹ - القاسم کے صفحہ ۲۱ سطر ۱۱ پر لفظ "فعلی حدیثیں رہ بھی گئی ہیں" کے بعد اس جملہ کو بھی ملا لیجئے "۔ اور بحقیقت یہ کتابیں صحیح بخاری کی اطراف نہیں بلکہ ان کتابوں سے ایک حدیث کے جملہ طرق جمع کرنے مشکل ہیں "۔

احسان اور اُس کی مکافات

بسلسلۂ گذشتہ پیوستہ

باس پہچانکر حواس باختہ ہوگیا۔ اُس کے سامنے زمین اور آسمان چکر کھارہے تھے۔ وہ او س
ہوش کی طرح ہوگیا جو کہ یہ بھی تمیز نہ کرسکتا ہو کہ زمین کہاں ہے اور آسمان کیا ہے۔
اس حالت پر چند منٹ گذرنے کے بعد اس کو ہوش آیا اور خیال ہوا کہ مبادا قیدی ہو نا دے
ہو۔ یہ سمجھکر اُس نے قیدی سے سلسل سوالات کرنا شروع کردیئے۔ اور وہ وہ باتیں دریافت کیں
سے اُس کے خیال میں صاحب خانہ اور اس کے سوا کوئی واقف ہی نہ تھا۔ قیدی نے ایک ایک
ال کا صحیح صحیح جواب دیا۔
اب عباس کے پاس کوئی ایسی وجہ نہ تھی کہ وہ شک کرسکے کہ قیدی ہی اسکا محسن ہی۔
ین ہوتے ہی وارفتگی کی حالت میں اٹھا اور اس کے بدن سے ایک ایک زنجیر اپنی ہاتھ سے
لکر پھینکدی۔ اور اس کی پرواہ بھی نہ کی کہ امیر المومنین نے کیا حکم دیا ہے۔
باس زنجیروں کو پھینکر ہا تھا اور قیدی زبان سے ہاتھ سے اسکو منع کر رہا تھا کہ وہ ایسا کرنے
رہے اور عاقبت اندیشی سے کام لے۔
باس اُسوقت بھی دائرۂ عقل سے خارج اور مجنونانہ محبت کے جوش میں گرفتار تھا۔ وہ درحقیقت
قابل ہی نہ رہا تھا جو کسی کی تفہیم کو سمجھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی ہی دیر میں قیدی آزاد تھا۔
باس نے خادموں کو لباس فاخرہ لانے کا حکم دیا۔ عمدہ عمدہ کپڑے لائے گئے۔ قیدی نے اُن کے
ننے سے انکار کیا۔ مگر عباس نے قسمیں دیدیکر خوشامدیں کرکر لباس پہنایا۔

قیدی نے لباس پہنکر دریافت کیا کہ تمہارا اس ناعاقبت اندیشی سے مقصد کیا ہے۔

عباس نے کہا کہ مقصد ہی کیا ہوتا؟ خدا کی قسم میں تم کو ابھی بغداد سے کوسوں دور باہر پہنچا دونگا اور اسوقت تک چین نہ لونگا جبتک کہ امیر المومنین کی گرفت سے بالکل باہر نہ ہوجاؤ۔

قیدی نے کہا کہ عباس! ہوش میں آؤ۔ بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ تم نادان نہیں ہو۔ اس قسم کی باتیں وہی لوگ کرسکتے ہیں جو زمانہ کے سرد و گرم سے ناواقف ہوں۔ اس قسم کے خیالات ہرگز ہرگز تمہارے شایان شان نہیں ہیں۔ تم کچھ تو غور کرو۔ فرض کرو کہ میں تمہارے کہنے میں آکر دار الخلافت سے بھاگ گیا اور تم صبح کو امیر المومنین کی خدمت میں بغیر میرے حاضر ہوئے تو تم کیا کسی ضعیف سے ضعیف درجہ میں بھی خیال کرسکتے ہو کہ امیر المومنین تمہاری سابقہ خدمات کا لحاظ کرکے اپنے حکم میں کسی قسم کی تبدیلی کریں گے؟ خوب سمجھ لو کہ شاہی غضب ہر قسم کی صحبتوں اور خدمتوں کو بھلا دیتا اور خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ تم قتل کردیئے گئے تو نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے تمہاری جان کے معاوضہ میں اپنی جان بچالی سو اتم چاہے خوش ہو یا ناخوش۔ ناممکن ہے کہ اس صورت سے میرا ایک قدم بھی اٹھ سکے۔ تمہارے پاس تو زیادہ طاقت بھی نہیں۔ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس ارادہ سے مجھکو یہاں سے ہلا نہیں سکتی۔

عباس اس پختگی کے ساتھ انکار کو سنکر ہکا بکا رہگیا اور کہنے لگا کہ اچھا یہ تو معلوم ہو کہ آپ کس جرم کے مرتکب قرار دیئے گئے ہیں؟

قیدی نے کہا کہ جرم کچھ بھی نہیں! میرے حاسدوں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور شام کے غدر کا اصل بانی مجھکو قرار دیا۔ اور اس کا ثبوت ہر قسم کے مکر و فریب کے ساتھ دیا۔ اور اسی پر بس نہ کی بلکہ یہ بھی کہا کہ **بنوامیہ** کے بہت سے اموال میرے پاس بطور ودیعت کے ہیں۔ جو بیت المال میں داخل ہونے چاہئیں۔

عباس نے کہا کہ بیشک آپ کی نسبت سخت جرم کی تہمت رکھی گئی ہے۔ اور اس قسم کے مجرمیں یا متہمین کی نسبت بصورت موجودہ کوئی شخص امیر المومنین سے کسی قسم کی سفارش

نہیں کر سکتا ہے۔ اس بنا پر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں آپ کو یہاں سے نکلجانے کا موقع دوں۔ بلکہ راتوں رات جہاں تک ہو سکے خود ہمراہ جاکر پہنچاؤں۔

اس کے بعد امیر المومنین میرے متعلق کیا حکم دیں گے۔ مجکو اس کی ذرہ بھر پرواہ نہیں۔ خواہ وہ قتل کا حکم دیں یا معاف کریں۔

کیونکہ آپ کے گذشتہ احسانات مجکو مجبور کر رہے ہیں کہ بحالت موجودہ ایک لمحہ کے لئے بغداد میں آپ کو نہ ٹھہرنے دوں۔ قیدی نے کہا کہ عباس! تم مجھسے اس کی امید ہرگز نرکھو کہ میں تمہارا یہ کہنا مانوں گا۔ میں نے جو کہا ہے وہی ہوگا۔

ہاں! ایک صورت اور ہے اگر تم اس کو مان لو تو اچھا ہے۔

عبّاس نے پوچھا کہ وہ کیا۔؟

قیدی نے کہا کہ تم مجکو کسی محفوظ جگہ میں چھپا کر خود امیر المومنین کے دربار میں تنہا حاضر ہو۔ اور جسطرح ہو سکے امیر المومنین کو میرے بھاگ جانے کا یقین دلاؤ۔ اگر امیر المومنین کسی صورت سے تمہارا یہ جرم معاف کردیں تب تو تم اگر مجکو بغداد سے نکلجانے میں مدد دو۔ اور اگر تمہارے قتل کا حکم دیدیں تو میں تمہارے قابو میں ہوں۔ تم مجکو اُس کے دربار میں پہنچا کر اپنی جان بچانا۔

یاد رکھو کہ اس کے سوا کوئی دوسری صورت میں منظور نکرونگا۔

عبّاسؔ ایسا نادان نہ تھا کہ وہ کسی کی بناوٹ کو معلوم نہ کرسکے وہ خداداد فراست سے سمجھ گیا کہ یہ شخص اپنے کہئے سے ہرگز ہرگز نہ پھریگا۔ اس لئے مجبور ہو کر قیدی کو ایک مخفی کوٹھری میں پوشیدہ کردیا۔ اور صبح ہوتے ہی اسطرح امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا کہ چہرہ پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ اور زبان قال کے بجائے لسان حال سے ظاہر کر رہا تھا کہ قیدی بھاگ گیا۔

امیر المومنین منتظر ہے کہ عباس کے ساتھ قیدی ہوگا۔ عبّاس کو تنہا اور اس صورت سے آتا دیکھکر پڑے ہوئے شیر کیطرح مشتعل ہو گئے۔ اس آتش غضب کو دیکھکر عباس پر تو

کچھ اثر ہوا ہو وہ ہوا حاضرین بھی کانپنے لگے۔
امیر المومنین کی بڑی بڑی آنکھوں سے دیر تک تو آگ کے سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد غضبناک لہجہ میں امیر المومنین نے فرمایا کہ عبّاس! سامنے آؤ۔ قیدی کہاں ہے؟
عبّاس غلامانہ ادب کے ساتھ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ ظل اللہ! امیر المومنین کے سامنے کذب کا ارتکاب صرف دنیا ہی کو برباد نہیں کرتا ہی بلکہ آخرت بھی برباد ہوتی ہے۔ اس لئے میں سچ عرض کئے دیتا ہوں۔ اس کے بعد غلام پر مالک کو ہر قسم کا اختیار حاصل ہے۔
ظل اللہ یہ قیدی وہ شخص ہے کہ جب ملک شام میں غدر برپا ہوا اور مفسدوں نے صرف اس وجہ سے میرے قتل کی کوشش کی کہ عباس دربار خلافت کا پروردہ ہے تو اس شخص نے میری جان بچانے میں اپنی جان اور اپنے تمام خاندان کی جان مفسدوں کے سامنے کر دی تھی۔ اس نے صرف میری جان ہی نہیں بچائی بلکہ میرے ساتھ وہ وہ احسانات کئے جن کی نظیر ناممکن ہے۔
اور یہ سب کیوں کیا؟ اس کو خبر بھی نہ تھی کہ میں امیر المومنین کا ادنیٰ غلام ہوں۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ اس نے کسی آئندہ کی بہبودی کے خاطر یہ صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ میں نے آخر وقت تک اس کو یہ نہیں بتایا کہ میں کون ہوں۔ اس لئے اس کے یہ احسانات یقیناً کسی نفع کے طمع پر مبنی نہ تھے۔
میں اس شخص کے احسانات کا مرہون تھا اس لئے میں نے امیر المومنین کے حلم و کرم کے بھروسہ پر امیر المومنین کی اجازت کے بغیر اس کو رہا کر دیا۔ اور اب اسقدر وقت گذر گیا ہے کہ وہ خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچا ہے۔
اس ضمن میں عباس نے مختصر مگر جامع الفاظ میں شام کا غدر اُسکے تمام حالات من و عن بیان کر دیئے۔
امیر المومنین یا تو شدّت غیظ کیوجہ سے نار مجسم ہو رہے تھے اور یا اس تمام سرگذشت کو سنکر

بالکل ساکت ہو گئے. تھوڑی دیر میں یہ معلوم ہوا کہ امیرالمومنین کا غضب جو کہ نمرود کا آتشکدہ تھا کوئی برداً کے امر کی وجہ سے سرد ہو گیا۔ اور نہ صرف سرد ہوا بلکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد امیرالمومنین کا چہرہ خوشی کی وجہ سے چمکنے لگا۔ اور فرمایا کہ عباس! کمبخت تجکو شرم نہ آئی۔ ایک شخص بے غرض ہو کر تیرے ساتھ یہ احسانات اور اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان تجھپر نثار کرے اور تو اس کا بدلا فقط اسقدر کرے کہ اسکو سراسیمگی کے ساتھ بغداد سے بھاگ جانے دے۔

خدا کے بندے! تو نے ہم کو اس واقعہ کی خبر کیوں نہ کی۔

امیرالمومنین کے چہرہ سے افسوس کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی سخت غم میں گرفتار ہیں۔

کچھ دیر کے بعد پھر سر اٹھا کر کہا کہ خدا کی قسم! بہت بری بات ہوئی کہ اتفاقاً وہ شخص ہمارے پاس آگیا جسکا بینظیر احسان ہمارے ذمہ تھا اور ہم اس کے ساتھ کچھ بھی نکر سکے۔ افسوس!

عباس نے سمجھا کہ اب ضرورت نہیں کہ واقعہ کو مخفی کیا جائے۔ اس لئے وہ فوراً بول اٹھا کہ امیرالمومنین! احسان کی مکافات کا وقت ابھی ہاتھ سے نہیں نکلا ہے۔ وہ شخص ابھی بغداد ہی میں ہے۔ میں نے ہر ہر ممکن اصرار کے ذریعہ سے اس کو سمجھایا کہ وہ شباشب کسی جگہ چلا جاوے مگر وہ صرف اس لئے نہ گیا کہ میری وجہ سے عباس مارا جاویگا۔ میرے بیحد اصرار کے بعد اوس نے مجھسے کہا تھا کہ مجکو کسی پوشیدہ جگہ میں چھوڑ کر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور میرے بھاگ جانے کی غلط خبر بیان کرو۔ امیرالمومنین اگر اپنے عفو وحلم سے کام لیکر معاف فرماویں تو فبہا ورنہ مجکو دربار میں پہنچا کر اپنی جان بچا لینا۔

امیرالمومنین نے اسکو تعجب سے سنا۔ اور ان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم! عباس! یہ دوسرا احسان تجھپر دلیسا ہی ہوا جیسا کہ اس سے پہلے احسان کیا تھا اسی وقت جا کر اوس شخص کو تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار میں حاضر کرو۔

عباس اُسی وقت امیرالمومنین سے رخصت ہو کر گھر پہنچا اور اس شخص سے سارا واقعہ بیان کیا۔

اس شخص نے اسیوقت سربسجود ہوکر سجدۂ شکرادا کیا اور بہمراہی عباس دربار شاہی میں حاضر ہوا اسوقت قیدی نہ تھا بلکہ شاہی مہمان تھا۔ اس کو اپنی وہ ذلت بھی یاد تھی جس ذلت کے ساتھ یہ قصر شاہی سے نکلا تھا اور اس قدر اعزت کو بھی دیکھ رہا تھا جو قصر شاہی میں داخل ہوتے وقت حاصل ہے۔

امیر المومنین منتظر تھے۔ اس شخص کو دیکھتے ہی خوش ہوئے بہت زیادہ مہربانی سے پیش آئے۔ خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور فرمایا کہ تمھارے احسان ہی نے تمھاری جان بچائی۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ہمکو ضرورت ہے کہ تمھاری ہی طرح کسی شخص کو شام کا گورنر بنائیں۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے اس حکم کی تعمیل کرو۔

اس شخص نے سرو قد ہوکر امیر المومنین کا شکریہ ادا کیا اور بعد ادب اس خدمت سے معافی مانگی۔

بالآخر امیر المومنین کو اپنا یہ حکم واپس لینا پڑا اور حکم دیا کہ نہایت تعظیم کے ساتھ اس کو ملک شام تک پہنچا دیا جاوے۔ اور شام کے مقتدر حکام کو حکم لکھا کہ بغیر اس شخص کی درخواست کے اس کی تمام ضروریات پوری کردی جایا کریں۔"

[redacted] اللہ الرحمٰن الرحیم

حج

ہمارے محترم دوست مولانا جمیل احمد صاحب فاروقی ۔ تھانوی مدرس مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارنپور نے فلسفہ حج پر ایک مفصل مضمون بغرض اشاعت ارسال فرمایا مولانا نے مذہبی نقطہ نظر سے اپنے عنوان کو جس سادہ انداز میں تحقیقی مراحل کو طے کرتے ہوئے نباہا ہے اسکا خیال نیز وقتی مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے مولانا کے مضمون کو "القاسم" کے صفحات بتشکر و امتنان قبول کیتے ہیں چونکہ مضمون مفصل ہے اسلئے چند نمبروں میں اسکو شائع کیا جائیگا۔ (القاسم)

حج وہ عملی عبادت ہے جو ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک برابر جاری ہے۔

اس عبادت کا سب سے پہلا ادا کرنیوالا سب سے پہلا انسان ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان سے پیدل جا کر چالیس حج کئے ہیں (بذل المجہود ج ۳ ص ۷۰) اور بعض روایتوں میں اس سے بھی زیادہ تعداد واقع ہے۔ ابن خزیمہ کی ایک روایت سے ایک ہزار تعداد معلوم ہوتی ہے۔ مگر حافظ ابن حجر نے اوسکے ایک راوی کی تضعیف کی ہے (ترغیب و ترہیب ص ۲۳۵)

حضرت آدم کے بعد حضرت نوح تک حج کا سلسلہ قائم تھا مگر طوفان نوح کے بعد بیت اللہ کے آثار منہدم ہوگئے اور حضرت ہود و حضرت صالح کے زمانہ میں حج نہیں ہو سکا (در منثور ج ۳ ص ۳۵۳)

مگر طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے موقوفاً ایک حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو زمین پر اتارا تو فرمایا کہ میں تیری ہمراہ ایک بیت بھی اتارتا ہوں جسکے گرد ایسے ہی طواف کیا جاویگا جیسے عرش کے گرد اور اس کے پاس ایسے ہی نماز پڑھی جاویگی جیسے عرش کے پاس جب طوفان کا زمانہ ہوا تو بیت اٹھالیا گیا۔ انبیا اس کا حج کرتے تھے مگر جگہ (حدود) سے ناواقف تھے (ترغیب و ترہیب ص ۲۳۵) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیا حج کرتے تھے اس لئے حضرت ہود و حضرت صالح نے بھی حج کیا ہے۔ علی قاری نے مرقاۃ میں اور سیوطی نے در منثور میں اور

بہت سے محدثین و مفسرین نے بھی بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء نے حج کیا ہے۔ اور جب سے حضرت ابراہیم علیہ و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام نے بارشادِ خداوندی ایک بادل کی امداد سے حدود متعین کر کے تکمیل تعمیر کر دی ہے یہ عبادت اب تک برابر جاری ہے۔

حج مذہب اسلام کا ایک مقتدر رکن ہے اور ارکانِ اربعہ میں اس کو خاص امتیاز حاصل ہی۔ ارکانِ عباداتِ اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ، یومیہ یا سالانہ تکرار کے مرہون ہیں مگر حج تمام عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔

ہر رکن کی فرضیت قرآن شریف میں موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ نے تفصیلی احکام سے صرف حج کو ہی امتیاز بخشا ہے۔

حج کو باقی عبادات سے مفرد و مرکب یا کل جزو کی نسبت ہی کیونکہ تمام عبادات یا مالی ہیں یا بدنی اور حج دونوں سے مرکب ہے ترجیح نماز روزہ، صدقات پر مشتمل ہے۔

حج وہ فرض ہے جسمیں دو مرتبہ ایک فرض مُوقّت (نماز) کو وقت سے مؤخر کر دیا جاتا ہی اس میں اختلاف ہے کہ آیا حج سابق اُمتوں پر فرض تھا یا اس کی فرضیت صرف اسی اُمت کا حصہ ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ فرضیت حج اسی امت مرحومہ کی طغرائے امتیاز ہے (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۹۶) علی قاری نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ابن حجر وغیرہ نے مخالفین کے جوابات دیئے ہیں۔

حج کی فرضیت کے سنہ میں بڑا اختلاف ہے قبل ہجرت ہوئی یا بعد ہجرت اور تعین سنہ کے مختلف اقوال گیارہ ہیں (بذل المجہود ج ۳ صفحہ ۲ مؤلفہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم) لیکن علامہ ابن عابدین نے ۹ھ میں فرض ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور دلیل پیش کی ہے کہ آیت فرضیت وللہ علی الناس حج البیت اسی سنہ میں نازل ہوئی ہے اور فرضیت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے ایک سال کا بھی توقف نہیں فرمایا بلکہ ۱۰ھ میں حج ادا کر لیا۔ اور یہی حضور کے شایاں شان تھا۔ (شامی ج ۲ صفحہ ۱۳۹)

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۰ ومن کفر فان اللہ غنیٌ عن العلمین ۰	اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے۔ جس شخص کو بھی اس تک پہنچنے کا مقدور ہو اور جو انکار کرے تو بیشک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

فرضیت حج کا نہایت شاندار اور پر شکوہ حکم ہے۔ یہ مبارک حکم ایک نہیں بہت سی تاکیدوں سے محکم فرمایا گیا ہے۔

(۱) لفظ للہ مشعر ہے کہ یہ فرمان اللہ تعالیٰ نے صرف آلہ (معبود) ہونیکی حیثیت سے ضروری قرار دیا ہے۔ اس لئے کسی عبد کو سر مو انحراف کی گنجایش نہ ہوگی خواہ وہ اس کی حکمت سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔

(۲) النّاس لفظ کے بعد من استطاع کو ذکر فرماکر اس سے بدل بنایا جس سے دو قسم کی تاکید پیدا ہوگئی۔

الف بدل لانا مقصود کو مکرر اور حکم کو دوبارہ متوجہ کر دیتا ہے جو بہت زیادہ اہتمام پر دلالت کرتا ہے۔

ب۔ اول اجمالاً حکم صادر ہوا اور اس کے بعد تفصیلاً اس لئے مقدر اور مہتم بالشان ہوگیا۔

(۳) اس حکم کو دو حرفوں کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا للہ کے لام سے جو ملک کے واسطے ہی اور علی النّاس کے علیٰ سے جو لزوم کیلئے ہی پس لزوم اور حکم الٰہی ہو جانیکی وجہ سے سخت پابندی کا مستحق ہو گیا۔

(۴) من استطاع کا ظاہر لفظ عموم حکم اور ہر مستطیع پر ایجاب کا مقتضی ہی اور عمومیت حکم شدت اہتمام پر دال ہوتی ہے۔

(۵) حج نہ کرنے والیکو من کفر سے تعبیر فرمایا جو ترک حج پر نہایت وقیع تغلیظ اور سخت وعید ہی۔

(۶) ترک پر لفظ غنیٌ سے استغنا ظاہر فرمایا جو سخت عذاب اور غضب الٰہی اور ذلت و خذلان کی خبر دیتا ہی۔"

(۷) عن العالمین سے تمام جہانوں سے مستغنی ہونیکو ظاہر فرمایا نہ صرف تارک حج سے تاکہ معلوم ہوجائے کہ جو ذات تمام عالم سے مستغنی ہے وہ اس ایک شخص اور اس کی عبادت سے بدرجہ اولیٰ مستغنی ہے۔

(۸) آغاز آیت میں وللہ علی الناس سے بیان فرمایا تھا کہ یہ حکم جبروت الٰہی اور جلال خداوندی کے سبب سے ہے نہ کسی نفع کے حصول یا مضرت کے دفع کے باعث پھر ان اللہ غنیٌ عن العٰلمین سے اس کی اور زیادہ تاکید فرمادی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ صـ۱۳۱)

فرضیت حج ادلہ اربعہ سے

علمائے شرع نے کسی دینی امر کے اثبات کے لئے قرآن، حدیث، اجماع، قیاس چار دلیلیں قرار دی ہیں جو حسب مراتب اثبات احکام کے لئے کامل حجت تصور کیجاتی ہیں۔ لیکن جب کسی حکم کا اثبات نص قرآنی سے ہوجاتا ہے تو بقیہ ادلہ پر توجہ نہیں کیجاتی اور وہ اسکے خلاف میں غیر معتبر شمار ہوتی ہیں۔ اسیطرح حکم قرآنی نہ ہونے کیصورت میں حدیث اور اس کے نہ ہونیکی صورت میں اجماع اور پھر قیاس دلیل قرار دیجاتی ہیں اور ان سے ثابت شدہ احکام واجب العمل شمار ہوتے ہیں۔ البتہ افضل دلیل کے ہوتے ہوئے ادنیٰ پر توجہ عبث شمار ہوتی ہے۔

مگر اس حکم کا مفترض العمل ہونا کمال درجہ موکد شمار ہوتا ہے جو دلائل اربعہ سے ثابت ہو اور اس میں اسکے بعد کسی قسم کی تاویل یا تخفیف کی بالکل گنجائش نہیں رہتی۔

آیت قرآنی نہایت اہتمام اور بے انتہا تاکید کے ساتھ حج کے متعلق جو حتمی اور لازمی حکم سنا رہی ہیں وہ ناظرین کے ملاحظہ میں آچکا۔ اب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ حج بیت اللہ کی فرضیت صرف ایک ہی دلیل سے نہیں بلکہ دلایل اربعہ سے ثابت ہے اور نہایت وسیع و موکد الفاظ میں:

(باقی آئندہ)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ امین وان امیننا ایتہا الامۃ ابو عبیدہ بن الجراح

امین الامۃ

فاتح دمشق و حمص حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دسٌ صحابہ کرام میں سے ہیں جنکو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دیدی تھی ناظرین القاسم کی ضیافت کے لئے ہم اُن کے مختصر حالات پیش کرتے ہیں۔

نام و نسب نام عامر کنیت ابو عبیدہ ہے آپ قریش کی اخیر نسل سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اُھیب بن ضبۃ بن حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ۔ اور کنیت ہی کی ساتھ مشہور ہیں۔ آپکی والدہ محترمہ اُمیمہ بنت غنم نے زمانہ اسلام پایا اور بالآخر مسلمان ہوئیں ؛

جاہلیت میں آپ کا وقار قوم میں" اسلام سے پہلے آپ اپنی قوم کے ایک نہایت ہی باوقار محترم شخص تھے آپ کا صائب الرای ہونا مشہور و مسلم تھا۔ اسی لئے قوم کے لوگ پیچیدہ امور میں آپسے مشورہ طلب کرتے تھے۔ مشہور تھا کہ داہیا قریش ابوبکر و ابو عبیدہ بن الجراح یعنے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) قریش کے ہوشیار و زیرک افراد ہیں غرض آپ فطرۃً سعید۔ باوقار۔ فہیم و قریش تھے۔

اسلام لانا ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ بن حارث عبدالرحمن بن عوف۔ ابو سلمہ بن اسد اور ابو عبیدہ بن الجراح حاضر ہوئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حسب عادت سب پر اسلام پیش کیا۔ اور شرائع اسلام سنائے۔ سب نے نہایت ادب و غور سے سنکر

بیک وقت اسلام قبول کرلیا۔ اور جوہر ایمان سے مالا مال ہوگئے۔

بارگاہ نبوی سے خطاب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر اُمّت کا ایک امین ہوتا ہے اس اُمّت (امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ نجران کے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور یوں درخواست کی ابعث لنا رجلاً امیناً یعنی ہماری قوم کی ہدایت کو ایک امین شخص بھیجدیجئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا امین بھیجونگا جیسا کہ حقیقت میں ہونا چاہیئے۔ ارشاد نبوی سنکر حاضرین کی نظریں اُٹھیں کہ دیکھئے جناب کس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ قبیلہ نجران کے دو شخص عاقب وسیّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ہمارے قبیلہ کے لئے ایک ایسا امین بھیجدیجئے جیسا کہ حقیقت میں ہونا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ایک ایسا ہی امین بھیجتا ہوں۔ پس تمام اصحاب حاضرین منتظر ہوئے کہ جناب کسے بھیجتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا قم یا اباعبیدۃ بن الجراح۔ اے ابوعبیدہ بن الجراح کھڑے ہو جاؤ۔ یہ دونوں تاریخی روایتیں ایک ہی واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابوعبیدہ قدیم الاسلام تھے یعنی پہلے لوگوں کی اوس مقدّس جماعت کے ایک فرد تھے۔ کہ جنکی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور جنہوں نے زمانہ جاہلیت کی رسوم اور جہل و وحشت کے آثار کو اپنے نفوس کے عمق سے اُسی وقت اکھیڑکر پھینکدیا۔ جبکہ ایک حق کیطرف بلانیوالی اور باطل کے مٹانیوالے نے اُن کے کانوں کو صدائے توحید سے آشنا کیا۔ اور توحید کیطرف دعوت دی تھی اسی وجہ سے آپ کے لئے تقلید باطل سے آزاد ہونیکا ظاہر و روشن ہوگیا۔ اور آپ مذہبی روح کے اعتبار سے نہایت ہی مضبوط اور قوی ہوگئے۔

پ محض لوجہ اللہ اسلام قبول کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اصحاب اور انکی محبت میں
ن فدا کرنے والے ہوگئے۔ اسی فطری سعات اخلاص ومحبت اور ایثار فداکاری کی وجہ سے
پ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمّت کے امین ہونیکا مقدس وغیر معمولی خطاب
طا فرمایا۔ جسپر بڑے بڑے صحابہؓ نے غبطہ ورشک کیا ہے۔

…وت ایمانی اور محبت الٰہی کا …یک بینظیر مظاہرہ

حافظ جزری نے اسد الغابہ میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اُن کا قابل ذکر وبینظیر واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرمؐ کیسا
ے۔ اور اُن کے والد کفار محارب کے ساتھ ہوکر مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ اتفاقاً میدان جنگ
ں باپ وبیٹے کا سامنا ہوگیا۔ کافر باپ نے مسلمان بیٹے کو قتل کرنا چاہا۔ لیکن پہلی مرتبہ بیٹے نے
قابلہ سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن جب باپ نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ تو جذبۂ ایمانی جوش میں
یا اور آپ نے توحید کی شمشیر سے کافر باپ کی گردن کو تہہ تیغ کرڈالا۔

…پ کے حق میں کلام اللہ کی آیت کا نزول

چنانچہ اسی قصہ کیوجہ سے آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ
بناءَهُم "۔ یعنی حق تعالیٰ جل شانہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان جیسے مقدس حضرات سے
طمئن کرتا ہے کہ جولوگ (اخلاص سے) ایمان لاچکے ہیں وہ اللہ اور اسکے رسول کے دشمنوں کیسا تھ
وستانہ برتاؤ ہرگز نہ کرینگے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے ہی کیوں نہوں۔

صحابہ کرام کی بینظیر فداکاری اُن کے ایمان واسلام کی پختگی اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم
وسکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ اصحاب نبوی کے دلوں میں رحمۃ للعالمین کی
س قدر محبت تھی۔ اور اسلام کی صداقت وسچائی پر انکو کسقدر یقین واطمینان تھا۔ کہ کوئی
شفقت ومحبت اس کا مقابلہ نہ کرسکی فی الحقیقت توحید کامل ہر چیز کو دل کے صحیفے سے

محو کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر بیٹے کی شل ایمان کی طہارت سے باپ کیصورت پاک نہ ہوئی ہو تو بیٹا باپ کیصورت کو دنیا سے مٹا دیتا ہے ۔

دراصل سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جان چکے تھے ۔ کہ آپ کا ایمان صادق اور یقین کامل ہے ۔ اسلئے آپ کو امین الامۃ کہا گیا ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہؓ کی کوک پر ہاتھ رکھکر فرمایا ۔ یہ ایک ایماندار کوک ہے ۔

صدیق اکبر کی لسان صدق سے علوم مرتبہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عبیدہ کے حق میں تین باتیں ایسی فرمائیں ۔ کہ اگر میرے حق میں فرماتے تو مجھکو سرخ ؎ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی ۔

حاضرین نے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسول مقبولؐ وہ کونسی باتیں ہیں صدیق اکبر نے حسب ذیل تین باتیں فرمائیں ۔

(۱) ہم سب (مع حضرت ابو عبیدہؓ) بارگاہ نبوی میں حاضر تھے ۔ کہ حضرت ابو عبیدہ ہم میں سے اٹھ گئے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پیچھے بغور دیکھتے رہے ۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہ دونوں کندھے ایماندار ہیں ۔

(۲) ایک مرتبہ سردار دوعالمؐ ہماری (صحابہ کی) مجلس میں اچانک تشریف لائے ۔ جس سے ہم سب یکدم خاموش ہوگئے آپ کو گمان ہوا کہ یہ لوگ کسی ایسی بات میں مشغول تھے ۔ جسپر میرا مطلع ہونا مناسب نہیں سمجھا ۔ لہذا تھوڑی دیر کے بعد آپ نے یوں ارشاد فرمایا ۔ میرے اصحاب میں ایسا کوئی شخص نہیں جسکے متعلق میں کچھ کہہ نہ سکوں (یعنی کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہوں) لیکن ابو عبیدہ (کہ ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا) ۔

(۳) جب نجران کے وفد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم کو کوئی ایسا حکمران چاہیئے جو کہ ہم سے اپنے حقوق (حقوق دینیہ) وصول کرے ۔ اور ہمارے حقوق ہم کو

؎ سرخ اونٹ سے زیادہ عرب میں کوئی چیز محبوب نہ تھی ۱۲

ے۔ توآپ نے جواب دیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجھکو رسول بنایا۔ میں تمہارے ساتھ ایک قوی اور امانت دار کو بھیجدونگا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی وقت اس واقعہ کے سوا حاکم بننے کا خیال نہیں کیا لیکن سردار دو عالم ﷺ کی یہ تقریر سنکر میں نے آپ کی طرف سر اُٹھایا۔ تاکہ اپنے آپ کو حضرت کی نظروں میں ظاہر کردوں (کہ شاید مجھے ہی انپر حکمران بنا دیں) لیکن آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہ اُٹھے اور وفد کے ساتھ انھیں کو روانہ فرمایا۔ (باقی آئندہ)

نوٹ۔ فرمائشی کارڈ روانہ کرتے وقت برائے مہربانی اپنا مفصل پتہ خوشخط اور صاف تحریر فرمادیں۔“

فلسفۂ تسبیح

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو نمبر ۶ جلد ۲

موت کی حقیقت موت ہم نسبتہ عدمیہ اور مفارقت حقیقیہ کو کہتے ہیں لہذا جو بھی موجود اور متصل ہے وہ عرضی نہیں موت و حیات انسانی کے درجات کی تفصیل قرآن حکیم میں اسطرح مذکور ہے۔

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون "	کیونکر تم اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے پھر تمہیں اللہ نے زندہ کیا (اسطرح) پھر تمہیں وہ مار یگا پھر تمہیں دوبارہ جلا دیگا۔ پھر اسی کیطرف لوٹائے جاؤگے "

آیۃ کریمہ میں خدا سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی موت و حیات کے چار درجے بیان فرمائے ہیں۔

اول درجہ اوس موت اور نیستی کا ہے جس کو ہم عدم محض کی اصطلاح سے اکثر بیان کرتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے وکنتم امواتا سے بیان فرمایا ہے اور اسی عدم محض (نقصان محض) کی نسبت ہماری طرف کی ہے اپنی طرف نہیں فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم محض میں کسی ضعیف سے ضعیف درجہ کا وجود بھی نہیں ہوتا کیونکہ اگر کسی نہ کسی درجہ کا ضعیف سے ضعیف مرتبہ کا وجود بھی ہوتا تو اسکی نسبت کسی نہ کسی مرتبہ میں واجب تعالیٰ شانہ سے ہوتی۔

دوسرا درجہ حیات مستعار کا ہے جسکو مقام شکر میں حقتعالیٰ شانہ نے متعدد جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس جگہ فاحیاکم سے جسکو ظاہر فرمایا ہے۔ یہ حیات انسان کیلئے عدم محض سے محض اسکے فضل سے تھی لیکن یہ عطا بطور امانت عالم شہادہ کے لئے ہوئی جس کی نسبت حقتعالیٰ نے اپنی طرف کی اور جس کے سبب انسان کے اندر کمالات کے عکس قبول کرنے کی اہلیت ظاہر ہوئی۔

تیسرا مرتبہ اس موت کا ہے جو اس حیات مستعار پر طاری کیجاتی ہے یعنی جو خدائے باقی کیطرف سے آتی ہے اور قیامت کبری تک کیلئے جنبیوں کو دلہنوں کے مانند کنج لحد میں

سلاتی ہے اور چونکہ اس موت کی نسبت خدا تعالیٰ کیطرف ہوتی ہے اس لئے نسبت بالباقی کے سبب اس کی مثال ایسے ہوتی ہے جیسے آب گرم میں برودت وحرارت کہ گو اسمیں حرارت ہی ہر ایک کو نظر آتی ہے اور برودت کا پتہ بھی کسی کو نہیں چلتا لیکن جب اسی گرم پانی کو آگ پر ڈالا جاتا ہے تو آگ بجھ جاتی ہے حالانکہ عقل تو اس کو چاہتی تھی کہ وہ آگ جسنے ٹھنڈے پانی کی اس ٹھنڈک کو فرو کر دیا ہے اور زیادہ اس سے مشتعل ہوجانی چاہئے لیکن بوجہ برودت کے موجود ہونے کے آگ کو لامحالہ بجھنا ہی پڑتا ہے لہٰذا اس عدم کو عدم محض نہ کہینگے یعنی کسی نہ کسی درجہ کا وجود گو کہ وہ ضعیف ہی ہو اور ضعیف ہی کیوں نہو ماننا ضرور پڑیگا اور اس عدم کو عدم اضافی کہینگے۔ پس جبکہ ہر عدم اضافی کے اندر کسی نہ کسی درجہ کی حیات پھر بھی باقی رہتی ہے تو اب آپ کو نکیرین کے سوالات اور میت کے جوابات کو بھی خلاف عقل نہ کہنا چاہئے اور اسی بات سے ایک اور لطیف بات کی طرف دھیان کرنا چاہئے اور وہ یہ کہ دنیا میں جب کوئی رئیس کسی مفلس محتاج کو کوئی ہیرا یا جوہر عطا کر دیتا ہے تو گو کہ پھر وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو جائے مگر اپنے دیئے ہوئے ہیرے کو واپس لینا وہ بہت معیوب خیال کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ نے باوجود عظیم القدرت اور غنی الاغنیا ہونے کے جب روح جسم کو بخشدی تھی تو پھر اسے واپس نہ لینا چاہئے تھا لیکن اگر غور کیا جائے گا تو یہ معلوم ہو جائیگا کہ خدا سبحانہٗ وتعالیٰ جو انسانوں کو حیات دیکر پھر واپس لیتا ہے تو یہ اس حیثیت سے نہیں لیتا ہے کہ جسپر واپسی کا اطلاق ہو بلکہ محض کمال قدرۃ کا واپسی امانت سے اور کمال غلبہ کا اظہار کرتا ہے جس سے انسان عالم شہادۃ میں خدا کے وجود کو تسلیم کئے رہے اور جبکہ قیامت قائم کردی جاویگی تو پھر اس روح کو عطا فرماکر کبھی واپس نہ لیا جائیگا۔ اور یہیں سے آپ کو ایک اور لطیف مضمون کیطرف بھی توجہ چاہئے اور وہ یہ کہ جب عامہ ناس کی موت کے بعد بھی حیات انسانی کسی نہ کسی درجہ میں رہتی ہے اور جو روح واپس لیجاتی ہے وہ محض اظہار کمال قدرت کے لئے تو انبیاء علیہم السلام جو سراپا ظل کمال الٰہی ہیں اور جو نمونہ قدرت ہیں مجسم رحمت ہیں جنکی ارواح عالیہ کو عالم شہادۃ میں بھی عالم غیب سے باشارہ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی اسی قدر تعلق ہے جسقدر کہ ہماری روح کو بوقت قیامت

اس عالم کی جزئیات میں رسائی رہتی ہے یا مثلاً ہماری ارواح کو اسوقت ہمارے اجسام سے ہے تو پھر اسی طرح اس مضمون سے ذہن کو لوٹاتے ہوئے یہ سمجھئے کہ عالم غیب میں جب انکی ارواح عالیہ پہنچی ہونگی تو اونکو عالم اجسام سے کسقدر تعلق رہنا چاہیئے اونکی وفات وحیات میں اضافت کسقدر کی ہونی چاہیئے جبکہ عالم شہادۃ سے وہ عالم غیب میں بغیر جسم سے قطع تعلق کئے پہنچتے ہیں تو اسی سے آپ سمجھ لیجئے کہ اون کی حیات "وفات" عدم اضافی میں اور عامہ مخلوق کے عدمی اضافت میں کس قدر فرق ہوگا اور جبکہ عامہ ناس کے عدم اضافی پر انبیاء کے عدم اضافی کو ترجیح ہے بوجہ انکی روحانیت اعلیٰ کے تو پھر سید الکونین وسیلۃ دارین حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وخدمات کو بھی اسی راہ سے نسبت دیجئے اور مسئلہ حیات النبی میں اس عاجز کے چند حکمات کو بھی حضرت حجۃ الاسلام قدوۃ الانام حکیم الامۃ مجدد الملۃ جدامجد مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کے کلام بلاغت نظام کا پرتو ہی سمجھیئے "۔ (باقی آئندہ)

حدیث نبوی صلعم کی خدمت

محدثین رحمہم اللہ کے ایک طبقہ نے علوم نبویہ کی یہ خدمت اپنے ذمہ لی کہ حدیث الواب فقہی پر ترتیب کیجائے اور اس کے ساتھ یہ التزام ہاتھ سے جانے نہ دیا کہ جس سند سے حدیث نقل کیجائے وہ قابل عمل ہو۔ خداتعالیٰ نے اُن کی سعی کو مشکور فرمایا اور انکی محنت ٹھکانے لگی۔

اس طبقہ کی فہرست بہت ہی طویل ہے تبرکاً چند نام شمار کرتا ہوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری، امام مسلم، علامہ نسائی، علامہ ابوداؤد، علامہ ترمذی، علامہ دارمی اور ابن ماجہ۔

ایک دوسرا طبقہ جس کی فہرست شاید اس طبقہ سے زیادہ طویل ہوگی وہ ہے کہ جسنے اس ترتیب کے لحاظ کے بغیر حدیثوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا یعنی اپنے اپنے اساتذہ سے جو حدیثیں پہنچیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ترتیب کے لحاظ سے یا اپنے اساتذہ کی ترتیب کے لحاظ سے انکو ہمارے لئے ذخیرہ کردیا۔ اس طبقہ کی چند ممتاز ہستیاں یہ ہیں۔ امام احمد حنبل۔ محدث بزار محدث ابویعلی، علامہ طبرانی۔

اب ایک اور طبقہ سے روشناس کراتا ہوں کہ جس نے مشتاقان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی آرزوؤں کو ایک اور انداز سے پورا کیا۔

اس اخیر طبقہ میں بھی ممتاز ہستیاں گذریں مگر ہم کو صرف علامہ مجدالدین ابن اثیر اور علامہ نورالدین ہیثمی اور علامہ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کا تعارف مقصود ہے۔

دراصل شیدائیاں سنت کو اپنی تکلیف کا بے چینی کیساتھ احساس تھا کہ حضورؐ کے افعال واقوال سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچانے کے لئے کم از کم مذکورہ بالا ائمہ اثنا عشر کی کتابوں کا اکٹھا کرنا ضروری ہے۔

اخیر طبقہ کے اصحاب ثلثہ نے اس بے چینی کا احساس کیا چنانچہ علامہ ابن اثیر نے مذکورہ

بالا چھ حضرات کی کتابوں کا ایک مجموعہ بحذف اسانید و احادیث مکررہ طیار کیا اور جامع الاصول نام رکھا اور علامہ نور الدین نے مسند احمد حنبل اور مسند بزار اور مسند ابو یعلی اور طبرانی کی تینوں معاجم (معجم کبیر معجم اوسط۔ معجم صغیر) کو اسی التزام سے یکجا کیا۔ اور اس کا نام مجمع الزوائد و منبع الفوائد رکھا اور اس خوبی کا اضافہ اپنی طرف سے فرما دیا کہ ہر حدیث کی جو سند کے لحاظ سے حالت تھی اس کا اظہار کر دیا گیا۔ ۱۱ ہویں صدی میں بقیۃ السلف علامہ محمد بن محمد بن سلیمان نے جامع الاصول اور مجمع الزوائد دونوں کو التزام مذکورہ بالا سے جمع الفوائد نامی کتاب میں جمع کیا اور مسند دارمی اور سنن ابن ماجہ کا اضافہ اپنی طرف سے اور کر دیا۔

اس طریقہ سے چودہ کتابوں کی حدیثوں کا مجموعہ آپ کو صرف ایک کتاب میں ملجائیگا اور خوبی یہ کہ کتاب کا حجم صرف صحیح بخاری سے زائد نہیں بلکہ کم ہے۔ اب اتنی تفصیل کے بعد اس کتاب کی نشر و اشاعت کی ضرورت ہمارے ولولہ انگیز کلمات کی محتاج نہ ہوگی کیونکہ کلمات طیبات محمدیہ کے اتنے عظیم الشان خزینہ کا علم ہو جانے کے بعد کون مسلمان ہوگا جس کے دل میں اس کے حاصل کرنے کی تڑپ نہ ہوگی۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ مقدس مجموعہ جو فرانسیسی مظالم سے عنقریب پروانہ آتش ہونیوالا تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب (مولوی فاضل) کی ہمت و سعی سے نقل ہو کر ہندوستان آگیا ہے اور مولانا موصوف نے اس خزینہ علوم نبویہ کو طبع کر کے اس کے تحفظ و البقا اور دنیائے اسلام کو منتفع کرنیکا قصد فرمایا ہے مگر جمع و نقل کے مصارف کثیرہ کا بار اتنا ہو چکا ہے کہ اسکی طباعت کا انتظام ۲۵۰ مسلمانوں کی اعانت کا محتاج ہے مگر صرف اسطرح کہ پیشگی قیمت ادا کر دیں جو خاص رعایت کیساتھ ایک نسخہ کیلئے ۵ مقرر کیگئی ہے اور اگر کوئی صاحب کسی مدرسہ میں وقف کرنیکیلئے ۱۰ نسخہ خریدیں تو ان کی مزید رعایت ہو کر ۴ فی نسخہ۔ اگرچہ اس زمانہ میں علوم دینیہ کی قدر و منزلت بہت کم ہو گئی ہے مگر تاہم جہانتک ہمارا خیال ہے مسلمانان ہند کو اپنے بطحائی پیغمبر سے اتنا تعلق ضرور ہے کہ وہ اس قریہ کو جو شام سے زمین ہند پر اسی تعلق کا امتحان لینے کیلئے آیا ہے طبع ہوئے بغیر نہ رہنے دیگا اور اتنی اعانت سے جسمیں نہ صورت چندہ ہے نہ اعانت مخفیہ کسی مسلمان کو بھی گریز نہ ہوگا۔ پیشگی قیمت مولانا موصوف کے پاس بہت جلد پہنچ جانی چاہئے تاکہ شعبان ہی میں طباعت کا سلسلہ شروع ہو جاوے۔

نبراس الساری علی اطراف البخاری

پر

حضرات اکابر علماء دار العلوم کی تقریظات

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی:

امابعد خادمان علم حدیث پر مخفی نہیں کہ بعد کتاب اللہ کے اصح کتب صحیح بخاری ہی امت مرحومہ کے ممتاز لوگوں نے اس کتاب کی ہر پہلو سے خدمت کی اور اس خدمت کو بہترین ذخیرۂ آخرت سمجھا صدہا کتابیں صرف صحیح بخاری پر وقف اور اسکی خدمت کی متکفل ہیں کتاب مذکور کی غریب الحدیث فقہ الحدیث علوم متن و اسناد رجال و متفق و مفترق اور مؤتلف و مختلف تراجم مستخرجات اور اطراف بھی کچھ لکھا گیا ہی لیکن اکثر سامان دستیاب نہیں جناب مولوی عبد العزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرانوالہ دام ظلہ نے احقر کی درخواست پر صحیح مذکور کی اطراف لکھی اور ایسی لکھی کہ شاید اس موضوع کی اب ضرورت نہ رہی مفتاح الصحیحین وغیرہ اگرچہ طبع ہو چکی ہیں لیکن انمیں صرف قولی حدیث کو لیا ہی اور ایسی بھی جیسی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ لیکن بہت سی فعلی حدیثیں رہ بھی گئی ہیں جناب موصوف نے کل صحیح کا استیعاب کیا اور ساتھ ہی رواۃ کے طبقات بھی دکھائے اب ہر ایک کو ممکن ہو گیا کہ صحیح شریف کی ہر حدیث کے جملہ طرق مجموعی نظر سے دیکھے یہ کتنی قابل قدر خدمت ہی حقتعالی مؤلف موصوف کو اجر جزیل دے ہی اہل علم سے عموماً اور صحیح شریف کے پڑھنے پڑھانے والوں سے خصوصاً امید واثق ہی کہ اس کتاب کی قدر کرینگے یا بالفاظ دیگر صحیح بخاری کی قدر کرینگے اور مؤلف ممدوح کو بار مصارف سے سبکدوش کر کے دوسرے حصہ کے طبع کا انکو موقع دینگے واللہ الموافق

احقر محمد انور کشمیری عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

کتاب نبراس الساری کے متعلق حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے جو کچھ تحریر فرمایا ہی بالکل صحیح ہی مولانا ابو سعید محمد عبد العزیز صاحب سلمہ نے یہ کتاب تحریر فرما کر صحیح بخاری بلکہ علم حدیث وفقہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہی طلبہ علم حدیث پر بڑا احسان فرمایا ہی انکی سہولت کے دروازے کھولدئے جزاھم اللہ تعالی خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین۔

یقین ہے کہ اہل علم بالخصوص طالب حدیث اس بےنظیر کتاب کی پوری قدر دانی فرمائیں گے۔

احقر محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند — احقر حبیب الرحمن مہتمم دارالعلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد کتاب نبراس الساری مؤلفہ جناب مولوی عبدالعزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرانوالہ نہایت عجیب کتاب ہے اور علم حدیث کے شائقین اس سے بہت زیادہ مستفیض ہو سکتے ہیں شیخ المحدثین حضرت مولانا الحاج المولوی السید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین مدظلہ اور قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلا استاذنا العلام حضرت مولانا الحاج المولوی الحافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند اور رأس الفضلا فخر الکملا حضرت مولانا المولوی حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ اس کی کفالت کی بہترین کفیل ہیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند ۱۰ رجب ۱۳۴۵ھ

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً نبراس الساری علی اطراف البخاری کو مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ نے حضرت شیخ الحدیث والفقہ جامع الروایۃ والدرایۃ مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب مدت فیوضہم العالیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے فرمانے سے تالیف فرمایا جیسی آمر ویسے مامور شاہ صاحب کی فراست ایمانی کے قربان اس سعید کو چھانٹا جسکو عنایت ازلی نے تاکا اول تو خدمت حدیث لطیف اور احادیث میں بھی بخاری شریف پھر وہ بھی اطراف اور مؤلف من الاحناف الصاف الصاف اسکا احساس نہ ہو کہ ہر گھر میں ہو نبراس کیا کوئی مقلد اور غیر مقلد فقیہ مالک درایۃ الحدیث صاحب روایت اس سے مستغنی ہو سکتا ہے حنفیوں کو تمہیں بشارت ہو کہ اس گئی گذری وقت میں بھی تم معانی احادیث کیساتھ الفاظ کی بھی اسقدر خدمت گذار ہو نبراس کی روشنی میں جب طرق مختلفہ سامنے بےنقاب تو معانی احادیث کب زیر حجاب ہو سکتے ہیں وللہ العظیم الحمد للہ الوطاء وعلی رسولہ الصلوٰۃ والثناء۔ اساتذہ خریدیں طلبہ کو رغبت دلائیں مہتممین مدارس انعام میں تقسیم فرمائیں اہل خیر اس صدقہ جاریہ کی خیرات کو جاری کریں حضرات اکابر دارالعلوم کی تقریظ کے بعد اور کچھ عرض کرنیکی ضرورت نہیں بالخصوص منتسبین کو خصوصیت سے اسکا لحاظ بھی ہونا چاہیے کہ اس نبراس کو مشتعل فرمانیوالے حضرت شاہ صاحب مدظلہم العالی ہیں تاکہ دوسرا حصہ بھی جلد طبع ہو کر آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہو۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق ولہ الحمد والبقاء علی رسولہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والثناء۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن علی عنہ ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

نذرِ غازی

سرزمین افغانستان پر بسنے والی مسلم آزاد قوم کے مذہبی ولولہ اور دینی و علمی جذبات کا احساس کرتے ہوئے ہمارے محترم دوست مولانا حامد میاں **غازی** ابن مولانا منصور سلمہما نے یہ نظم بغرض اشاعت مرحمت فرمائی کہ جسکو ہم بامتنان و تشکر نذر صفحات القاسم کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں ،،

(کارکنان ادارت)

نزولِ شانِ رحمت ہو رہا ہے آج کابل میں
صعودِ تاجِ ملت ہو رہا ہے آج کابل میں

خدا خود سرپرستی کر رہا ہے اہلِ وحدت کی
نمودِ صبحِ وحدت ہو رہا ہے آج کابل میں

امان اللہ اور اس کے شریکِ کار کا حامی
خدا کا دستِ نصرت ہو رہا ہے آج کابل میں

محی الملت والدین امان اللہ خاں غازی
مثالِ بدرِ طلعت ہو رہا ہے آج کابل میں

یہ چمکا کر رہیگا دیکھنا ملّی تمدن کو
طلوعِ مہرِ ملت ہو رہا ہے آج کابل میں

مہاجر جس کو کہتے ہیں وہ یعنی مسلم ہندی
گلو گیرِ محبت ہو رہا ہے آج کابل میں

مسرت سے یہ سنتے ہیں کہ چیرہ دست دشمن بھی
رہینِ یاس و حسرت ہو رہا ہے آج کابل میں

پڑھایا جا رہا ہے درس ایوبی جوانوں کو
بیانِ دینِ فطرت ہو رہا ہے آج کابل میں

مناظر دیکھتے میں آ رہے ہیں جوشِ ملی کے
مسلمان! وقفِ شوکت ہو رہا ہے آج کابل میں

ہوا ہے انکشافِ مقصدِ جبروتِ فاروقی
عیاں رازِ خلافت ہو رہا ہے آج کابل میں

سمجھ میں آ رہی ہیں شوکتِ خالد کی تفسیریں
قیامِ تیغِ سطوت ہو رہا ہے آج کابل میں

سنا ہے آج ہو کر آ گئے طیار طیارے
ظہورِ شان و شوکت ہو رہا ہے آج کابل میں

دماغی تربیت کی جا رہی ہے نونہالوں کی
شیوعِ علم و حکمت ہو رہا ہے آج کابل میں

گذشتہ سے پیوستہ

تحقیق مسئلہ سود

ترجمہ قاسم العلوم

سخن دوم این است کہ قبض اہل اسلام باشد
یا کفار موجب ملک است اما بدو مرتبہ
یکے قبض رعایا کہ قبض جزئی است
دوم قبض حاکم کہ قبض کلی است اول با آخر
ہماں نسبت دارد کہ نوارض بنور آفتاب
یا مفتاح وقلم بدست چنانکہ اینجا
نوارض ومفتاح وقلم حرکت وسکون
خود تابع حرکت وسکون آفتاب و
دست باشد ہمچناں قبض رعایا در
حرکت وسکون تابع قبض حاکم است
اگر اموال رعایا بقبض حاکم اسلام
است مثلاً اموال اوشاں نیز بقبض
اوشاں باشد ومملوک اوشاں
واگر از قبض حکام اسلام برون رود
وکفار متسلط گردند اموال رعایاء اسلام
از قبض اوشاں وملک اوشاں
برآید ہمچنین اگر حاکم اسلام بوجہ غلطی دیگری
رادہاند چنانچہ در مقدمات دائرہ بوجہ اشتباہ
حجت پیش آید بوجہ آنکہ قبضہ حاکم از جائے
بجائے چناں متحرک شود

مقدمہ ثانیہ دوسری بات یہ ہے کہ قبضہ خواہ تو اہل اسلام
کا ہو یا کفار کا ملک کا سبب ضرور ہے مگر اس کے دو درجے
ہیں ایک قبضہ رعایا کا ہے جو کہ جزئی اور شخصی قبضہ ہے
دوسرا قبضہ حاکم کا ہے جو کہ کلی قبضہ ہے۔ پہلے قبضہ کو
دوسرے قبضہ سے وہی نسبت ہے جو زمین کے نور کو نور آفتاب
سے ہے یا قفل کی تالی اور قلم کو ہاتھ سے ہے۔ جیسا کہ ان
مثالوں میں زمین کا نور۔ تالی اور قلم اپنی حرکت وسکون
میں آفتاب اور ہاتھ کی حرکت وسکون کے تابع ہوتے ہیں
اسیطرح رعایا کا قبضہ اپنی حرکت وسکون میں حاکم کے قبضہ
کے تابع ہے مثلاً اگر رعایا کے اموال حاکم اسلام کے کلی قبضہ
کے دائرہ میں ہوں تو انکے سب اموال خود انکے قبضہ اور
انکی ملک میں بھی رہینگے اور اگر حکام اسلام کے قبضہ سے نکل گئے
اور کفار نے انپر تسلط کر لیا تو پھر رعایائے اسلام کے یہ
اموال خود انکے قبضہ اور ملک سے بھی نکل جائینگے۔ اسیطرح اگر
حاکم اسلام غلطی سے ایک کی چیز دوسرے کو دیدے جیسا کہ
مقدمات دائرہ میں اشتباہ حجت کے سبب سے پیش آتا رہتا
ہے تو وہ چیز اوسی دوسرے کی ہوجائیگی کیونکہ حاکم کا
قبضہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اسیطرح متحرک ہوتا رہتا
ہے جیسے کہ نور آفتاب جابجا گھومتا رہتا ہے پس رعایا کا
قبضہ اور ملک بھی اوسکی حرکت سے متحرک ہوتے رہینگے جیسے

کہ نور آفتاب از جای بجائے رود قبض و ملک رعایا نیز متحرک گردد وعلیٰ ہذا القیاس بجانب کفار خیال باید فرمود۔

سخن سوم اینکہ بہ شہادت آیۃ وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون غرض اعظم از خلق بنی آدم ہمیں عبادت است کہ بجز انقیاد واطاعت امر دگر نباشد بایں ہم اگر غرضی دگر از وجود بنی آدم چنان برآید کہ اصلا در تحقق وظہور انقیاد خویش یا دگراں مداخلتی ندارد چناں باشد کہ کتاب را زیر سر نہند وتکیہ سازند چنانکہ حصول ایں غرض از کتاب در مقصود بالذات بودن درس ومطالعہ از کتاب قادح نیست ہمچنین پر کردن جہنم از بنی آدم وجنیان در مقصود بالذات بودن عبادۃ از جن وانس قادح نباشد اندریں صورت اموال دنیوی کہ بشہادۃ آیۃ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً مخلوق بہر بنی آدم است تخصیص مومن توئیچ نیست منجملہ سامان عبادۃ وانقیاد باشد وچوں نباشد اگر اموال دنیوی از عدم بوجود نامدی افراد بنی آدم در گرفتارے حوائج

کہ زمین کا نور آفتاب کے نور کی حرکت سے متحرک ہوتا ہے۔ کفار کے ملک وقبضہ کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

مقدمہ ثالثہ آیۃ کریمہ وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون (ہم نے جن وانس کو سوائے عبادۃ کے اور کسی غرض کیلئے پیدا نہیں کیا) کی شہادۃ کے مطابق بنی آدم کے پیدا کرنیکی بڑی غرض یہی عبادۃ ہے جسکا حاصل بجز تابعداری اور اطاعت کے اور کچھ نہیں۔ باوجود اسکے اگر کوئی اور غرض انسانوں کی پیدائش سے ایسی نکل آئے کہ اس پہلی غرض (اطاعت وفرمانبرداری) کے ظہور میں کوئی مداخلت نہ رکھتی ہو تو وہ ایسی ہی ہوگی کہ کتاب کو بجائے درس ومطالعہ کے سر کے نیچے رکھکر تکیہ بنا لیا جائے۔ پس جیسا کہ کتاب سے اس غرض کا حاصل کرنا اسکی نفی نہیں کرتا کہ کتاب سے اصل مقصود درس ومطالعہ ہے ایسی ہی جن وانس سے جہنم کا پُر کرنا عبادۃ کے مقصود بالذات ہونیکی نفی نہیں کرتا۔ اس صورت میں تمام وہ دنیوی اموال جو خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا گیا ہے) کی شہادت سے عام انسانوں کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور انمیں مومن کی کوئی تخصیص نہیں یقیناً منجملہ سامان عبادۃ واطاعت ہونگے۔ اور کیسی نہوں؟ اگر دنیوی اموال عدم سے وجود میں نہ آتے تو بنی آدم کے افراد حوائج ضروریہ میں گرفتار

تاب عبادة از کجا آوردندی بالجملہ غرض
از خلق اموال نیز ہماں عبادت باشد کہ
مقصود از بنی آدم ست و این چنان است کہ
دانۂ نان بہر خوردن است و دیگ و
دیگداں و تابہ و ہیزم و آتش و دست پناہ
و دیگر سامانہائے معلومہ بہر نان پس چون نان
بہر خوردن است اینہمہ سامان نیز بہر خوردن
باشد مگر بواسطہ اگر ایں بلاء گرسنگی و این آسیب
تشنگی از سر ما دور شود ما را ہیچ التفاتے بایں
متاع بیکار نباشد در نظر ما ہمہ رایگاں باشد
ہمچنین اگر عبادت و انقیاد نباشد ایں ہمہ
سامان عبادت در نظر خالق رایگاں نماید
اندرین صورت اگر عابداں را ارشاد فرماید
کہ ازیں نابکاران بگیرید و بصرف خود آرید
بجا باشد کہ او مالک اصلی است و اینطرف
سامان مذکور بجائے خود میرسد الغرض اگر
اہل اسلام بزور بازو قبض کفار را بر داشتہ
بر اموال وشاں دست خود نہند ظلمش نتواں گفت
کہ این خیال خام از جہل خیزد نہ بینی و اگر درختی بغرض ثمر در
زمینی بنشانند و آن درخت بار نیارد و بدیں سبب آن
درخت را بریدہ بجایش نہالی دیگر بارآور بنشانند صواب باشد نہ
خطا بالجملہ ایں مسلم کہ کفار مالک اموال بقبض و تصرف خود میگردند۔

ہوکر عبادۃ کی طاقت کہاں سے لاتے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ
تم جانتے ہو کہ روٹی کھانے کیلئے ہے اور دیگچی۔ چولہا۔ توا۔
لکڑی۔ آگ اور دست پناہ اور باورچیخانہ کی تمام دوسری
ضروریات روٹی کیلئے ہیں پس جبکہ روٹی کھانے کیلئے ہے
تو یہ تمام سامان بھی کھانے ہی کیلئے ہے مگر بالواسطہ۔ اگر یہ
بھوک کی بلاء عظیم اور پیاس کا عفریت ہمارے سر سے
اُتر جائے تو ہمیں پھر کوئی توجہ اس بیکار متاع کیطرف نہو
اور ہماری نظر میں یہ سب رائیگاں ہو جائے۔ اسیطرح اگر
تابعداری اور عبادۃ خالق نہو تو یہ تمام سامان عبادۃ
خالق کی نظر میں رائیگاں دکھائی دیگا۔ اسصورت میں
اگر وہ عبادۃ گذاروں کو ارشاد فرمائے کہ یہ سب سامان ان
نابکاروں سے چھین لو اور اپنے صرف میں لاؤ تو بالکل بجا ہے
کہ ادھر تو وہی مالک اصلی ہے اور اُدھر یہ سامان اپنے
محل میں پہنچ جائیگا۔ الغرض اگر اہل اسلام اپنی زور بازو
سے کفار کے قبضہ کو اُٹھا کر اُن کے اموال پر اپنا ہاتھ ڈالدیں
تو اسکو ظلم نہیں کہسکتے کہ یہ خیال خام جہالت سے پیدا
ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک درخت کسی زمین میں
پھل کی خاطر لگایا جائے اور وہ پھل نہ لائے اور اس سبب سے
اوسکو اکھاڑ کر اوسکے بجائے دوسرا بار آور پودہ نصب
کر دیں تو یہ عین صواب ہوتا ہے نہ کہ خطا۔

بہر حال یہ تو ہم مانتے ہیں کہ کفار اپنے قبضہ اور تصرف

وچوں نگردند کہ علت واماں معلول نگذارد ومعلول از علت خود باز پس نماند چوں قبض کہ علت ملک بود یافتہ شد معلولش نیز در رکاب او باشد مگر غرضی کہ از خلق اموال بود از دست کفار نیاید لہذا وارہانیدنش از دست کفار بغرض خوشنودی خالق اموال لازم آمد یعنی چوں مقصود از پیدایش ایں اشیا عبادت بود و در دست کفار امید آں نیست لاجرم قبض کفار نہ حسب مرضی خالق اموال باشد تا کار پردازان رضاء او تعالیٰ یعنی اہل اسلام خاموش بنشینند بلکہ استخلاص آں از دست اوشان لازم آمد ازینجا دانستہ باشی کہ اگر قبض اموال را نیز بجملہ اغراض جہاد قرار دہند زیبا است غرض ایں نباید فہمید کہ مقصود از جہاد فقط اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دفع فتنہ کفار است استخلاص نیز غرضی است صحیح وازینجا فضیلت مال غنیمت از دیگر اموال بوجہ دیگر نیز دریافتہ باشی بالجملہ قبض کفار وملک اوشان بمقابلہ اہل اسلام

کیوجہ سے اموال کے مالک ہوتے ہیں۔ اور کیسے نہوں جبکہ ملک کی علۃ قبضہ تھا اور وہ پایا گیا تو ملک بھی اس کی رکاب کیساتھ ہی ہی کیونکہ علۃ معلول کا دامن نہیں چھوڑ سکتی اور معلول علۃ سے پیچھے نہیں رہ سکتا لیکن جبکہ وہ غرض جو اموال کے پیدا کرنیسے تھی کفار سے حاصل نہوئی تو لامحالہ کفار کی ہاتھ سے ان اموال کا چھڑانا خوشنودی خالق کی غرض سے لازمی ٹھر گیا۔ یعنی جبکہ ان اشیاء کے پیدا کرنیکی غرض عبادۃ خالق تھی اور کفار سے اُس کی امید نہیں تو ناچار ان اشیاء پر کفار کا قبضہ رہنا خالق اشیاء کے مرضی کے موافق نرہا کہ کارپردازان رضاء الٰہی یعنی اہل اسلام خاموش بیٹھے رہیں۔ بلکہ اُن کی ہاتھوں سے نکال لینا ان پر لازم ہوگیا۔ یہیں سے تمھاری سمجھ میں یہ بھی آگیا ہوگا کہ اگر مال پر قبضہ کرنے کو بھی جہاد کی اغراض میں سے قرار دیدیں تو زیبا ہی غرض یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جہاد کا مقصود فقط اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کفار کے فتنہ کو دفع ہی کرنا ہے نہیں بلکہ ان اموال کا اُن کے قبضہ سے نکالنا بھی ایک صحیح غرض ہے۔ اور یہیں سے مال غنیمت کی فضیلت دوسرے مالوں سے بھی تم نے جان لی ہوگی۔ غرض کفار کا قبضہ اور اُن کی ملک مسلمانوں کے مقابلہ میں

قابل اعتبار نیست بلکہ قبض کفار بمقابلہ اہل
اسلام ہمچو قبضہ جانوراں باشد کہ
مانع و مزاحم حدوث ملک اہل اسلام
نتواں شد چنانچہ خود خداوند کریم نیز
در کلام معجز نظام خود اشارہ باینمعنی
فرمودہ اند میفرمایند اولئک کالانعام
بل ہم اضل نظر بریں اگر اہل اسلام
بر جان ہائے اوشاں دست یابند
ہمچو جانوران در حیطہ ملک و تصرف
اوشان در آیند ازینجا دانستہ
باشی کہ ملک کفار بمقابلہ ملک
اہل اسلام بدرجہ غایت
ضعیف است وہم دریافتہ
باشی کہ بزور بازو گرفتن نہ ہر جا
ظلم است ونہ ہر جا ثواب
اگر اہل اسلام بزور بازو
مال از دست کفار ربایند
مستوجب ثواب باشند و برعکس
آن قضیہ منعکس است وہم
فہمیدہ باشی کہ ملک
از طیب وخبیث

قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ ان کفار کا قبضہ بمقابلہ
اہل اسلام جانوروں کے قبضہ کی مانند ہے جو
بنی آدم کی زمینوں پر ہوتا ہے پس وہ مسلمانوں کی
ملک آجانے کا مزاحم اور مانع نہیں ہو سکتا چنانچہ
خود ہی حق تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں
اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ فرماتے
ہیں اولٰئک کالانعام بل ھم اضل (یعنی کفار
چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ
بھٹکے ہوئے ہیں۔)
اس کو دیکھتے ہوئے اگر مسلمان خود ان کی جانوں پر
قبضہ پالیں تو جانوروں کی مانند اپنے حیطہ ملک
وتصرف میں لا سکتے ہیں۔
اسی سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ کفار کی ملک مسلمانوں کی ملک کے
مقابلہ میں غایت درجہ ضعیف ہے اور یہیں سے
سمجھ لیا ہوگا کہ زور بازو سے کسی چیز کا لے لینا ہر
جگہ ظلم نہیں جیسا کہ ہر جگہ ثواب نہیں۔ یعنی اگر
مسلمان زور بازو سے اموال کفار کے ہاتھ سے
نکال لیں تو وہ ثواب کے مستحق ہیں (اور اس کے
برعکس اگر کفار مسلمانوں سے چھین لیں تو ان
کے لئے عذاب پر عذاب بڑھیگا۔
یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ ملک پاک و ناپاک سے

عام است طیب بودن ہر ملک را ضرور نیست +

سخن چہارم} آنکہ بعقد ذمہ و عہد و پیمان با اہل اسلام و قبول جزیہ کہ حکمی است از احکام حاکم اہل اسلام کفار نیز قدری بہرہ مند از برکات اسلام گردند و ہمین است کہ جان و مال اوشان ہمچو جان و مال اہل اسلام مصون و محفوظ ماند احدی را از اہل اسلام نرسد کہ متعرض جان و مال اوشان شود ہمچنین بعقد ذمہ و عہد و پیمان با کفار و قبول خراجات اوشان اہل اسلام برخے آلودہ بنحوست کفر گردند اگر اموال اوشان قابل تاراج ہمچو اموال کفار باشد چہ بیجا است علاوہ بریں ایں تازیانہ شاید محرک و باعث بر ہجرت از دار اوشان و قطع تعلق محبت از اوشان ہم شود۔

عام ہے۔ ہر ملک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔

مقدمہ رابعہ| چوتھے یہ کہ کافروں کے ذمی بنجانے۔ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ و پیمان کرنے۔ اور جزیہ کو قبول کرنے سے (جو کہ حاکم اسلام کے احکام میں سے ایک حکم ہے) کفار بھی کچھ نہ کچھ اسلام کی برکات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اسی حکم اسلام کو ماننے کیوجہ سے اُن کا جان و مال مسلمانوں کے جان و مال کیطرح محفوظ رہتا اور بچ جاتا ہے کسی مسلمان کو حق نہیں کہ ان ذمیوں کے جان و مال سے تعرض کرے۔ اور ٹھیک اسیطرح مستامن مسلمان جو سلاطین کفر سے عہد و پیمان باندھتے ہیں اور ان کو خراج دینا قبول کرتے ہیں ایک پہلو سے کفر کی نحوست میں آلودہ ہوجاتی ہیں اگر (حاکم اسلام کے حکم سے) انکے اموال بھی کافروں کی اموال کیطرح لوٹنے کے قابل ہوجائیں تو کیا بیجا ہے؟ علاوہ ازیں ان مستامن مسلمانوں کیلئے یہ تاخت و تاراج کا تازیانہ شاید اسپر محرک ہوجائے کہ وہ دارالکفر سے ہجرت اور ان کفار سے تعلق محبت قطع کریں۔

عہ ان کفار کو کہتے ہیں جو دارالاسلام میں مقیم ہوں اور مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلین ۔ ۱۲

عہ مستامن اُن مسلمانوں کو کہتے ہیں جو دارالکفر میں مقیم ہوں اور کفار کی اطاعت قبول کرلیں ۔ ۱۲

بالجملہ اسلام وکفر باعتبار ظہور آثار کلی مشکک است اولین مراتب کہ مستوجب ظہور آثار درجہ سفلی است ہمیں قبول جزیہ واقامتہ در دارالحرب است آری باصطلاح شرع کفر واسلام نام ہماں مراتب است کہ منشا اثر نجات آخرۃ یا ہلاک ابدی آن جہاں باشد۔

سخن پنجم | اینکہ در بارۂ مومنات مہاجرات میفرمایند۔ یاایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مہاجرات فامتحنوہن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموہن مومنات فلا ترجعوہن الی الکفار لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن ولاجناح علیکم ان تنکحوہن اذا اتیتموہن اجورہن ولاتمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم وایں امتحان

الحاصل اسلام وکفر اپنے آثار کے اعتبار سے متفاوت درجات و مراتب رکھتے ہیں۔ سب سے نیچے کا درجہ (یا حکم) جسکا اثر بھی خفیف ہی کافر کیلئے جزیہ قبول کرلینا اور مسلم کیلئے دارالحرب میں قیام کرنا ہی۔ ہاں اصطلاح شرع میں اسلام وکفر صرف انہی درجات کا نام ہے جنسے نجات آخرت یا ہلاکت ابدی کا تعلق ہو

مقدمۂ پنجم | مومن اور مہاجر عورتوں کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا (جو اپنے کافر شوہروں کو چھوڑکر اسلام اور دارالاسلام میں آگئیں) اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن اور مہاجر عورتیں آئیں تو تم انکا امتحان کرلو اللہ تو خوب ہی اُن کے ایمان کو جانتا ہی۔ پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کافروں کیطرف مت لوٹاؤ نہ وہ عورتیں اُن کافرونکے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر اُن عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اور اُن کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ انکو ادا کردو۔ اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہوگا جبکہ تم اُن کی مہر انکو دیدو اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہی وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہی۔ اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہی۔ اور یہ امتحان صرف یہ تھا

بشہادۃ حدیث بخاری ومسلم کہ در باب الصلح آوردہ اقرار بآن شرائط می نماید کہ ہم در سورہ ممتحنہ در ذیل آیۃ یاایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئا ولایسرقن ولایزنین الآیۃ بیان فرمودہ اند حدیث مذکور این است عن عائشۃ قالت فی بیعۃ النساء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یمتحنہن بہذہ الآیۃ یاایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک فمن اقرت بہذا الشرط منہن قال قد بایعتک انتہی بمقام الحاجۃ ودر بعض روایات یاد دارم لفظ فقط اقرت بالمحنۃ بجای جزاء من اقرت بہذا الشرط یابجا ہرچہ شرط دران روایۃ است آمدہ غرض اینجا فقط بتلفظ کلمۃ الاسلام اکتفا نفرمودہ اند اقرار ہاے زائد بکار آمد چو تعلق حقوق کفار بازنان مہاجرات باعث این احتیاط واینچنین کنج وکاو شد تعلق حقوق اہل اسلام اگر زائد ازیں بناشد کم ازیں ہم نباشد۔ (باقی آئندہ)

کہ ان شرائط کا اقرار کراؤ۔ جو سورہ ممتحنہ کی اس آیت میں ذکر فرمائی گئی ہیں (اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئ کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی) اور پھر اسی امتحان۔ یعنی ان شرائط کے زبانی اقرار کو بخاری کی یہ حدیث جو باب الصلح میں لائی گئی ہے۔ بیان کر رہی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی بیعت کے معاملہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن عورتوں کا امتحان اسی مذکورہ آیت (یاایہا النبی اذا جاءک المومنات) کیوجہ سے فرماتے تھے۔ پس جس نے ان میں سے ان شرائط کا اقرار کرلیا تو آپ فرماتے کہ میں تجھے بیعت کرچکا۔

غرض اسجگہ فقط کلمۂ اسلام کے اقرار کرالینے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کچھ زائد اقرار بھی لئے گئے۔ محض اس احتیاط پر کہ ان مہاجر عورتوں کیساتھ کفار کے حقوق کا بھی کچھ نکچھ تعلق تھا جبکہ کفار کے حقوق کا تعلق اسقدر احتیاط اور ایسی کنج وکاؤ کا باعث ہوا تو ظاہر ہے کہ اہل اسلام کے حقوق کا تعلق ان اموال و ازواج کفار سے اگر اس تعلق سے زائد نہوگا تو کم بھی نہوگا (جسکی تفصیل آئندہ آنے والی ہے)

(باقی آئندہ)

تحیۃ الاسلام

(بحوالہ رسالہ القاسم نمبر ۲ ج ۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں ہیں جن سے تم اپنے بھائی کے دلمیں اپنی محبت کا نقش بٹھا سکتے ہو۔ سلام میں سبقت کرنا۔ مجلس میں اس کے لئے وسعت کرنا اور اس کے احب اسماء نام سے اسکو بلانا۔ سلام میں سبقت کرنیوالے کیلئے حدیث شریف میں بشارت بھی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے اور اسکے فضل و عنایت سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد کتاب الادب میں ابو امامہ سے مرفوعاً مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس باللہ تم من بدأھم بالسلام اور اسی میں دوسری جگہ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور السلام علیکم کہا آپ نے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کیلئے دس نیکیاں ہیں پھر دوسرا شخص آیا اُسنے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ آپ نے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ آپنے فرمایا اسکے لئے بیس نیکیاں ہیں۔ تیسری مرتبہ ایک اور شخص آیا اُسنے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا آپنے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کیلئے تیس نیکیاں ہیں اسی حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اسمیں اتنا زیادہ ہے کہ پھر ایک شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہا آپنے فرمایا کہ اسکے لئے چالیس نیکیاں ہیں۔ ابتک جتنی احادیث اور جتنے آثار پیش کئے گئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سلام (جو باہمی اخوت کا پہلا زینہ ہی) کسقدر اہم ہی اور اسلام نے اس کیلئے کسقدر اعتنا کیا ہی یہانتک کہ یہودی آپ سے السام علیکم کہتے تھے۔ مگر آپنے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں فرمایا جس سے انسانی مروت مجروح ہو۔ بلکہ آپ اس کے جواب میں وعلیکم ہی پر بس فرمالیا کرتے تھے اور اپنے صحابہ سے بھی یہی فرماتے تھے کہ کوئی یہودی تم سے السام علیکم کہا کرے تو علیک ہی پر اکتفا کر لیا کرو۔ ابتک سلام کی حقیقت اور اسکے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اب

قدس اللہ سرہٗ کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے جزو دوم صفحہ ۱۴۱ سے ملخص کرکے لکھتا ہوں آداب تحیہ میں سے ایک یہ ہی کہ چھوٹے بڑوں کو سلام کرین اس کی بنا ایک دوسری حدیث پر ہے من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ولم یجل عالمینا فلیس منا۔ بڑے چھوٹوں کے لئے واجب الاحترام والتعظیم ہوتے ہیں اور چھوٹوں پر انکی توقیر بحکم حدیث مذکورہ ضروری ہوتی ہے۔ اسلئے انکو حکم دیا گیا ہی کہ وہ بزرگوں کو سلام کرنیمیں سبقت کریں۔ اس سے بڑوں کے دل میں انکی محبت اور شفقت کا داعیہ پیدا ہو جاویگا۔ اور پھر توقیر اکابر اور شفقت علی الاصاغر کا منظر روح پرور بھی روکش نظارہ ہوگا۔

۲ دوسرا یہ کہ سوار پاپیادہ کو سلام کرے اسمیں نکتہ یہ ہی کہ سواری کیوقت بالطبع سوار کے دل میں خود پسندی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہی اسکو دور کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ وہ پاپیادہ کو سلام کرے تاکہ خود پسندی کی تہمت سے متہم نہو سکے اور تواضع وانکساری کی حد سے باہر نہو۔

۳ تیسرا وقت وداع سلام کرنیمیں یہ فائدہ ہی کہ اسکا جانا بشاشت کیساتھ ہو۔ اور کوئی چیز ایسی نہو جس سے یہ منتزع ہو کہ یہ کبیدہ خاطر ہو کر جا رہا ہے دونوں کے دل مطمئن ہو جائیں۔ اور عود ملاقات وزیارت کی یاد پر اس دواعی کشمکش کا خاتمہ ہو جائے۔

شعبان المعظم
اور
ہماری تغافل شعاری

ایک مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے شرعی اوامر و نواہی، محرمات و مکروہات، سنن و بدعات کی تلاش و جستجو اسلامی تعلیم کے مرقع ہی میں کرنی چاہیئے، اور اس کو واقعی طور سے اپنے اعمال و افعال، حرکات و سکنات، کے صحت و سقم کی کسوٹی کی اگر جستجو ہو تو صرف قرآن و سنت کی روشنی میں ڈہونڈنا چاہیئے،،

آج بھی اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اختلافات و تشتت کی سحر کاریوں اور تفسیر بالرائے اور تاویلات مخترعہ کی نیرنگیوں نے اور رسومات و بدعات کی گھنگور گھٹاؤں نے حقیقی تعلیم کو خود غرضیوں کے حجاب میں مستور و مخفی کر دیا ہے۔ لیکن خدائی حفاظت کی ضمانت آج بھی اس کی روشن کرنوں سے طالب حق و متلاشی صداقت کی چشم طلب کو یاس انگیز بے بہرہ نہیں ہونے دیتی۔

سچی طلب لیکر الٰہی تعلیم کو ڈہونڈو اور دیکھو کہ آفتاب حق و صداقت کس طرح عارضی حجاب سے بے نقاب ہو کر سامنے آتا ہے اور اپنی ضیا پاشی و انوار افشانی سے صلاحیت طلب قلوب کی کدورتوں اور ظلمتوں کو یکلخت کافور کر کے منور و درخشاں کر دیتا ہے"

ماہ شعبان المعظم کی مذہبی خصوصیات و برکات کو اگرچہ رسوم و بدعات کی یورش نے اسلامی قلوب سے محجوب و مستور کر دیا ہے،، ساتھ ہی اگرچہ سیاست و قومیت کی علمبردار ایک جماعت شعبان کی رسومات قبیحہ و بدعات سیئہ کو قومی تباہی کا پیش خیمہ سمجھکر اس کے انسداد کی فکر میں لگ گئی ہے۔ اور اس جماعت نے زبان و قلم کو اس کیلئے وقف کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن مذہبی روایات اور الٰہی تعلیمات سے ابھی تک پردہ اُٹھانے کی طرف نہ توجہ کی گئی ہے اور نہ کوشش کا دائرہ وسیع ہو سکا،، تو ضرور تھا کہ اس کمی کو وہی جماعت پورا کرے کہ جس کے سامنے ہر تحریک و سعی کا لائحہ عمل مذہبی نقطہ نظر رہا ہو۔ چنانچہ اسوقت شعبان المعظم کے متعلق جو کچھ عرض کیا جاویگا۔ مذہبی پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہو گا۔ باقی یہ تعلیم اسلام کی جامعیت و خوبی ہے کہ وہ دیانت و سیاست،، قومیت و جمہوریت کے تمام پہلوؤں پر حاوی و محیط ہو" سب سے پہلے قرآنی تعلیم کی روشنی میں اس ماہ معظم کی خصوصیات کو تلاش کیجئے،،۔

الہامی برکات حٰمٓ والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم امراً من عندنا

(قرآن حکیم سورہ دخان)

قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اُتارا ہے ہم آگاہ کرنیوالے تھے، اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے"

اس آیت میں خدائے قادر و توانا اپنی مقدس و پاک کتاب کی کہ جو احکام الٰہی صاف صاف اور کھول کھول کر بتلا رہی ہے قسم کھا کر فرما رہا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو اس مبارک رات میں نازل کیا ہے کہ جسمیں ہمارے خاص حکم سے تمام امور انتظامیہ کا تصفیہ ہوتا ہے جنکا مبنی مصالح و حِکم الٰہی پر ہے۔

عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ اس شب سے مراد لیلۃ البرات ہے کہ جو شعبان کی پندرہویں تاریخ کی شب ہے،، کیونکہ اسی شب کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ جسمیں سال آئندہ کی مقدرات کا فیصلہ ہوتا ہے حیات و ممات انسانی کا تصفیہ کیا جاتا ہے اور ارزاق مقسوم اور اعمال انسانی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ میکائیلؑ کو دیدئے جاتے ہیں۔ احکام رزق رسانی عالم کے اور دیدئے جاتے ہیں پروانہ اعمال استقبالی بنی آدم سے ملک عظیم اسماعیلؑ صاحب سمار دنیا کو" اور ملک الموت کو دیدیا جاتا ہے حکم نامہ کہ جسمیں تفصیل ہوتی ہے ان لوگوں کی کہ جنکی زندگیوں کے جام لبریز ہوچکے، یا جنکو مصائب آرام، شدائد و تکالیف سے اس سال دوچار ہونا ہوگا،، قرآنی آیت اور آراء مفسرین کیطرف خیال کیجئے۔ الٰہی ارشادات برکت و عظمت کا لحاظ کیجئے کہ خدائے قدیر کن وسیع لفظوں میں اس شب کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے"

آئے اور اس عظمت کی عملی تصویر تعلیم نبوت اور اسوۂ رسالت کی روشنی میں دیکھئے،،

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی فی ھذہ اللیلۃ مائۃ رکعۃ ارسل اللہ الیہ مائۃ ملک،، ثلاثون یبشرونہ بالجنۃ وثلاثون یؤمنونہ من عذاب النار وثلاثون یدفعون عنہ آفات الدنیا وعشرۃ یدفعون عنہ مکائد الشیطان+

روایت کیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا حضورؐ نے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اس رات میں سو رکعتیں تو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اسکی طرف سو فرشتے، کہ تیس اُن میں سے بشارت دیتے ہیں اسکو جنت کی اور تیس امون کرتے ہیں اسکو عذاب نار سے اور تیس دفع کرتے ہیں اس سے دنیا کی آفات وبلایا کو اور دس دفع کرتے ہیں اس سے شیطانی مکائد و وساوس کو"

ایک اور جگہ رحمۃ للعلمین ان لفظوں میں اس رات کی رحمتوں کو ظاہر فرماتے ہیں"

ان اللہ یرحم امتی فی ھذہ اللیلۃ بعدد شعر اغنام بنی کلب،،

اللہ تعالیٰ بخشائش و رحمتیں نازل فرماتا ہے اس رات میں میری اُمت پر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی برابر"

اسی معنی کی ایک حدیث مصابیح نے بطریق حسن حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے،، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب کو آسمان دنیا کیطرف نزول (برائے نزول رحمت) فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کی بالوں سے زیادہ میری اُمت کے گناہ بخشدیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں اس رات کو لیلۃ البرات کہتے ہیں وہیں لیلۃ الرحمۃ بھی کہتے ہیں اور لیلۃ البرکۃ تو خود خدا ہی نے فرمایا،، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مہینہ کا اتنا اشتیاق ہوتا تھا کہ آپ رجب سے ہی اس کا انتظار فرمایا کرتے تھے اور اس کی خیر و برکت کیلئے دست و دامن عبودیت پھیلائے رکھتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے گویا یہ مہینہ عبادت کا مہینہ ہوتا تھا کہ جسمیں خصوصیت سے کثرت کیساتھ خدائے بے نیاز کی درگاہ جلال وجبروت میں سر بسجود اور نہایت خشوع و خضوع کیساتھ اظہار عبودیت فرمایا کرتے تھے،، اور اس مہینہ میں کثرت

[illegible]

سے روزہ رکھتے تھے ،، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے سوائے شعبان و رمضان کے دو مہینہ برابر روزہ رکھے ہوں ،، اس ماہ مبارک کو یوں بھی شرف حاصل ہے کہ اس کو ایسے دو متبرک مہینوں نے گھیر رکھا ہے کہ جنکی عظمت مسلم اور جنکی بزرگی ظاہر ہے ایکطرف انتہائی تقرب ایزدی کا حامل یعنی رجب المرجب ہے کہ جسمیں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف حضوری سے نوازا گیا اور جسمیں حبیب و محبوب ہمکلام و ملاقی ہوئے اور تقرب کے وہ انتہائی مراحل طے ہوئے کہ جہانتک ادراک و فہم کی رسائی محال اور عقل و وہم کی تکاپو کا خاتمہ ہے ،، ثم دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین | پھر نزدیک ہوا (فرشتہ جبرئیلؑ) اور بہت نزدیک ہوا پس فاصلہ او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ | رہگیا دو کما[illegible] برابر بلکہ اس سے بھی کم پھر اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیجانب جو کچھ بھیجی ایکطرف تذکیہ نفسانی و تقویٰ انسانی کی تکمیل کا مہینہ ہے کہ جو خدائی افضال و اکرام اور الٰہی رحمت و انوار کا گہوارہ ہے ۔ یعنی ماہ رمضان المبارک کہ جسمیں رحمت ایزدی کے دروازہ کھل جاتے ہیں اور شیاطین و متمردین قید و پابزنجیر ہو جاتے ہیں ،، ۔

حضرت اسامہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ رجب و رمضان کے درمیان میں ہے ۔ لیکن اس کی خوبی سے لوگ غافل ہیں ،، الہامی الفاظ تم نے پڑھے نبوی تعلیم کا نمونہ دیکھا ،، اور اسوۂ نبوت سے واقف ہوئے ۔ لیکن افسوس کہ باوجود ان روشن و واضح تعلیمات کے ہوتے ہوئے ،، ان خدائی انوار و افضال ، الٰہی انوار و رحمت کے حامل مہینہ کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہے اور کہانتک ہم اسکی قدر و منزلت کرتے ہیں بجائے شب بیداری اور عبادت خداوندی کے جن شناعت و قباحت بھری حرکات کیساتھ اس مہینہ میں خدائی رحمتوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس کے تصور سے بھی ایک مومن قلب کانپ اٹھتا ہے ، کیا یہی شیوہ ایمانی اور تقاضاء انسانی ہے کہ خدا کیطرف سے رحمتوں کا نزول ہو اور اس کی رحمتوں کے دروازے کہلیں اور ہماری طرف سے آتش افشانی کیجائے ۔

خدا کیطرف سے انوار و جمال کی ، روشنی عالم پر ڈالی جاوے اور ہم اس سے روگردانی کریں ۔ مہتابیوں اور آتار بیٹا خوں کی روشنیوں میں سرمست و مدہوش ہوں ،، ۔ خدائی رحمت للکارے اور پکارے کہ آؤ کون آتا ہے دامن عطوفت و رحمت میں اور ہم اس کا جواب دیں ملاہی و ملاعب ، کھیل اور کود ، تضییع مال و اسباب اور تباہی جان و آبرو سے " خدا اموال و اسباب دے اس لئے کہ تم اپنی ضروریات پر صرف کرو اور خدا کی رضامندی حاصل کرو اور اپنی آنیوالی نسلوں کو تعلیم یافتہ بنا کر ذلت و نکبت کی تباہی سے نکالو ، مگر ایک ہم ہیں کہ اس دی ہوئی نعمت کو بیدریغ نذر آتش کر دیں اور دل پر تضییع مال کا خدشہ تک نہ گذرے اور خدائی عتاب و گرفت کا خیال تک نہ ہو "

خدا کا مقدس و پاک بندہ ، ہمارا ہادی و رہنما ، راتوں کو جاگے اور دنوں کو روزہ رکھے اور خدائی مراحم و بخشایش امت مرحومہ پر نازل کرائے ، اور ہم ہیں کہ اس کا جواب دیں کفران و عداوان سے اور سرکشی و تمرد سے ،،

وہ مقدس رات ہو اس لئے کہ ہم بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہوں اور رحمت کے سہارے اپنے معاصی و گناہوں کی معافی چاہیں اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی چوکھٹ سے ٹکرائیں ،، لیکن ہم ہیں کہ رسومات قبیحہ و بدعات سیئہ نے ہمیں اپنے اندر اس درجہ جذب کر لیا ہے کہ مال و زر فنا ہو جائے ،، جان و آبرو تباہ ہو جائے نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کا تازیانہ پڑتا رہے مگر ہماری تغافل نظری میں فرق نہ آئے ۔

نکبت و فلاکت ، تہیدستی و افلاس کی تھپیڑے پڑیں مگر ہم ہیں کہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے ، خدارا جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ ، نتیجہ اور مآل کو سوچو اور خدائی اطاعت کو ہی فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھو اور ان رسومات و بدعات کے قلادہ کو اسیطرح گردن سے اُتار پھینکو ، کہ جسطرح تمہارے اسلاف نے آبائی تاریکی کو نبوی تعلیم کی روشنی میں خیرباد کھدیا تھا ،، وما علینا الا البلاغ ،،

(فقیر عتیق احمد صدیقی عفا اللہ عنہ)

خاص رعایت ماہ رمضان المبارک کیلئے

معری قرآن شریف قاسمی ہیں

مدارس و یتیم خانوں میں کلام الٰہی مفت تقسیم کرنیوالوں کو مژدہ

چونکہ بہت سے قدسی نفوس اہل خیر حضرات ماہ رمضان المبارک میں کلام مجید و دینی کتب وقف فرمانیکے متلاشی رہتے ہیں،، لہٰذا ہم نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے قرآن شریف معریٰ قاسمی کہ جس کی تصحیح نہایت جانفشانی کیساتھ چند مقتدر علماء دیوبند نے فرمائی ہی اور جنکی دستخطی تصدیق حسب ذیل قرآن شریف کے آخر میں درج ہے،، خاص رعایت کردی ہے، امید کہ اہل خیر حضرات اس نادر موقع سے فائدہ اُٹھاکر اپنی خیر کو اس مبارک خدمت کے ذریعہ پورا کرکے اجر کے مستحق ہونگے،،

تصدیق

ہم سب لوگوں نے اس کلام الٰہی کی تصحیح میں اپنی پوری استطاعت صرف کی اور بہت احتیاط و غور سے کاپیوں کا مقابلہ کیا اور اُن کی تصحیح کی اور کئی کئی بار پروف دیکھے اثنائے طبع میں بھی دیکھتے رہی، اسلئے ہمارا یقین ہی کہ یہ کلام مجید پوری صحت کیساتھ طبع ہوا ہی۔

العبد	العبد	العبد
(مہر) عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند	خاکسار سراج احمد عفی عنہ مدرس دار العلوم دیوبند	محمد اعزاز علی غفرلہٗ مدرس دار العلوم دیوبند
العبد	العبد	العبد
(مہر) محمد عبد الوحید خان الہ آبادی عفا اللہ عنہ خادم دار التجوید مدرسہ عالیہ دار العلوم دیوبند	احقر محمد طاہر صدیقی کان اللہ لہٗ ولوالدیہ	عبد القدیر عفی عنہ

کاغذ سفید چکنا اعلیٰ درجہ	(قیمت اصلی (سے)	(قیمت رعایتی (عا)
کاغذ سفید زرد کھا سری رامپوری	(قیمت اصلی (عا)	(قیمت رعایتی (عہ)

منیجر کتب خانہ قاسمی دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۲ — رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ — نمبر ۹

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت :

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

رسالہ القاسم ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

معذرت "اس ماہ کا رسالہ چند در چند اعذار کی وجہ سے اپنی تاریخ اشاعت سے کچھ مؤخر ہو گیا ہے کہ جسکی وجہ سے ہم ناظرین سے باادب عفو خواہی پیش کرتے ہوئے معافی کی امید وار ہیں" کارپردازان القاسم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام سے لوگوں کو کس طرح روکا گیا

القاسم دورِ جدید میں میں نے ایک مضمون بعنوان "تاریخ کا ایک صفحہ" لکھا تھا جسمیں صرف ایک واقعہ لکھا تھا کہ اسلام کو روکنے کیلئے کیا کیا عیاریاں کی گئیں۔

اس عنوان کا خیال میرے دل میں مخدوم العلما حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے مضمون "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کو دیکھکر پیدا ہوا تھا۔ اگر حضرت مولانا مدظلہ کے مضمون کیساتھ ساتھ ہی میرا یہ مضمون شائع ہوتا تو تقابل بالضدین کے ماتحت بہت سے فوائد حاصل ہوتے

ان دونوں امروں کو میں اپنے مضمون مذکور میں مفصلاً عرض کر چکا ہوں۔

القاسم کا وہ نمبر جسمیں میرا یہ مضمون ہے اسوقت بھی میرے سامنے ہے اور اس کی اشاعت کے بعد بھی میں نے اسکو کئی بار دیکھا۔ مگر میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسمیں ایک سچے واقعہ کے اظہار کے علاوہ اور کونسی عمدہ بات تھی کہ ناظرین القاسم نے میری ہمت افزائی زیادہ کی۔ بلکہ اُن میں سے بعض نے تو اس سلسلہ کو جاری رکھنے پر ضرورت سے زیادہ زور دیا۔

میں مدرسہ اسلامیہ نگینہ کے تقسیم انعام کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے نگینہ جارہا تھا کہ میرے محترم عزیز جناب مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب معتمد المدیر نے بھی فرمایا کہ مضمون کے متعلق دفتر میں بھی کوئی ایک خط یا چند خط وصول ہوئے تھے۔ چونکہ ان حضرات کی تغلیط میں نہیں کرسکتا ہوں۔ اور یہ خیال کہ ان کو مجھسے استہزا مقصود ہی میرے نزدیک ان کی توہین اور انکے وقار خداداد کے خلاف ہی۔ اسلئے دلکو سمجھا لیا ہی کہ شاید "رب رمیۃ من غیر رامٍ" کے ماتحت اسمیں کوئی خوبی ہو جو مجکو اب بھی معلوم نہو سکی

میرا خیال ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس عنوان کے تحت میں لکھنے کی ضرورت تو یقیناً ہی لیکن کلام کا طرز ادا کلام کی تاثیر کو اضعاف مضاعف کر دیتا ہے بلکہ بسا اوقات متکلم کی قابلیت کسی پھیکے اور روکھے مضمون کو حضیض رکاکت سے نکالکر اوج فصاحت پر پہنچا دیتی ہے۔ اس لئے اگر اہل علم میں سے

کوئی دوسرے صاحب اسپر قلم اُٹھاتے تو تاثیر کی امید تھی۔

میرے مذکورہ بالا مضمون کو شائع ہوئے کئی ماہ ہو چکے مگر کسی نے اسپر خامہ فرسائی نکی۔ اس کی وجہ غالبًا یہ ہی کہ اس کی اہمیت پر غور نہیں فرمایا گیا۔

غیر مسلموں کی وہ جماعت جو اسلام کی ہر چیز کو عناد۔ حماقت۔ افترا کی سیاہ عینک کے ذریعے دیکھنے کی عادی ہی اسلام پر تہمت رکھتی ہی کہ اوس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہی ہوئی ہی۔ اس کا عقیدہ ہی کہ غیر مسلم کو قتل کرو۔ اور بہشت میں جاؤ۔ حتیٰ کہ بعض بیباک اخباروں نے تو یہ بھی لکھ مارا کہ بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی کا آسان طریقہ ہی اسلامی تعلیم میں یہ ہی کہ غیر مسلم کو قتل کر دیا جائے۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ اگر کوئی غیر مسلم کسی غیر مسلم کو قتل کرے۔ زہر دے تو سکوت محض لیکن اگر کسی مسلم پر غیر مسلم کے قتل کی تہمت رکھنے کا موقع ہی ملجاوے تو علماء کو بدنام کیا جاوے کہ یہ اون کی تعلیم اور وعظ کا نتیجہ ہے۔

ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ تاریخی صحیح حالات کو روشنی میں لایا جاوے تاکہ واقعات خود اس قسم کی تہمتوں کی تکذیب کر دیں۔ بالجملہ اگر ابتک کسی صاحب نے اسکو شروع نفرمایا نہی۔ امید ہے کہ اس موضوع کے متعلق اہل قلم آئندہ سی اسلام کی اعانت میں دریغ نفرماوینگے۔

میں اس موضوع پر لکھنے کی ہمت کرتا ہوں۔ مگر میں عرض کر چکا ہوں کہ میں زائد از حد عدیم الفرصت ہوں۔ اور عدیم الفرصتی کا عذر کرتے کرتے میں خود نادم ہونے لگا ہوں۔ اور نوبت یہانتک پہنچ چکی ہے کہ میرا کوئی مضمون اس عدیم الفرصتی کے واقعی مگر قدیمی عذر سی خالی نہیں ہوتا۔ خدا جانے کوئی ایسا وقت بھی ملیگا کہ میں اس عذر کے بغیر کسی اسلامی خدمت کو انجام دینے کی ہمت کروں گا۔

الا لیت شعری هل اقول قصیدة　　　فلا اشتکی فیها ولا اعتب

اس مضمون کی ترتیب کو زمانہ کے اعتبار سے کرنا ضروری تھا۔ یعنی اول اس قسم کے واقعات بیان کرنے چاہئیں تھے جو کہ حضور سرور کائنات (روحی و روح ابی و امی فداہ) کے عہد مبارک میں اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو روکنے کے متعلق پیش آئے۔ اس زمانہ کے بھی دو حصے ہوتے

اول آپ کی بعثت کی ابتدا کے واقعات اس کے بعد اقامت مدینہ کے مابعد کے واقعات۔ زمانہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علی الصحابۃ کلھم کے واقعات ھلم جرًا۔

اس حسن ترتیب سے فن تاریخ سے واقفیت رکھنے والوں کو واقعات کے پتہ لگانے میں آسانی ہوتی۔ اور واقعات کا تسلسل طرز بیان میں خوبی بھی پیدا کردیتا۔ مگر تب ہوتا جب کہ میں اس عنوان پر خامہ فرسائی کرنیسے پہلے کتب تواریخ کا مطالعہ کرتا۔ ان کے متعلق ایک مرتب یاد داشت طیار کرتا۔ اور اس کے لئے طویل زمانہ اور کثرت مطالعہ کیضرورت تھی اور ان دونوں میں سے ایک کی بھی اُمید نہیں۔

مالایدرک کلہ لایترک کلہ نے تسلی دی اور خیال ہوا کہ اگر وہ نہیں ہوسکتا ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ اپنے پریشان خیالات کا اظہار بھی نہ کیا جاوے اس لئے میں متوکلاً علی اللہ ان منتشر حالات کو ناظرین القاسم کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید ہے کہ بیان کی ترتیب سے واقعات کی تقدیم و تاخیر کو مرتب نظر فرماویں گے۔

جس واقعہ کو میں اسوقت ناظرین القاسم کے سامنے پیش کررہا ہوں یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے۔ یہ وقت تھا کہ جب اسلام کی قوت کم اور ضعف زیادہ تھا۔ مخالفین اسکو دبا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ اور کسی قسم کی کمی نکرتے تھے۔ اور اگر کسی وقت وہ اپنی سعی میں ناکام بھی ہوجاتے تھے تو دل کو اسطرح سمجھا لیتے تھے۔

شکست و فتح نصیبو نسے ہے و لے اے میر	مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

ولید بن مغیرہ جو قریش میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ اس کی طلاقت لسانی اور سحر بیانی نے عرب سے عموماً اور قبیلہ قریش سے خصوصاً ریحانہ قریش "(قبیلہ قریش کا پھول) کا خطاب حاصل کرلیا تھا۔ اور یہ لقب ایسا مقبول ہوا کہ اس کے اصل نام پر غالب آگیا تھا۔ ایسے لوگ کم تھے جو کہ اس لقب سے واقف نہوں اور نام جانتے ہوں۔ لیکن ایسے لوگ بہت تھے کہ جو ولید کے اس لقب سے واقف تھے اور نام سے ناواقف تھے۔

اس شخص کو خود بھی اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز تھا۔ اور اس کا یہ خیال صحیح خیال تھا کہ میری خطابت سحر اثر ہی۔ میں جب چاہوں سامعین کو ہنسا دوں اور جب چاہوں رلا دوں۔

نزول وحی کا زمانہ تھا۔ قرآن کا یہ دعویٰ کہ اگر کسیکو میرے کلام الٰہی ہونے میں تردد ہو تو اجتماعی یا انفرادی قوت سی میرے مقابلہ میں آجائے عرب کے بچہ بچہ کے کان میں پہنچ چکا تھا۔

کلام الٰہی کا یہ دعویٰ اس زمانہ کا دعویٰ نہ تھا جسمیں فصاحت وبلاغت تو درکنار موجودہ زمانہ کیطرح عربی سمجھنے والے بھی کم ہوں جسمیں مرزا غلام احمد پنجابی کو بھی یہ کہنے کی ہمت ہو سکتی ہی کہ میرے قصیدہ کے مقابل چند دنوں کے اندر قصیدہ تصنیف کرو اور چھاپکر میرے پاس بھیجدو۔ اسکے بعد کا مقابلہ صحیح نہوگا۔ گویا الہامی فصاحت وبلاغت چند ہی دن کی ہی۔ اسکے بعد وہ معارف وحقائق سے خالی ہوجاویگی۔ اور اگر کوئی پڑھا لکھا ایسا ہو کہ بے زری کیوجہ سی طبع نکراسکے یا مطبع کی کسی تاخیر کیوجہ سے دو ایکروز کی تاخیر ہوجاوے تو مقابلہ ومعارضہ صحیح نہیں۔

کلام الٰہی کا دعویٰ تو وہ دعویٰ ہی کہ قیامت تک کیلئے کھلا ہوا چیلنج ہی۔ نہ اسمیں زمانہ کی تخصیص۔ نہ مقابلہ کرنیوالوں کا اختصاص۔ نہ پڑھے کی قید نہ بے پڑھے کی شرط۔ بلکہ صدیاں گذر جانیکے بعد بھی جس نے مقابلہ کی ہمت کی رسوا ہوا ذلیل ہوا۔

جس زمانہ میں میں شاہجہانپور کے مدرسہ افضل المدارس میں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا اس زمانہ میں ایک مرتد ہوجانیوالے مسلمان نے آریہ ہوکر قرآن کا مقابلہ (خدا کی شان) شروع کیا۔ قرآن کی سورتیں اپنے مقام نزول کے اعتبار سی مکی اور مدنی اوصاف سے موصوف ہیں۔ اس ہوش وحواس والے انسان نے اسمیں بھی مقابلہ ضروری سمجھا اور کسی عبارت کے اول میں "بمبئیہ" (بمبئی والی) اور کسیکے اول میں "کلکتیہ" (کلکتہ والی) لکھا۔ کیونکہ اگر عرب کے دو بڑے بڑے شہر مکہ اور مدینہ ہیں تو ہندوستان کے دو بڑے بڑے شہر کلکتہ اور بمبئی ہیں۔

میں اُن عبارتوں کو دیکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ خداوند عالم تیری ذات کس کس طرح اپنے کمالات کا اظہار کراتی ہی اپنے کلام کا کمال اسطرح بھی ظاہر کردیا کہ ایک شخص مقابلہ کرتا ہی اور عربی مدارس کے بچے اوس پر قہقہہ لگاتے ہیں۔ اور اسمیں بالکل مبالغہ نہ تھا۔ میں بالالتزام اس عبارت کو اپنے سبق پڑھنے والے

ف عجیب بات تو دیکھو کہ کلہڑی گنجی۔ جسنو بلبل بستان کرے تو اسنجی ۱۲ منہ

نوآموز بچوں کو سناتا تھا وہ اس پر قہقہے لگاتے تھے اور میں اون سے کہتا تھا کہ اگر اس بیچارے پر ہنستے ہو تو ساتھ ہی ساتھ غلطیاں بھی بتاتے جاؤ۔ وہ غلطیاں بتاتے تھے اور قہقہے لگاتے تھے اسی سلسلہ میں النجم لکھنؤ کے چند نمبروں پر کچھ لکھا بھی ہے۔

مختصر یہ کہ یہ دعوی قرآنی دعوی تھا۔ ولید بن مغیرہ بھی اس دعوی کو سنکر سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جس کلام کو آپ کلام الٰہی کہتے ہیں اوسمیں سے کچھ تھوڑا سا مجھکو بھی سنائیے۔ آپ نے اوس کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

إنَّ اللهَ يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذي القربىٰ وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلّكم تذكّرون	اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنیکا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور ناشائستہ حرکت اور زیادتی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اوس نے اس آیت کو بغور سنا اور عرض کیا کہ اس آیت کی ایکمرتبہ اور تلاوت کیجئے آپ نے اوس کی پھر تلاوت فرمائی۔ روایات کا اسمیں اختلاف ہے۔ بعض نے ولید بن مغیرہ کی گذارش کے بعد آیت محررۂ بالا کا تلاوت کرنا ذکر کیا ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی تھی۔

حم تنزيل الكتاب من الله العزيز العليم غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذي الطول الخ	نازل فرمانا کتاب کا اللہ کیطرف سے ہے جو زبردست باخبر ہے گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانیوالا سخت عذاب دینے والا صاحب انعام۔

ولید بن مغیرہ صرف کافر ہی نہ تھا بلکہ خود فصیح و بلیغ بھی تھا۔ کسی ایک فن کا ماہر دوسرے شخص کی تعریف جو کہ اوسی فن کی مہارت کا مدعی بلکہ سب کو اس فن میں اپنے سے کمتر کہتا ہو نہیں کرتا ہے۔ واقعی عیوب نہی تو غیر واقعی عیوب ہی ذمہ لگا دیتا ہے۔ لیکن الفضل ما شهدت به الاعداء۔

ولید بن مغیرہ کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔

والله ان له لحلاوة وان عليه لطلاوة وان اعلاه لمثمر وان اسفله لمغدق وما	اس کلام میں شیرینی۔ اور اوسپر رونق برستی ہے۔ اسکا ظاہر پھلدار ہے اسکا باطن فائق کثیرہ کی بارش برساتا ہے۔ اس قسم کا

یقول ھذا البشر وانہ لیعلو ولا یعلی علیہ ۔	کلام انسان کا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ یہ کلام غالب ہو کر رہیگا۔ اسکو مغلوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ولید بن مغیرہ آپ کے پاس سے مذکورہ بالا الفاظ کہکر اپنی سسرال یعنی قبیلہ بنی مخزوم میں آیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم! محمدؐ جس کلام کو کلام الٰہی بتاتے ہیں وہ نہ انسانی کلام کہا جاسکتا ہے نہ جنی کلام ہو سکتا ہے ولید یہ کلمات کہکر اپنے گھر واپس آیا۔

ولید کوئی معمولی شخص نہ تھا کہ اُس کے ان کلمات کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ ولید کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ بنی مخزوم کے قبیلہ میں شور برپا ہوگیا۔ بچہ بچہ کی زبان پر یہ تھا کہ ولید بد دین ہوگیا ولید بد دین ہوگیا۔ اور اس کی شہرت فقط قبیلہ بنی مخزوم تک نہ رہی بلکہ سارے قریش میں یہ خبر بجلی کیطرح کوند گئی۔

قریش جانتے تھے کہ ولید پر کسی کا اثر دشوار ہے اس نے جو کچھ کہا ہے سمجھکر کہا ہے ایسے شخص کو اسکی رائے سے پلٹ دینا دشوار ہے مگر اسلام کی قدیمی اور شدید ترین دشمن کو جب خبر ہوئی تو اس نے نہایت اطمینان کے انداز میں کہا کہ میں ولید کے مزاج سے واقف ہوں تم ولید کا معاملہ میرے سپرد کردو۔

قریش تو دل سے چاہتے تھے کہ ولید کے مسلمان ہونیکا الزام کسی کے سر رہے۔ سب اسپر راضی ہوگئے۔ ابو جہل کو خبر تھی کہ ولید فلاں وقت فلاں راستہ کو ہوکر گذریگا اسلئے وہ سر راہ ایسی غمگین صورت بناکر بیٹھ گیا کہ گویا ابھی روتے روتے چپ ہوا ہے۔ یا اب رونا شروع کریگا۔

اسی اثنا میں ولید اُدھر سے ہوکر گذرا۔ اس کو حیرت ہوئی کہ قریش کا بڑا سردار (ابو جہل) اس طرح عورتوں کی سی غمگین حالت میں ہے۔ اوس نے پوچھا کہ ابو جہل! آج حد سے زائد غمگین کیوں ہو؟ ابو جہل نے اس طرح کہ گویا آنسوؤں کو نکلنے سے روک رہا ہے کہا کہ مجھپر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ولید نے پوچھا کہ کیونکر؟ ابو جہل نے کہا کہ آج ہم سب کی ناک تمھاری وجہ سے کٹ گئی۔ ولید نے کہا کہ میری وجہ سے؟ ابو جہل نے کہا کہ ہاں! ولید نے کہا کہ معلوم تو ہو کہ کیا بات ہے؟ ابو جہل نے کہا کہ آج قبیلہ قریش میں تمھارے لئے چندہ ہو رہا ہے۔ ولید نے کہا کہ میرے واسطے؟ کیا قریش نے مجکو ایسا ذلیل سمجھ لیا ہے کہ وہ مجکو چندہ کرکے مال دیں گے۔ اسقدر کہکر ولید کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور اس سے زیادہ نہ کہسکا۔ ابو جہل نے

کہا کہ بیشک مجکو بہی اس کا رنج ہی مگر اسمیں قصور تو آخر تمہارا ہی ہی۔ ولید کو اب تاب نہ رہی اور بگڑ کر کہنے لگا کہ قصور میرا ہے؟ مجکو تم سے یہ امید نہ تھی۔ ابوجہل نے کہا کہ سچ یہ ہی کہ اگر تم نے بے موقع بات نہ کی ہوتی تو میں آج تمہاری طرف سے قریش کے ایک ایک شخص سے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہوتا ولید نے کہا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ابوجہل نے کہا کہ تم نے آج اُس کلام کی تصدیق کی جس کی نسبت محمدؐ (روحی ودمی ابی وامی فداہ) کا دعویٰ ہی کہ وہ کلام الٰہی ہی۔ قریش میں سے ہر شخص جانتا ہی کہ اس کا یہ دعویٰ لچر ہے۔ تمہاری یہ تصدیق سُننے کے بعد وہ یہ تو نہ سمجھ سکے کہ تم نے دل سے اسکو کلام الٰہی باور کیا ہی کیونکہ یہ تمہاری فصاحت وبلاغت کے خلاف تھا۔ اُن سب کا خیال یہ ہوگیا کہ ہو نہو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمکو مال کا لالچ دیا ہی۔ اور تمکو طمع نے گھیر لیا ہی۔ اس لئے وہ سب چاہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ مال تمکو دیں تاکہ تم اس طمع میں پڑکر اپنی اور اپنے خاندان کی عزت تباہ نکرو۔ ولید پر ابوجہل کے اس افسوں نے فوری اثر کیا اور وہ غصہ کیوجہ سے مرتعش کیطرح سے کانپنے لگا اور کہنے لگا کہ کیا قریش کو اسکی خبر نہیں کہ سارے قبیلہ قریش میں کوئی شخص مجھسے زیادہ مالدار نہیں۔ مجھسے زیادہ کسیکے اولاد نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور انکے رفقائے کار کو تو پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی ہی۔ کیا وہ مجکو مال کا لالچ دے سکتے ہیں؟ اور کیا مجھ جیسا مالدار ان کے لالچ دلانے سے بددین ہو سکتا ہی؟ اسقدر کہکر اُسیوقت ابوجہل کو اپنے ہمراہ لیا۔ قبیلہ بنی مخزوم میں پہنچا۔ اور لوگوں کو جمع کرکے دریافت کیا کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جھوٹا کہتے ہو کیا تم نے اسکو کبھی جھوٹ بولتے سنا ہی؟ لوگوں نے کہا کہ بخدا ہمنے اسکو جھوٹ بولتے نہیں سنا ہی۔ ولید نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیوانہ ہی۔ کیا تمنے انکو کبھی دیوانپن کی باتیں کرتے ہوئے سنا ہی؟ لوگ بولے کہ نہیں۔ ولید نے کہا کہ تم لوگوں کا خیال ہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمزاد کو تابع کر رکھا ہی کیا تمنے انکو ایسی باتیں بتاتے ہوئے سنا ہی جیسی کہ وہ لوگ بتایا کرتے ہیں جنکی ہمزاد تابع ہوتا ہی۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ ولید نے کہا کہ پھر ایسی بات تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیوں کہتے ہو جو واقعہ کے خلاف ہی۔ لوگوں نے کہا کہ اچھا اب تم ہی بتاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا عقیدہ رکھیں تو اُسنے کہا کہ اسکا کلام صرف ساحرانہ کلام ہی جو ساحروں سے لیا گیا ہی۔ اسواقعہ پر غور کرو اور بتلاؤ اسلام جیسی روشن چیز کو تلوار کے زور سے پہیلایا گیا یا حیلوں اور فلابازیوں اور فریبوں سے روکا گیا۔ فھل من مدکر۔ (محمد اعزاز علی عفی عنہ)

حج

سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ

قرآن | قرآنی حکم، کمال اہتمام، فرضیت کا انتہائی تشدد عرض کیا جا چکا بقیہ دلائل پیش ہیں۔

حدیث | حدیث اور وہ حدیث جس کے متعلق قرآنی شہادت ہے کہ "اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" اور جسکی رفعت شان خدائے جل وعلی مجدہ کا یہ فرمان "مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" واضح کر رہا ہے بانگ دہل فرضیت حج کا اعلان کر رہی ہے۔

(۱) بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وحج البیت وصوم رمضان (بخاری ومسلم وغیرہما)

اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نماز کا قائم رکھنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ حج بیت اللہ روزہ رمضان۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایہا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ فسکت حتی قالہا ثلثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم الحدیث (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وعظ فرمایا تو فرمایا لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ حضور نے سکوت فرمایا حتی کہ اس نے تین دفعہ کہا فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم ادا نہ کر

مسلم کی دوسری روایت میں اور مسند احمد، نسائی، دارمی کی روایت میں ان سائل صاحب کا نام اقرع بن حابس بھی روایت ہی میں موجود ہے۔ اور ان حضرات کی روایتوں میں والحج مرۃ فمن زاد فتطوع (حج ایک مرتبہ ہی جو زیادہ کریگا وہ نفل ہوگا) بھی ہے۔

(۳) قال صلی اللہ علیہ وسلم اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم وحجوا بیت ربکم وادوا زکوۃ اموالکم طیبۃ بہا انفسکم تدخلوا جنۃ ربکم (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو نمازیں پڑھو اپنے اس مہینہ کے روزے رکھو، اپنے پروردگار کے مکان کا حج کرو اور اپنے اموال کی خوش خوش زکوٰۃ ادا کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخ

۴ روی عن عبد اللہ بن جراد الصحابی رضی اللہ عنہ
ال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجوا فان
الحج یغسل الذنوب کما یغسل الماء الدرن
(رواہ الطبرانی من الاوسط ترغیب ترہیب صـ۲۲۲)

عبد اللہ بن جراد صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم لوگ حج کرو۔ کیونکہ حج گناہوں کو ایسا دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو۔

ر بھی بہت سی حدیثیں صاف صاف فرضیت حج کا اعلان کر رہی ہیں اور جگہ جگہ صیغہ امر سے فرضی لم سنا رہی ہیں جنکو اختصار کی غرض سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ساع فقہا اپنی حق آما تصانیف میں متعدد جگہ نقل کر رہے ہیں کہ فرضیت حج پر تمام امت کا ماع ہے۔ ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی کا قول ہے۔ ان الامۃ اجمعت علی فرضیت (بدائع الصنائع جلد ۲ صـ۱۱۸ کتاب الحج) کیونکہ تمام امت نے فرضیت حج پر اجماع کر لیا ہے۔

ب حدیث، کتب فقہ اور تفتیش مذاہب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے لئے نفس فرضیت میں کسکو تلاف نہیں۔

ساس فرع کو اصل کی ساتھ حکم اور علت میں مماثل کرنے کو قیاس کہتے ہیں (نور الانوار صـ۲۸۱) صوم وصلوۃ ر زکوۃ فرض ہیں کیونکہ ان میں نفس کے کبر ونخوت کا انتہائی اور ضروری علاج اور حب جاہ، حب مال ر خواہشات نفسانیہ کا ازالہ اعلیٰ درجہ پر ہے۔ حج میں احرام کیوقت ژولیدہ حال، کھلے سر صرف دو ڑوں میں رہنا، طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ کی خاص حالت، اور بجز ہدی وغیرہ میں بھی ان امور کا را پورا ازالہ ہی جو شروع افعال سے آخر تک ہوتا رہتا ہے۔ لہذا اشتراک علت سے اشتراک حکم کرکے حج کو نیہ فرائض کے مماثل بنانا ضروری ہی۔ اسلئے حج بھی صوم وصلوۃ زکوۃ کیطرح فرض قرار دیا جاویگا۔

ستل ادلہ اربعہ شرعیہ کے علاوہ چونکہ انسان ہر شے کو عقلی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی ہی اسلئے حج کا لا فرض ہونا بھی بدائع الصنائع ج ۲ صـ۱۱۸ سے نقل کرتا ہوں امام علاء الدین صاحب بدائع نے فرضیت لیہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

اطاعت وعبادت یا حق عبودیت کیوجہ سی فرض شمار ہوتی ہی یا شکر نعمت کے باعث اور معقول

انسانیہ اسکو فرض قرار دیتی ہیں۔ حج اظہار عبودیت اور شکر نعمت کا کامل مرقع ہے۔ اول اسطرح کہ اظہار عبودیت و معبود کی اطاعت کے اظہار کے مرادف ہے اور حج میں یہ بات پوری طرح موجود ہے کیونکہ حج کرنیوالا احرام کے وقت نہایت پراگندہ حال، زیب و زینت سے مجتنب، اور ایسے غلام کیصورت بنائے ہوتا ہے جس سے اوس کا آنا خفا ہو اس لئے اپنی خستہ حالی پریشانی کی نظر مہر اور مراحم و مکارم کو متوجہ کرتا ہے اور وقوف عرفہ کیوقت اُس غلام کیطرح ہوتا ہے جو اپنے آقا کی نافرمانی کرچکا ہو اور اُسکے سامنے عاجزانہ کھڑا ہو کر تعریف و توصیف سے رطب اللسان ہو، اپنی لغزشوں کی عفو خواہی کر رہا ہو اور کوتاہیوں پر نظر کرم کا مستدعی ہو۔ بیت اللہ کے طواف کے ذریعہ اس غلام کے مشابہ بنجاتا ہے جو اپنے آقا کے دروازہ پر جا پڑا ہو اور اسکو ملجأ و ماوی بنائے ہوئے ہو۔ اسیطرح یہ بھی ایسے مکان پر آپڑا ہے جو اسکے مالک کیطرف منسوب ہے۔

شکر نعمت اسطرح ہے کہ اور عبادات بعض بدنیہ اور بعض مالیہ۔ مگر حج وہ عبادت ہے جو مال اور بدن دونوں سے ادا ہوتی ہے اور اسی لئے مال اور صحت جسمانی کے بعد فرض ہوتی ہے، پس حج میں دونوں نعمتوں کا شکر ہوگا۔ اور کسی نعمت کا شکر اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اوسکو منعم کی اطاعت میں صرف کیا جائے۔ لہذا چونکہ منعم کا شکر عقلاً و شرعاً فرض ہے لہذا یہ عبادت بھی جو نعمت جسدی و مالی کے شکر کا واحد ذریعہ ہے فرض ہوگی۔

ایکبار حج کرنا تو بالاتفاق فرض عین ہے مگر اُس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل (بحر الرائق ج ۲ ص۳۱۳) نفل ہونیکی دلیل حدیث ۲ سے حاصل کیجئے۔

اب ناظرین غور کریں کہ اللہ تعالی نے جس عبادت کو صراحۃً فرض کیا ہو اور پھر اوس حکم کو بہت سی تاکیدوں کے ساتھ بیان کیا ہو۔ اور حدیث، اجماع، قیاس اطلاقیہ شرعیہ بلکہ عقل بھی اوسکی فرضیت کو ثابت کررہی ہو تو ایسی عبادت کہانتک سنت رمضان کل قرار دی جائے گی اور کیا وہ کسی صورت ترک کی جاسکیگی۔ اور کیا اوس پر عمل نہ کرنا موجب عذاب اور انکار قطعی کفر نہ ہوگا۔

ارکان اسلام

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بنی الاسلام علی خمس، شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان

ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، و حج کا، تعلق نظام عالم سے،،

دنیا میں جسقدر انسان بھی ابتک آپ کی نظر سے گذرے ہونگے ان میں آپنے یہی دیکھا ہوگا کہ یا وہ اعلیٰ طبقہ کے ہونگے اور یا متوسط وادنیٰ طبقہ کے ہونگے اور یہ تین مرتبہ نظام عالم کے قیام کے لئے لابد ہیں اگر دنیا میں اعلیٰ طبقہ ہی صرف موجود ہو متوسط وادنیٰ کا دخل بیچ سے نکل جائے تو نظام عالم کی بربادی وتباہی میں کیا شبہہ کیسکو رہسکتا ہے اور اگر متوسط طبقہ دنیا سے نکل جاوے اور اعلیٰ وادنیٰ طبقہ رہجاوے تو تب بھی بالشویزم کی شکل میں سیلاب فساد ظاہر ہوگا۔ اور کسیطرح امن واطمینان سے دنیا اپنے جملہ کارخانوں اور سلسلوں کو نہیں چلاسکتی متوسط طبقہ کی ضرورت میں تو کسی ذی عقل کو کلام ہی نہیں ہوسکتا ہے، جن مقامات میں متوسط طبقہ کی کمی ہے یعنی جہاں رؤسا ومتمولین بستے ہیں وہیں آپ جاکر دیکھسکتے ہیں کہ آئے دن خرابیاں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں متوسط طبقہ ہی دنیا میں وہ حد اوسط ہے کہ جو ادنیٰ کو اعلیٰ سے اور اعلیٰ کو ادنیٰ سے ملاتا چلا تا رہتا ہے،،

غرض اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ متوسط یہ تین درجہ نظام عالم کے قیام واستحکام کیلئے لابد ہیں، لیکن جہاں یہ درجات قیام وبقاء استحکام ودوام کے باعث موجب ہیں وہیں یہ سنکر آپ تھوڑی دیر کے لئے متعجب بھی ہونگے کہ نظام عالم کے فنا کے اسباب بھی یہی ہیں، کیونکہ ادنیٰ طبقہ متوسط ہونا چاہتا ہے، اور متوسط طبقہ اعلیٰ ہونے کی فکر میں ہے، اور یا امید علو وترفع ہی وہ چیز ہے کہ جس کیوجہ سے ہزاروں بنتے ہیں اور لاکھوں بگڑتے ہیں۔ امید ورجا ہی وہ ہے کہ جو اعلیٰ سے ادنیٰ کی اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی جوتیاں اٹھواتی ہے اور یہی وہ مراتب ہیں کہ جنکی کشمکش میں دنیا ودزات فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے،،

اب غور کرنا ہیں یہ ہے کہ ان ہمہ مراتب میں حدود وبند لگا دینے والی کونسی شئے ہے سو جب مال پر

ہم نظر کرتے ہیں تو وہ تو ان تینوں طبقوں کے اندر اطمینان و امن نہیں پیدا کر سکتا بلکہ بعد از غور معلوم ہوتا ہے کہ موجب فساد ہی مال و دولت ہے اسی کی حرص و طمع و امیدیں دنیا باہمی رقابتوں اور نقائص و مآثم میں گرفتار ہو جاتی ہے لیکن اس سے بھی کوئی متنفس ذی عقل صاحب گوش و ہوش انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی فطری رشتہ ضرور ان میں ایسا ہونا چاہیے جسکے ذریعہ ادنی سے اعلی اور اعلی سے متوسط اور متوسط سے ادنی آپسمیں جڑ جاویں اور ایسی طرح پیچیدہ ہو جاویں کہ ہر ایک انمیں سے ایک دوسرے کیلئے نفع و سود کا سبب بنجائے اور آگ و پانی کیطرح ایک تیسری چیز کے واسطہ سے ایک دوسرے کے کارآمد ہو جائیں " سو میرے دوستو اور بزرگو وہ رشتہ فطری اور وہ حبل متین صرف مذہب ہی ہے جو ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ سے ٹکرانے نہیں دیتا۔

خدا کے عنایت و فضل سے اب میں اپنے اصلی مقصد سے بہت ہی قریب آگیا ہوں اور اس تمہید سے مذہب کے ضرورت پر ضرورت کیموافق روشنی ڈال چکا ہوں اس کے بعد ہمارے لئے صرف یہ بات باقی رہجاتی ہے کہ کس مذہب کی تعلیم ایسے ہے کہ جسمیں نظام عالم کا قیام و استحکام پوری طرح مدنظر ہو۔ اور جسکے ارکان میں اجتماع و مودت، اتفاق و محبت، مساوات و مسکنت کی پوری تعلیم مکمل تصویر کھینچی گئی ہو اور سکھلائی گئی ہو اور اعلی کو ادنی سے اور ادنی کو متوسط طبقہ کے ذریعہ اعلی سے ملایا گیا ہو۔

سو اختلاف خلق ، کے فلسفہ کو باقی رکھتے ہوئے مختلف طبائع و امزجہ کے نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے عالم اسباب میں اسباب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے کثرت میں توحید کا جلوہ دکھلانے کے لئے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سب سے پہلا سبق جو کل زمین پر بسنے والے انسانوں کو دیا وہ لا الہ الا اللہ ہے ،، یعنی جملہ سلاسل و اسباب ممکنہ کا سرمنشا ، ایک ایسی ذات مقدس کو ٹھیرایا جو اسباب و عادت سے مافوق ہو اور محیط و غیر محدود ہو عالم غیب و شہادۃ میں کوئی اسکا شریک نہ ذات میں ہو نہ صفات میں ہو نہ افعال میں ہو اور نہ ارادہ میں جو وہ کرے سو قانون ہو اور جو وہ چاہے وہ موجود ہو لیکن جبکہ وہ ذات لاشریک ایسی ذات ہے کہ نہ اسکا کوئی شریک ہے اور نہ اس جیسا کوئی ہے تو آخر ہم جیسوں کے اس سے ملنے اور منسلک ہونے کی کیا شکل تھی کیا تثلیث کے ہم قائل ہوتے یا تیتیس ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پرستش کرتے" اسلئے مسبب الاسباب نے اسباب کی ماتحت اپنے کمالات کو خلیفۃ اللہ کے ذریعہ

ظاہر فرمایا یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جملہ پیغمبروں کے ذریعہ مخلوق کو خالق سے ملنے کی دعوت دیگئی۔ اور ہمیشہ کے لئے ایک صراط مستقیم اور خط مستوی قائم کر دیا گیا کہ جسکو قرآن عزیز نے اس طرح بیان فرمایا۔

انّ الدّین عند اللہ الاسلام | تحقیق دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے "

اسی لئے دوسرا جزو لا الہ الا اللہ کا محمد رسول اللہ ہے یہ لفظ رسول ہی کا سارا ظہور ہے کہ آفتاب بھی چمکتا ہے اور چاند بھی گردش کر رہا ہے رات بھی دن پر غالب آتی ہے اور دن بھی رات پر غالب ہوتا ہے ورنہ توحید تو درحقیقت عالم اسباب کی مخالف ہے وہ تو یہ چاہتی ہے کہ خدا ہو اور اس کا ماسوا نہو، کان فی عمہ ما تحتہ ہوا وما فوقہ ہوا کا سماں ہو یعنی خدا ہو اور اسکی خدائی نہو، الرحمن الملک الیوم کا ظہور اسوقت ہو جائے انی انا اللہ کا پورا جلوہ نمودار ہو جائے تو یقین کرو کہ موسیٰ اور طور کا تو ذکر کیا ایک چیز بھی باقی نہ رہے، سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کسی کے وجود کا پتہ نہ رہے، اور مثال چاہو تو آئینہ موجود ہے کسی دن آفتاب کا عکس لیکر اس میں دیکھ لیجئے کہ عکس اسی وقت تک آئینہ میں آتا رہیگا جب تک کہ اصلی آفتاب اسمیں نہ سمائے لیکن اگر اصلی آفتاب ہی آئینہ میں آجائے تو کیا آئینہ باقی رہسکتا ہے ہرگز نہیں غرض باعث تخلیق دو عالم اگر آنحضرت کو قرار دیا گیا توحید کا مظہر کمالات الٰہی کا منبع و سرچشمہ آپکو تسلیم کیا تو اہل دانش کو اسمیں استعجاب کیا ہے ہم اس تقریر کے ماتحت کھلے بندوں تمام اہل مذاہب سے کہتے ہیں کہ صفت نبوت ہی کثرت کا جامہ پہنے ہوئے ہے اور اسیوجہ سے وحدت میں یہ کثرت ہے اور نبوت و اثر نبوت ہی نظام عالم کے قیام و استحکام کا واحد ذریعہ ہے اگر بشیر و نذیر دنیا میں نہ آتے یا آتے قائمقام موجود نہ رہتے تو سلیم عقل کے فتاوی کے مطابق اور نقول صحیحہ کے حکم کے مطابق ایک آن کیلئے بھی کرۂ ارض و سما قائم و متحرک نہ رہتا میں کہاں سے کہاں نکل آیا اور حالانکہ ابھی مجھے کہاں تک جانا ہے اسلئے یہاں تک جو کچھ میں نے لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ توحید کا سبق لینے کیلئے اسباب کی ضرورت تھی اور کسی واسطہ سے اس کا سیکھنا بھی دنیا کو ضروری تھا اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیاء تھے، غرض اسلام کی پہلی تعلیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے دونوں اجزاء نے تمام عالم کے سلاسل کا سر منشا اور وسائط بتلائے اور کل انسانوں کو خلقی اختلاف کے ساتھ ساتھ ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی، اور اس عالم کے انسانوں کا اس خاص رشتہ اور اہم علاقہ کیوجہ سے ایک نام رکھا کہ

جسکو مذہب نے مسلمان، مومن یعنی فرمانبردار اطاعت گذار جیسے لفظوں سے پکارا پیغمبر مذہب نے مذہب کی غرض واجتماع و ربط کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام دنیا کے لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو ایک رجل واحد سمجھا اور اسلئے تو فرمایا المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ. {تمام مسلمان ایک شخص واحد کیطرح سے ہیں اگر ایک کی آنکھ میں تکلیف ہو تو تمام جوارح میں تکلیف محسوس ہو}

اور یہاں سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح روح اس جسد خاکی میں صرف آنکھ کی پتلی کے ذریعہ تمام عالم اسباب کی سیر و سیاحت، تفریح و مطالعہ کرتی ہے ہاتھ، سر، کان، ناک سے نہیں کرسکتی، اسیطرح مذہب کی آنکھ سے ہی اسرار الٰہیہ کی سیر و سیاحت انسان کرسکتا ہے اور جسطرح ایک اندھا اس عالم اسباب کی سیر و مطالعہ سے محروم ہے اسیطرح مذہب کی آنکھ کا اندھا نور الٰہی رضاء خداوندی سے بھی حصہ نہیں پاتا "

تم ہی بتلاؤ،، توحید کا درس انسانوں کی باہمی مودت و اجتماع کے لئے ضروری تھا یا نہیں پھر توحید بھی کیسے ہونی چاہئے تھی، آریوں، عیسائیوں، جیسی توحید نہیں کہ بُت پرستی بھی کریں اور توحید کے بھی مدعی ہوں توحید کے بھی حامل ہوں اور تین ایک اور ایک تین کے بھی قائل نظر آئیں،، اسلام کی اس پہلی تعلیم میں دیکھو کسطرح توحید کو کثرت میں دکھلایا گیا ہے، ایک قلب میں دیکھو کسطرح خدائے واحد کا ٹھکانہ کیا گیا ہے . دوسرا جزو جزو اسلام میں نماز ہے "

نماز کی حقیقت اور وہ بھی مضمون کی ضمنی حیثیت میں کیا واضح ہوسکتی ہے نماز ایک مبارک معراج روحانی ہے کہ جس سے پست روحیں کچھ عرصہ سے کنارہ کش ہیں یہ وہ ضروری تعلیم ہے کہ جسکا اعتراف دیگر اقوام کو بھی طوعاً و کرہاً کرنا پڑا ہے،، وہ توحید و رسالت کا سبق جو لا الٰہ الا اللہ میں سکھلایا گیا تھا چونکہ انسان میں نسیان و غفلت خلقی ہے اور اسے تذکیر کی اشد ضرورت ہے اسلئے ضروری تھا کم سے کم ہر دن میں پانچ مرتبہ اسے یاد کرایا جاوے اور اُس رمز کو مخصوص انداز سے واضح کیا جائے، چنانچہ لا الٰہ الا اللہ میں ایک خدا کو پوجنے کی تعلیم دیگئی اور محمد رسول اللہ میں رسول کو وحدت و کثرت کے درمیان واسطہ قرار دیا گیا تھا اس لئے جس طرح خدا اور اس کی خدائی میں ربط و سلسلہ قائم ہوا،، نماز کے اندر اسکو محسوس کر کے دکھلایا گیا امام کے وجود سے وحدت اور جماعت کے لزوم سے کثرت ظاہر کردیگئی "

امام نے مصلے پر کھڑے ہوتے ہی پہلے تو اپنی اور کل جماعت کیطرف سے خدائے حمید و قدوس کی حمد ثنا کی اور اسکے بعد اپنی جماعت کی وفاشعاری و اطاعت و فرمانبرداری کا اعتراف کیا القاب شاہی کو بجا لانے کیلئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہوا تو رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ہی کہا اور جب حمد تحمید بارگاہ احدیت میں قبول ہوگئی تو امام نے پھر کل جماعت وہئیت کیطرف سے ایاک نعبد وایاک نستعین کہا اور عبادت و استعانت میں بھی وحدت کی طلب جتا کر اسکے بعد اصلی مقصد کو پیش کیا یعنی وہ لا الٰہ الا اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کہ جو مرتبہ صلوٰۃ تک مجمل تھی اسے دنیا کے تمام سلسلوں میں بھی محفوظ رکھنے کے لئے استدعا ہوئی ،، اب دنیا کے جملہ غیر محدود سلسلوں میں اسی توحید و رسالت کو باقی رکھنے کے لئے درخواست کی -،

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہ

بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا ۔ رستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے ۔ رستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو رستے سے گم ہو گئے ۔

تاکہ دنیا میں ایک ایسا سیدھا اور صاف راستہ عطا ہو جائے کہ اس کثرت میں توحید کا سہارا ہاتھ سے نہ جائے، اور جسطرح ایک قافلہ والے چاہتے ہیں کہ منزل مقصود تک سیدھے چلے جاویں ،، کہیں راستہ نہ بھولیں اور نہ سفر کی حالت میں غیر مقصود امور میں زیادہ اُلجھیں اسیطرح روح انسانی اس درخواست میں استدعا کرتی ہے کہ سیدھا راستہ ہمیں نصیب ہو ،،۔

نماز نے یہ تعلیم دی کہ یہ کارخانہ تمہارا نہیں اسے دیکھو اور بقدر ضرورت اُس سے نفع بھی اُٹھاؤ، مگر یہ بھی نہ سمجھو کہ یہ کارخانہ ہمارا ہے یا ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے دنیا کے راستہ میں ایسا ہی ٹھیرو کہ جس سے ہمک نہ ہو جاؤ قافلہ والوں سے دور ہو جاؤ ،، یہ روح کے لئے ہر دن میں ایک سفر ہے جسمیں ہر ایک کو عالم آخرت اور ہوس کیطرف متوجہ کیا جاتا ہے، نماز میں غریب و امیر شاہ و گدا سبکو ایک دربار میں حاضری کا حکم دیا گیا ،اور اعلیٰ ،متوسط و ادنیٰ سبکو ایک صف میں ایک رنگ ایک ڈھنگ کیساتھ کھڑے ہونے اور امام کی متابعت کرنیکا حکم دیا گیا نماز کے سجدہ سہو سے یہ بھی بتلایا گیا کہ اگر امام سے کبھی غلطی بھی ہو جائے تو تمہیں اسکا اتباع لازم ہے اور اس کی مکافات سجدہ سہو سے کر دی ہے کہ جبکی متابعت تم پر بھی لازم ہے - اور یہ

یہ صرف اسی لئے کہ فلسفہ خلقت سے کہیں ہاتھ نہیں اُٹھایا گیا، خلقی اختلاف وخصائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اجماع کی برکت کو کہیں غیر ضروری قرار نہ دیا گیا۔

باہمی فضیلت ومساوات دونوں کو امام اور جماعت مصلین سے واضح کردیا۔ اپنی اور اپنے نائبین و پیغمبروں کی عظمت ومحبت اتباع وتقلید کی دعوت دی مساوات کا سبق دیا اور ایسے انوکھے اور سہل انداز میں دیا کہ نہ غریب پر متابعت عمل بھاری ہو اور نہ امراء ورؤسا عاجز ہوں جماعتی اجتماع سے روزانہ کے پیدا ہونیوالے حسد وبغض، کینہ وعناد کو ایسے سہل انداز سے کھو دیا گیا جو کہ ادنی کو اعلیٰ سے ہو سکتی تھی اور وہ جبر واکراہ منافرت وحقارت جو اعلیٰ سے ادنی کو ہو سکتی ہے اسے شرکت جماعت کے رفع کردیا گیا اور جو مراتب فطرتاً انسان کی نوع میں ہو سکتے تھے انھیں باقی رکھتے ہوئے برائیوں کو دور کر دیا گیا پہلے جزء میں کل مخلوق کو ایک مرکز پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے دعوت دی گئی تھی اور دعوت مساوات ودرس محبت دیا گیا تھا دوسرے جزء میں یعنی نماز میں اسکو عملی جامہ پہنا کر دکھلایا گیا اور دعوی کی دلیل پیش کردی گئی، کھرے اور کھوٹے میں فرق کرکے دکھلا دیا گیا۔

زکوٰۃ لیکن تیسرا دور اس اجتماع وتسلیم ایمان پر بڑا کٹھن واقع ہوتا ہے یعنی لا الہ الا اللہ کہنے والے محمد رسول اللہ کی رسالت ماننے والے آخر انسان ہیں، حوائج وضروریات کے پابند ہیں آزاد روح کو جسم خاکی اور مادہ میں قید کر دیا ہے شدید ضرورت ہے کہ قید ومحن اور تکلیف ومصیبت کے وقت بھی وہ توحید فی العمل

سلہ سب سے پہلے ظہور اس کا عالم ارواح میں آدم اور فرشتوں کے درمیان ہوا کہ جس میں شیطان نے تمرد وطغیان سے کام لیا دوسرا ظہور عالم شہادۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہوا اور آپ قبلہ عالم بنائے گئے۔ آپکا انکار بین ابوجہل نے علم اُٹھایا اور کفار قریش مقابل نور ہوئے لیکن خدا کی فضیلت کا اقرار اور نمونہ دنیا میں قائم ہو کر ہی رہا، تیسرا دور نیابت نبی کے وقت میں بنی سقیفہ میں ہوا آخر وہی منتخب ہوا کہ جس کو آنحضرت صلعم نے امام صلوٰۃ بنا کر امام بنا یا اور خلافت نبوت کے تحریری اعلان کی بھی ضرورت نہ سمجھی تو عادت کے مطابق ضروری تھا کہ عبداللہ ابن سبا کی جماعت مقابل آئے اور گھر کا سہارا لیکر جو کچھ مکر وفریب دین حق کے مقابلہ میں تقیہ اور بداء کی گمراہ کن اصول سے سامنے لائے وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں +

ہاتھ سے نہ جائے اور روح کا جو رخ مادی متاع کیطرف ہوگیا ہے جس کی وجہ سے باہم متصادم ہوجانیکا اندیشہ ہے وہ اٹھ ہوجائے اور وہ مادی متاع جسکے سبب مخلوق آپسمیں مختلف ہوسکتی ہے مرکز توحید و نقطۂ رسالت چھوڑ سکتی ہے ملک رانی و ہمہ گیری کے تخیل میں پڑ کر راحت و لذائذ میں سرشار ہو کر ایک دوسرے سے بیخبر باہم متنفر ہوسکتی ہے کبھی ہاتھ سے چھوٹ جائے۔۔ مادی متاع وہ صرف چاندی اور سونیکی وہ تھا ہی روح چاندی اور سونے کے حصول کیلئے فطرتاً بیقرار کیوں ہے مناسب ہے کہ ضمناً اسکے متعلق بھی دو چار کلمات زیب قرطاس کرتا چلوں تاکہ اصلی مدعا سے قریب ہو جاؤں اور جو طوالت تحریر ہوگئی ہے وہ سودمند ہو، بات حقیقت میں یہ ہے کہ روح علوی شئے ہے۔ لہٰذا علوی اشیاء سے اس کا ربط فطری طور پر ہونا چاہیئے اور انجذاب وکشش بھی لازمی طور پر ہونی چاہیئے۔ سب کو معلوم ہے کہ ہر ماتحت مافوق کا محتاج اور اسکے جملہ اثرات قبول کرنیمیں اس کا پابند ہے آسمان کی طرف سے بارش ہو تو یہ نہیں ہوسکتا کہ زمین قبول نہ کرے آفتاب کا نور جب جلوہ ریز ہو تو یہ ممکن نہیں کہ زمین اس کے قبول کرنے سے انکاری ہو، غرض ہر مافوق اپنے ماتحت کیلئے موثر ہے اور ماتحت اس کا متاثر ہے آفتاب کا نور بلاواسطہ یا بالواسطہ چاند کے ذریعہ سے ہر چیز پر پڑتا ہے نباتات پر بھی اور جمادات پر بھی حیوانات پر بھی اور انسانوں پر بھی یہی نور شمس و قمر جب معدنیات میں جلوہ فرما ہوتا ہے تو بعض قابل دھاتیں نور شمس و قمر کو اپنے اندر جذب کرلیتی ہیں چنانچہ سونیمیں جو یکتائی و محبوبیت آئی وہ درحقیقت آفتابی شعاعوں کے انجذاب ہی سے آئی اسی طرح چاندی میں جو دلربائی پیدا ہوئی اور حسن و دلفریبی آئی وہ محض نور قمر کے منجذب ہوجانیسے ہوئی، اور دھاتیں مثل تانبہ پیتل وغیرہ علیٰ قدر استعداد وہ سب اس آفتاب کی نورانیت کے شرمندۂ احسان ہیں غرض نورانیت شمس و قمر کی وجہ سے روح چاندی اور سونیکی طرف زیادہ بالطبع مائل ہوتی ہے اور اسکا میلان طبعی شریعت میں بھی مذموم نہیں بلکہ ضرورت کی حد تک بعض اوقات ضروری ہے ہاں کامل طور پر منہمک ہوجانا اور سرمنشاء وجود و معطی حقیقی سے غافل ہوجانا ظاہر ہے کہ کسی وقت اور کسی طرح بھی محمود نہیں ہوسکتا، الحاصل کسب زر کی ایک ایسی خطرناک راہ تھی کہ جسمیں بلاتفریق ہر انسان کو فطری طلب تھی اور اس کے حصول میں وہ مضطر و مجبور تھے سو اگر بعض مذاہب کیطرح اسلام یہ حکم دیتا کہ کوئی انسان چاندی و سونے

کو آنکھ بھر کر نہ دیکھے اور اس کا حصول کسیطرح بھی نکرے پہاڑوں اور غاروں میں جا بسے کہ آنکھو نسی یہ چیزیں نظر ہی نہ پڑیں تو درحقیقت فطرت انسانی کے خلاف حکم ہوتا اس لئے اسلام نے کسب زر کا حکم دیا اور نہایت آزادی کیساتھ اجازت دی لیکن ساتھ ہی حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو اسمیں ملوث ہونیسے بچایا چنانچہ فرمایا خذ من اموالهم صدقة | آپ لیجئے اُن کے اموال میں سے صدقہ "

اور باہم لڑجانے اور متصادم ہوجانے کا انسداد فرما کر اعلیٰ کو متوسط اور ادنیٰ کیطرف متوجہ کرنے کے لئے زکوٰۃ کا دائمی حکم فرمایا اور واجب و مستحب و مندوب تمام درجات سے بڑھکر ضروری و فرض قرار دیا سخت سے سخت سزا سے ڈرا کر زکوٰۃ کی پابندی و ادائیگی کا حکم دیا اور عبادت بدنی کیساتھ عبادت مالی کو بھی فرضیت کا درجہ عطا فرمایا اور نا دہندگان زکوٰۃ کیلئے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا	جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا	خرچ نہیں کرتے سو آپ انکو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے
فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ	کہ اس روز واقع ہوگی کہ انکو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جاویگا
هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ	پھر اُس سے اُن لوگوں کی پیشانیوں اور اُن کی کروٹوں اور اُن کی پشتوں

کو داغ دیا جاویگا یہ وہ ہے جسکو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو "

دیکھو اور عذاب مالی کے فلسفہ پر نظر کرو اور اس آیت میں عذاب مالی کے مخصوص مواقع پر نظر کرو کہ بخل و سخاوت کے اوصاف کی کس طرح تہذیب و ترتیب قائم کیگئی اور خدائے عزیز و حکیم نے کسطرح تمام انسانوں کو کسب عمل کے درجات و مراتب بتلائے ہیں "

خدا کے یہاں یہ بھی محمود نہیں کہ کسب زر نہو۔ یہ بھی محمود نہیں کہ رہبانیت ہو۔ یہ بھی پسندیدہ نہیں کہ مال و زر تو ہو مگر بخل و طمع نفسی کیوجہ سے انفاق فی سبیل اللہ نہو مال و دولت کیضرور سعی کیجائے لیکن نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے خدا کیلئے اور اپنے متعلقین و عامہ مسلمین کیلئے جائز طریقہ سے مال کمایا جائے اور جائز ہی طریقوں سے صرف کیا جائے دیکھو یہ انسانوں کو کیسے شیر و شکر بنایا گیا کسطرح بے لوث و بے منت بے ضرر مناسب اندازہ میں مال کو تمام مسلمانوں پر خرچ کرنا سکھلایا گیا اور دیکھو کسطرح خداوند غنی و حمید نے ایک انسان سے دوسرے انسان کیلئے

رض طلب کیا اور اپنے غنا و استغنا و قرض سے انسانوں کو درس اعانت دیا اپنی چیز کو
ندہ کی چیز قرار دیکر کس طرح ایک سے دوسرے کے پاس اور دوسرے سے تیسرے کے پاس
منتقل فرمایا اور اپنے کو مقروض فرماکر اپنے بندوں کا خیال فرمایا اور شان ربوبیت کا جسکا بندہ نے الحمد
للہ رب العلمین سے اقرار کیا تھا) کس طرح حق تعالیٰ نے مشاہدہ کرایا۔

اور کس طرح اس مادی متاع سے بھی انسان کو شفا روحانی کا درس دیا امن و اطمینان کا راستہ
دکھلایا، فقر و جہل مادی و روحانی بیماریوں سے نجات کا کیسا سہل اور مختصر راستہ بتلایا خلاصہ یہ ہے کہ
تکالیف رفع کرنے کیلئے تو نماز مقرر کیگئی اور روح انسانی کو اسطرح مرکز اسباب و علل سے متعلق کیا
اور مادی تکالیف رفع کرنے کیلئے زکوٰۃ مقرر ہوئی،،

روزہ | لیکن ہر تکلیف کا علم کافی نہیں جب تک احساس نہو اور احساس جبھی ہو سکتا ہے جبکہ اپنے اوپر گذرے
جب انسان کو بخار ہو دوسرا اسے محسوس نہیں کر سکتا جب تک بخار کی تکلیف اُسپر نہ گذرے فقر کی مصیبت
اور گرسنگی و فاقہ کی تکلیف کا احساس کیسے ہو سکتا تھا جب تک کہ اسے تجربہ و مشاہدہ نکرا دیا جاوے اسلئے
تیسری عبادت جو فرض کیگئی اور اسلام کا ایک رکن قرار دیا گیا وہ روزہ ہے جسمیں خواہشات نفسانیہ کو
کم کرنے اور روح کو اعتدال پر لانے کیلئے ایک سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ اسکیلئے مقرر
کیا گیا،، روزہ کی حکمتیں دو چار نہیں عقل و نقل کی حدود میں اس کا مادہ کچھ ایسا نہیں کہ دو چار لفظوں
میں ادا ہو سکے حقیقت میں دفتر کے دفتر اسکے لئے درکار ہیں مختصر یہ ہے کہ سفلی اشیاء سے جسقدر بھی
روح کو روکا جائیگا اسیقدر اسکے اندر ایک صفائی اور علو پیدا ہوگا ظاہر میں جسطرح تم اس مکان کو
گندا تصور کرتے ہو جسمیں کوڑا کرکٹ ہو،، اسیطرح خداوند عالم نے اس باطن کو ناپسند فرمایا ہے جسنے ایک
مہینہ میں چند گھنٹے بھی کھانے اور پینے وغیرہ سے احتراز نکیا۔

جس نے اپنی روح میں تجرد اور کمال پیدا نہ کیا جسطرح مسہل کے لئے مخصوص نسخے ہیں کہ جب تک
انہیں استعمال نکیا جاوے نتیجہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح روح میں تجرد اور صفائی پیدا کرنے کا واحد
ذریعہ روزہ ہے۔

کوئی شخص اگر عطار کے یہاں سے نسخہ لے آئے اور اس کی قیمت بھی ادا کر دے لیکن استعمال نہ کرے جسطرح اسے نفع نہیں ہوسکتا اور مسہل کا فائدہ نہیں ہو سکتا اسی طرح جس شخص نے بلا عذر دیدہ و دانستہ روزہ کے بجائے فدیہ ادا کیا تو اس نے اپنے باطن کی صفائی میں قصور کیا اور جبکہ روح کو مادی اشیاء سے روکا گیا یعنی کھانا پینا وغیرہ اسکے لئے ممنوع ہوگیا تو ایسی حالت میں روح کیلئے کم سے کم روحانی غذا کا سامان ضروری تھا، اسلئے رمضان میں قرآن نازل ہوا عالم کے لئے ہدایت و رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے روزہ نے ایکطرف مخلوق کو باہم متحد و مہربان کیا تو دوسری طرف روزہ نے خالق سے مخلوق کو قریب کر دیا خالق کی صفات کمالیہ کا پورا مظہر بنا دیا نبی مرسل کے فقر و فاقہ کو یاد دلا دیا اور روزہ نے قرآنی حلاوت و غذا روح کا احساس پیدا کیا اور اس عمل سے خدا کو پالیا۔

بتلاؤ کہ اگر روزہ کی تعلیم لازمی و دائمی طور پر نہ بجاتی کیسے ایک کو دوسرے کا خیال اور کامل ہمدردی ہوسکتی اور کیوں نہ نظام انسانی میں نقص باقی رہتا آج غرباء سے تنفر جو امراء کو ہوگیا ہے اور اعلیٰ طبقہ سے نفرت جو ادنیٰ و متوسط طبقہ میں بڑھتی چلی جارہی ہے اس کا سبب بھی تو ہے کہ مساوات کے درس میں شرکت چھوٹ گئی باہمی مودت و محبت کے استقلال و استحکام کا فکر جاتا رہا ایک کو دوسرے کی مصیبت کا غم اور اس کا احساس جاتا رہا اگر مخلوق ایک خدا کو پوجے ایک رنگ ایک ڈھنگ سے یو یہ سربسجود ہوتی رہے اعلیٰ طبقہ ہر سال متوسط و ادنیٰ طبقہ کیساتھ مالی اخلاقی سلوک سے احسان کرتا رہے یا جو دینی مجالس و مدارس مصروف عمل ہیں اُن کی خبر گیری کرتا رہے۔

ہر سال ایک ماہ غریبوں کیطرح بھوکا پیاسا خدا کے لئے بنجا رہے اور عمر بھر میں بشرط استطاعت بیت اللہ کی زیارت و اجتماع عظیم میں شرکت کرتا رہے تو کیا وجہ ہے کہ ذاتی اختلافات رونما ہوں،، خلقی خصائل آپس میں متصادم ہوں اور اسطرح نظام عالم میں برہمی و بربادی رونما ہو۔ خوب یاد رکھو ہمیشہ باطن کے اثرات ظاہر میں نشو و ظہور کرتے ہیں باطن کی صفائی کے لئے جو تعلیم و طریقہ بتلایا گیا ہے جب اس سے روگردانی ہوگی تو کیسے ترقی اور کیسے اطمینان کی دولت نصیب

ہو سکتی ہے۔

مسلمان خواہ غور کریں یا نکریں فکریں کریں اور جب بھی کریں اُن کیلئے ناچار یہی پانچ طریقے فوز و فلاح کے ہیں جو اونپر دائمی طور سے فرض قرار دیئے گئے ہیں ،، تارک فرض مستحق ترقی کیسے ہو سکتے ہیں ایک ملازم آقا کی خدمت کے بغیر کیسے ملازم رہسکتا ہے اور کیسے اوج ترقی پر پہنچ سکتا ہے ،، بندہ بندہ ہوکر بغیر عبادت کے کیسے بندہ کہلا سکتا ہے کیسے اس کا آقا و مولی اسپر مہربان ہو سکتا ہے کسی شریف مالک نے اگر نافرمان غلام کو روٹی کپڑا دے بھی دیا تو اس کا یہ کب مطلب ہے کہ وہ اس سے راضی بھی ہے اور معاملہ رضا کا اس سے متعلق کر سکتا ہے ،، دنیا کے کل انسان

ہندو اور مسلمان بنظر انصاف غور کریں کہ مذہب کی ضرورت کے بعد ایسے کونسے مسلمات ہیں جنسے نظام عالم وابستہ ہو جن مسلمات میں قوام انسانی کو مضبوط و مستحکم کر دیا گیا ہو مسلمانونکو اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو تعلیمات اسلامیہ پر نظر کرتے ہوئے عملی بداعتدالیوں پر نظر نہ کرنی چاہیئے ،، دیکھنا تو اصل میں ان اصول و ضوابط کا ہے جنسے فوز و فلاح وابستہ ہو چکی ہو سو ایسے مکمل تعلیم اور ایسے کامل ارکان اور ایسے مہذب و فطری اجزا جنکے بغیر عقل سلیم کو چارہ نہیں کس مذہب میں پائے جاتے ہیں ہمیں اسکے اعتراف میں کب انکار ہے کہ کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جو برائی کی عمداً تعلیم دیتا ہو یا کسی مذہب میں نیکی کا جز نہو لیکن ضرورت مذہبی کے بعد قابل غور ہمیشہ یہ بات ہوتی ہے کہ مکمل تعلیم کس مذہب کی ہے اور ظاہر ہے کہ جو تعلیم بھی مکمل ہو گی جس مذہب کو بھی کامل ٹھیرایا جاویگا وہ ایک ہی ہو گا کمال کو پسند ہی وحدت ہے کثرت کمال کیلئے مانع ہے۔ سو یہ کیسی سفاہت ہے کہ ہر مذہب کو سچا مانا جائے اور سبکو منجانب اللہ سمجھا جائے تجارت کے سلسلہ میں دنیا کے ہر خطہ کا آدمی لگا ہوا ہے لیکن انصاف سے بتلاؤ کیا ہر شخص کامیاب اور سچی اور سیدھی راہ ہی تجارت میں پالیتا ہے سب، یہ واقعہ کے خلاف ہے تو آخر مذہبی کامیابی میں کیوں اس خیال کو صرف نہیں کیا جاتا ،،

موسم رحمت یعنی رمضان المبارک میں عمل خیر کا ثواب

بزرگوں کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جسنے رمضان المبارک کو جمعیت خاطر سے گذارا تو سال بھر تک اسی اطمینانی کیفیت اور پر سکون دولت حاصل

رہتی ہی اور اگر کسی نے رمضان کو جمعیت خاطر و عبادت سے نہ گذارا تو بارہ مہینہ اسپر پریشانی کا اثر رہتا ہی اور کیوں نہو تخم ریزی کے لئے جسطرح ہر وقت مناسب نہیں بلکہ مختلف اوقات ہیں اسیطرح خیر کی تخم ریزی کیلئے بھی مخصوص اوقات و مواقع ہیں قرآن نے اس موسم کو اسطرح بیان فرمایا۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر | تحقیق ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

یاد رکھو جسنے وقت پر بیج ڈالا اس نے فصل میں اول وقت غلہ بھی اٹھایا، اور اس سے منتفع بھی ہوا جسنے رمضان میں ایک روپیہ دیا مخبر صادق کی خبر کے مطابق اسنے ستر روپیہ کا ثواب کمایا جو دیتا ہی وہ جمع کرتا ہی اور جو کسی نے دیا وہ اپنے لئے دیا اور جو دیا وہ جمع ہوا، اور جو رمضان میں جمع ہوا اسکا ستر گونہ عاقبت میں ملیگا۔

خوب سمجھلو تم نے جسکو دیا اسپر کوئی احسان نہین کیا احسان تو اسکا ہی جسنے تمہیں دینے کے قابل بنایا پھر اگر تمنے دیا تو درحقیقت اسکے دئے ہوئے کا شکر ادا کیا جو کچھ ہی وہ خدا ہی کا ہی اور وہ خدا ہی کیلئے ہے ہمارا اور تمہارا اگر اسمیں ہی تو اسیقدر کہ اپنی لیاقت وقدر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

گندم از گندم بروید جو ز جو	از مکافات عمل غافل مشو

سخاوت رسولؐ | ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اولین وآخرین سے وصف جود وسخا میں بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن رمضان المبارک کا مہینہ اس میں بھی زیادتی کا موجب ہوتا تھا اور کیوں نہو یہ وہ مبارک مہینہ اسلام کا ہی جسمیں قرآن کا نزول ہدایت کی بارش انسانوں کیلئے ہوئی،،

تنقیح مصارف صدقات

دارالعلوم دیوبند کی سالانہ امداد

آج اہم سوال اگر ہے تو یہی کہ مصارف صدقات میں کون مصرف ایسا بہتر سے بہتر ہی یا ہوسکتا ہی کہ جسمیں مسلمان، زکوۃ وصدقات کا روپیہ خدا کے لئے لگائیں، خصوصاً حالت جبکہ یہ ہی کہ ایک مسجد بنانے کا حکم دیتے ہے تو دوسرا عرس شریف کی کامیاب بنانے کی فکر میں لگا ہوا ہی۔

فی زمانہ غیر مستحق مصنوعی سائلوں نے مانگنے کھانے کے جو مہذب غیر مہذب ڈھنگ نکال لئے ہیں اور مسجد دن تیسیم خانوں خانقاہوں کے نام سے جو لوٹ مچا رکھا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سچے حامیان دین کے لئے اس وقت سے بڑی دشواری ہوگئی ہے۔ طلب کریں تو ان کے زمرہ میں شامل ہونے کا خوف دامنگیر ہوتا ہے نہ طلب کریں تو کام کیسے چلائیں۔ اس موقع پر ہم حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی کا ایک واقعہ ذکر کرنا چاہتے ہیں جو درحقیقت مصارف صدقات میں کافی بصیرت بخشیگا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ حضرت ہمارے یہاں کی مسجد کے لئے چندہ کر دیجئے خود بھی دیجئے اور لوگوں سے بھی فرمایئے حضرت نے فرمایا کہ بھائی اس کام میں مدد کرو کہ جس سے لوگ نمازی بنیں صرف مسجدیں بنانے سے کام نہیں چلتا اور ظاہر ہے کہ نمازی جبھی بنینگے جبکہ مدارس دینی قائم رہینگے کیونکہ نماز کی ضرورت کے بتلانیوالے تو یہی لوگ ہیں اور جب ہی مسجدیں بھی کارآمد ہونگی۔ اگر مسجدیں شاندار بنادی جاویں اور نمازی نہوں تو آپ ہی فرمایئے کہ مسجدیں بنانیسے حاصل کیا ہوگا۔ اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء دین کے لئے اہم ذرائع اسلامی تعلیمی مدارس ہیں اب ایک اور امر دریافت طلب رہجاتا ہے وہ یہ کہ کیا کل اموال وصدقات مدارس اسلامیہ ہی کو دیدیئے جاویں سو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ جسطرح ایک باپ کے چند بیٹے ہوں تو سب ہی پر نظر کرم ہوتی ہے کسی ایک پر نہیں ہوتی اسیطرح اعزا واقربا کو ایک حصہ مصارف وصدقات وزکوٰۃ کا دیکر بقیہ حصہ مورخیر مثل مدارس ومجالس تبلیغیہ کیلئے وقف ہونا چاہیئے اور مسلمانوں کا زیادہ روپیہ بعد مقامی ضرورتوں کے صرف تعلیم وتبلیغ پر صرف ہونا چاہیئے اس موقع پر ناسپاسی ہوگی اگر ہیں دارالعلوم دیوبند کا ذکر خیر نکروں جسکی بدولت ہندوستان ودیگر بلاد اسلامیہ میں قال اللہ قال الرسول کا ڈنکہ بج رہا ہے اور جسکے فارغ التحصیل ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور دیگر ممالک میں پہنچ چکے ہیں اور تبلیغ واشاعت تعلیم وتلقین میں مشغول ہیں۔

یہ مرکز العلوم غدر کے بعد سے مسلمانوں کا سب سے بڑا خدمت گذار ہے اسنے اسلام کی سب سے ضروری خدمت کو ساٹھ باسٹھ سال میں جس اعتدال اور جس متانت کیساتھ انجام دیا اور زمانہ کے مصائب و

فتن مالی دشواریوں کے بعد بھی جسطرح اسنے تعلیم جاری رکھی فی الحقیقت اہل دولت کے لئے بہت توجہ کی ضرورت ہے اتنے بڑے سلسلہ کے باوجود پھر اس کا مدار توکل پر ہے۔

آج دارالعلوم کے احاطہ اور اسکی عمارات کو اگر دیکھیں تو آپ کو سلاطین اسلامیہ کی یاد تازہ ہو جاویگی دارالعلوم نے غریب مفلس مسلمانوں کے چندہ سے جو عظیم الشان دارالحدیث تیار کردی ہے اور بڑے پیمانہ کے دارالطلبہ کی بنیادیں استوار کر کے متعدد کمرے تیار کرادیے ہیں درحقیقت وہ مسلمانان ہندوستان کے لئے موجب صد عزت و فخر ہیں آج ترکستان میں جاکر ڈھونڈو تمہیں کوئی ایسا سرچشمہ مذہبی نہ ملیگا آج تم مصر میں جاکر دیکھو تمہیں بہت سے مدارس امدادی نظر آوینگے لیکن دیوبند جیسی تعلیم تمہیں نہ دکھلائی دیگی اس سے زیادہ حیرت کی کیا بات ہوگی کہ سرچشمہ اسلام مکہ مکرمہ میں بھی اسی چشمہ دیوبند کے چند قطرے جاتے ہیں"

اس سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ دارالعلوم کیلئے کوئی مستقل سعی کا ذریعہ نہیں محکمہ سفارت نہیں کہ بار بار یاددہانی نہیں لیکن خداوند علیم و خبیر اپنے دینی باغ کو تروتازہ رکھنے کیلئے ایسی وقت پر امداد پہنچاتا ہے کہ خیال و گمان بھی اسطرف نہیں پہنچتا ، حضرت فخر الہند مدفیوضہم فرمایا کرتے ہیں کہ دیوبند ہی کا مدرسہ ایک مدرسہ ہے کہ جسنے روپیہ سے کبھی کام شروع نہیں کیا بلکہ اسکے کام پر روپیہ آیا" القاسم جو فیوض دارالعلوم کا واحد ناشر ہے اسکا رمضان المبارک کے موقع پر یہ پہلا فرض ہے کہ وہ دارالعلوم کی سالانہ امداد کیطرف مسلمانوں کو متوجہ کرے کوئی انجمن اگر چندہ مانگتی ہے تو اغراض و مقاصد بیان کرتی ہے۔ لائحہ عمل پیش کرتی ہے لیکن گلزار قاسمی و رشیدی کے عمل کا نمونہ آج ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں وہ منبع علوم ہے جو دریا کیطرح موجیں مارتا ہوا تشنگان علوم اسلامیہ کو سیراب کر رہا ہے آج کونسی دینی درسگاہ ایسی ہے جو اسکی خوشہ چیں نہیں اور کونسا شہر ہے جہاں اسکا فیض تشنہ موجود نہیں

خداتعالی اس باغ کو ہمیشہ سرسبز رکھے آمین

مجھے کامل توقع ہے کہ مسلمانان ہندوستان حسب دستور قدیم رمضان المبارک میں دارالعلوم کیلئے ایک لاکھ روپیہ اسکے سالانہ اخراجات کیلئے فراہم کردیں گے اور اس صدقہ جاریہ اور اس قدیم یادگار اسلام کو ہمیشہ تروتازہ رکھینگے اور رمضان المبارک جیسی موسم رحمت میں ستر گونہ ثواب حاصل کریں گے۔

وما توفیقی الا باللہ ۔ خاکسار طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ، محمد المدیر القاسم دارالعلوم دیوبند

ایک پُر مغز اور نتیجہ خیز مکالمہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی روحانیت

نیا میں حق و باطل کی معرکہ آرائی ہمیشہ سے رہی ہے اور تا اختتام دنیا رہیگی۔ خدائے حکیم نے عالم غیب میں یک طرف تو ملائکہ کا پاک گروہ پیدا فرمایا، اور ایکطرف شیاطین کا خبیث گروہ بنایا اور باہم انکو دست گریبان دیا۔ پھر عالم شہادۃ میں ادھر تو انبیاء علیہم السّلام کی مقدّس جماعت اتاری اور اُدھر دجالوں کی ملعون اعت کھڑی کی اور ایک کو دوسرے کے بالمقابل صف آرا کر دیا، اسیطرح پھر دونوں سلسلونکی امتیں اور اعتیں متقابل بناکر زمین پر پھیلا دیں، تاکہ حق و باطل صدق و کذب، نیک و بد کی معرکہ آرائی ہوتی رہے

میز اللہ الخبیث من الطیب و یجعل الخبیث بعضہ لی بعض فیرکمہ جمیعاً فیجعلہ فی جہنّم اولٰئک ہم الخسرون ؛	تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر اُن سبکو جہنم میں ڈالدے۔ ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں۔

دونوں جماعتیں اپنی اپنی شرعۃ و منہاج کی تبلیغ و ترویج کرتے ہوئے بسا اوقات باہم ٹکرا بھی پڑتی ہیں ؛ ھی قلم و زبان سے نبرد آزمائی ہو پڑتی ہی اور کبھی تیغ و سنان سے۔ لیکن انجام کار ہر ایک جنگ میں خدا ی گروہ کو فتح و نصرت کی دولت سے مالا مال کرتا ہی جسکے ہتیاروں میں خدا ہی کی حقانی قوۃ کار فرما ہوتی ہر رجسکے تمام اسلحہ خدا ہی کی نصرۃ و مدد کے اعتماد پر حرکۃ کرتے ہیں۔ پس حق کی تلوار باطل کی صفیں اولٹ یتی ہے اور میدان صرف حق ہی کے ہاتھ رہجاتا ہی۔

ل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ،،	بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ اسکا بھیجا نکالدیتا ہی سو وہ دفعۃً جاتا رہتا ہے ؛

انہی معرکہ ہائے حق و باطل میں ایک زبردست معرکہ قلم و زبان وہ بھی ہے جو عہد رواں میں طائفہ قادیان اور علمائے حق میں چھڑا ہوا ہے۔ قادیانی باطل یا مرزائی لیڈر نے مختلف الوان کی قبائیں پہنکر اپنے کو خوش منظر بنایا اور مرزا صاحب کی زعمی مہدویت اور فرضی مسیحیت نے عوام کے سامنے نئے نئے رنگ کے لباسوں میں اپنے تئیں دل آویز۔ دلچسپ اور حق صورت بنانیکی سعی کی۔ تاکہ عوام الناس کی گرویدگی سے کوئی معتد بہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ (اور ہم سمجھتے ہیں کہ مرزائی بیت المال نے ایک حد تک ترقی بھی کی)۔ لیکن حقانی اور ربانی علماء ان کے انداز قد کو ہر رنگ میں پہچانتے گئے اور پھر اسی رنگ میں ان کے تمام مکائد کا طلسم توڑتے رہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۔۔۔ من انداز قدت را می شناسم

مرزا غلام احمد قادیانی کو علماء حق کے مقابلہ میں نہ صرف علوم شریعت اور قرآن و سنّۃ کے مطالب و معانی ہی میں بار بار شکستیں کرانی پڑیں۔ بلکہ جب کبھی آپ نے اہل باطن حقیقت اور صوفیاء کے رنگ میں نمایاں ہو کر طریقت میں تلبیس کرنے کی ٹھانی ہے تو اللہ نے اپنے بعض اہل دل اور اہل باطن بندوں کے ذریعہ سے اس فریب کا پردہ بھی چاک کر دکھایا ہے۔ اور عالم پر واضح کر دیا ہے کہ یہ شرذمہ باطل اہل باطن کے گروہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ اہل بطن میں سے ہے۔

مرزا صاحب اپنی تبلیغ کے اُس ابتدائی دور میں (جبکہ آپ ترقی کرکے مہدی و مسیح کے دعوی تک نہیں پہنچتے تھے بلکہ صرف مجددیت کے اعلان کو تحصیل مقاصد کے لئے کافی خیال کئے ہوئے تھے) ایکدفعہ دجال کے گدھے (ریل) پر سوار ہو کر لاہور تشریف لائے۔ پنجاب کی بہت سے محروم الہدایۃ تو انکی حرص جاہ و مال کا شکار ہوئے ہی لیکن بعض ایسے ثابت قدم اور راسخ الاعتقاد لوگ بھی جنکی طرف اس قسم کی لغزشوں کا وہم بھی نہ ہوسکتا تھا مرزا صاحب کے دھوکہ میں آگئے۔

لالہ مشتاق احمد صاحب انبہٹوی[1] (جو اپنی جماعت کے ایک مقتدر اور صاف باطن عالم ہیں) اُس زمانہ میں لاہور تھے انہوں نے اپنی پاکیزہ باطنی کیوجہ سے سذاجتہ سے یہ خیال جمالیا کہ مرزا صاحب یقیناً کوئی

[1] انبہٹہ ضلع سہارنپور کا ایک قصبہ ہے جو دیوبند سے ۲۰، ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

غیر معمولی انسان اور بڑے شخص ہیں اگر مخلوق کے عوام ان کیطرف مائل ہیں تو اس لئے کہ وہ میلان کے حقیقی محل ہیں"

مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی کو دعوت دی کہ آپ لاہور تشریف لاویں اور اس غیر معمولی انسان کی زیارت سے مشرف ہوں۔ نیز اس دعوت نامہ میں مرزا صاحب کے بہت سے مدائح بیان کئے۔

حضرت مولانا نے اس دعوت نامہ کا جواب لکھا جس کا خلاصہ میرے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

عوام کی گرویدگی سے متاثر نہ ہوجئے۔ میں آپ کو اس مضمون کیطرف متوجہ کرتا ہوں جو حضرت آیۃ من آیات اللہ مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ نے ایک حدیث سے استنباط فرمایا ہے اور میں نے اس مضمون کو یا اُن کے کسی وعظ میں یا درس میں خود انہی سے سنا ہے وہ یہ کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو مقبول ٹھیراتے ہیں تو جبریل کو حکم فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے محبت کی تو بھی اس سے محبت کر۔ وہ آسمان ہفتم پر اس کا اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص خدا کا محبوب ہے تم سب اس کی محبت کا دم بھرو۔ پھر اس آسمان کے آسمان ششم پر یہی اعلان کرتے ہیں اور اس آسمان کے لوگ آسمان پنجم پر علیٰ ہٰذا ہر ما تحت آسمان پر مافوق سے یہ محبت و مقبولیت تدریجاً چلتی ہے اور تمام آسمانوں میں اوس بندہ کا قبول پھیل جاتا ہے۔ پھر آسمان دنیا سے یہ مقبولیت و محبت مدبرات اُمور کے ذریعہ قلوب بنی آدم میں پھیلادی جاتی ہے اور وہ شخص سارے عالم میں حسب مرتبہ مقبول ہوجاتا ہے

۵ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ ان مقتدرا در اہل باطن بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز خلفاء میں سے تھے اور سلوک طریقت میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے۔ انکشافات وجلاء قلب میں آپ کی ایک ممتاز حیثیت تھی سیر الی اللہ کے مقامات جس تفصیل سے آپ پر منکشف ہوئے ہیں اُتنے کسی فرد جماعت پر نہیں ہوئے ہیں افسوس ابھی ایک ہی سال گذرا کہ اس سرمایۂ کشف و شہود کو عالم بالا نے ہم سے چھین لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تمام ناظرین مضمون کچھ آیات قرآنی پڑھکر مولانا کیلئے ایصال ثواب کردیں"۔ محمد طیب غفرلہٗ

یہاں تک پہنچ کر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی یہ اعتراض فرمایا کہ دنیا میں تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے مقبولان بارگاہ مقبولان دنیا نہیں ہوتے اور کتنے ہی جاہ پرست اور عبدالدراہم والدنیا۔ مقبول دنیا بنجاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس سوال کا جواب خود حدیث ہی سے نکل رہا ہے۔ وہ یہ کہ حدیث میں تدریجی قبول کا ذکر فرمایا گیا ہی جو اوپر سے چلتا ہی اور نیچے تک آتا ہی۔ اور خواص کائنات سے چلکر انتہاءً عوام میں آتا ہی۔ یعنی اللہ کا محبوب پہلے اہل اللہ اور خواص میں مقبول ہوتا ہی پھر عوام میں۔ اور برخلاف اسکے ایک غیر متدین کی مقبولیت ابتداءً عوام ہی میں پھیلتی ہی۔ پس اگر قادیانی مکائد میں عوام کالانعام پھنس گئے ہیں تو تم کیوں متأثر ہو اسکو دیکھو کہ خواص اور علمائے حقانی نے اس کی ابتداء ہی پر اسکی انتہاء کا حکم لگادیا تھا۔"

اس واقعہ پر کچھ ایام گذر گئے مولوی مشتاق احمد صاحب کسی ضرورت سے لدھیانہ میں مقیم تھے کہ مرزا صاحب نے لدھیانہ میں ایک نکاح کیا اور اس تعلق سے مرزا صاحب بھی لدھیانہ میں مقیم تھے۔ اتفاقاً حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی کسی ضرورت سے لدھیانہ جانا پڑا۔ اور مولوی مشتاق احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب میں مرزا صاحب سے آپ کو ضرور ملاؤنگا۔ مولانا نے فرمایا کہ چلئے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے۔ مرزا صاحب زنانے میں تھے۔ اطلاع کرائی گئی، باہر آئے۔ مولانا سے ملاقات ہوئی۔ پہلے کچھ رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ مجمع کثیر تھا اور مختلف قسم کے لوگ تھے۔ آخر کار مولانا نے اسطرح مہر سکوت کو توڑا۔

مولانا | جناب نے جو کچھ اشتہارات دیئے ہیں اون سے آپکا یہ دعویٰ معلوم ہوتا ہی کہ آپ اس صدی کے مجدد ہیں۔ اور جبکہ ایسا ہی تو میں آپ سے چند ایک سوالات رکھتا ہوں۔

اگر فی الواقع آپنے میری تشفی کردی تو پھر میں نہ صرف آپکو تسلیم ہی کرونگا بلکہ آپ کی مجددیت کی تبلیغ کرونگا اور میں ایک ایسے مردم خیز ضلع (سہارنپور) کا رہنے والا ہوں کہ اگر وہاں آپ کی شہرت ہوگئی تو ملک کے بیشتر مسلمان آپ کے حلقۂ اطاعت میں آجائیں گے۔

مرزا صاحب | ہاں بیشک میں مجدد ہوں، آپ سوال کیجئے۔"

مولانا | یہ تو حدیث ہی سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد دین آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجددیت کا مرتبہ جو کچھ بھی ہے وہ ایک بلند پایہ مرتبہ ہے مگر وہ کسب ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ گو اللہ کے علم میں مقدر ہے کہ وہ کس کا حصہ ہے مگر مجدد کو ابتداءً مبتدی ہی کی طرح چلنا پڑتا ہے اور انتہاءً وہ اس مرتبہ پہنچ جاتا ہے۔ مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ جب تدریجی منازل طے کر کے ذکر و شغل کی برکت سے مقامات ولایت طے کر رہے تھے تو کن کن مقامات سے آپ کا گذر ہوا۔؟

یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں کہ صاحب مقامات دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ یا وہ مغلوب الحال ہوتے ہیں یا مستقیم الحال۔ مغلوب الحال جو کچھ بھی غلبہ حال میں کہہ گذرتا ہے۔ اس پر کوئی گرفت نہیں کہ معذور ہے اور نہ اس کو تجدید کا مرتبہ مل سکتا ہے۔ بلکہ ارشاد و ہدایت کی کوئی خدمت بھی۔ فانی الحال اور مغلوب کو نہیں مل سکتی۔ ہاں خدمات ارشاد مستقیم الحال کو دیجاتی ہیں اور وہ ہر بات استقامت سے کہتے ہیں۔ پس جبکہ آپ مجدد ہیں تو آپ استقامت کیساتھ ہیں اس لئے آپ فرمائیے کہ آپ کن کن مقامات سے گذرے؟۔

پہلے کونسا مقام آیا اس کے بعد کونسا؟۔

ہر مقام پر آپ کی کیا کیفیت ہوئی تھی؟۔ یہی کیفیات آپ کی دلائل ہوں گی۔

جبکہ آپ مقام مجددیت پر پہنچے تو آپ پر کیا کیفیت طاری تھی؟۔

اور جبکہ آپ مجدد بنا دیئے گئے اور یہ منصب آپ کو مل چکا تو آپ کے باطن کو آپ کے ظاہر سے کیا تعلق تھا؟۔ پھر آپ کے باطن کو سارے عالم سے کیا تعلق تھا؟۔

مرزا صاحب | (بقول مولانا کے مرزا صاحب ایک عرصہ تک خاموش اور متحیر رہے سردی کا موسم تھا مگر پسینہ پسینہ ہو گئے پھر بولے اور بہت بولے) حاصل یہ تھا کہ بعض لوگوں کو بیل گاڑی یا چھکڑے میں سیر کراتے ہیں تو وہ تدریجاً سب کچھ دیکھتا جاتا ہے اور بعض لوگوں کو ریل میں بٹھا کر اکدم مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ مجھے دوسری صورت سے سیر الی اللہ کرائی گئی ہے۔

مولانا | آپ نے صحیح فرمایا۔ اہل اللہ کی سیر کے یہ دونوں طریقے درست ہیں مگر انکا خلاصہ یہ ہے کہ

ایک کی سیر اجمالی اور ایک کی تفصیلی - خواہ آپ ٹھیلے میں گئے یا ریل میں مگر لائن تو ایک ہی تھی - سرعتِ رفتار اور بطور رفتار کا فرق تھا - پس اگر آپ مقامات کی تفصیل نہیں کر سکتے - تو اجمال ہی بیان فرما دیں - اور صاف صاف مسلمانوں کیطرح سیدھی سیدھی باتیں کہدیں کوئی پیچیدگی نہ بڑھائیں -

اسپر مرزا صاحب قطعاً خاموش ہوگئے کوئی جواب انہیں بن نہ آیا - اور الکدم ساکت و متحیر رہگئے فبهت الذی کفر - (بیچارے مرزا صاحب کا گذر ان علوی مقامات پر کہاں ہوا تھا جو وہ اظہار کرتے اُن سے اگر سفلی مقامات کے متعلق پوچھا جاتا تو شاید کچھ لب کشائی فرماتے"

مولانا | (مولوی مشتاق احمد صاحب کو برسر مجلس خطاب فرماکر) مجھے انکا حال معلوم ہوگیا یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں - انہیں تو مقامات قُرب الٰہی میں سے کوئی سا بھی حصہ نہیں ملا -

البتہ صاحب عوارف لکھتے ہیں کہ ذکر و شغل کی جب ابتدا ہوتی ہے تو سالک کیلئے دو راہیں ہیں ایک یہ کہ کشوف کونیہ (علوم خضریہ) کیطرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام کے علوم ہیں - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم تھے کہ آئندہ کی خبریں دیدیں کچھ مغیبات پر مطلع کردیا یا جیسے بعض اہل اللہ بطور پیشینگو کہدیتے ہیں کہ کل کیا ہوگا وغیرہ - اور دوسری صورت یہ ہے کہ قلب متوجہ باسم الذات ہوکر مقامات قُرب میں ترقی کرتا رہے -

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے بلا راہبر طریق کے کچھ ریاضت کی ہے اور اُن کی طبیعت کشوف کونیہ کیطرف مائل ہوگئی ہے - مخلوق کی گرویدگی کا تو اکدرجہ میں سامان ہوگیا لیکن وہ خود راہنما ساتھ نہونیکی وجہ سے مقصود کو غیر مقصود سے تمیز نہ کرسکے - اور انہی چیزوں میں رہگئے -

اس پر مرزا صاحب گردن ہلاکر بولے کہ جی ہاں مجھے تو وہی علوم خضریہ اور کمالات عیسوی دیئے گئے ہیں (بات پتہ کی تھی کیونکہ آئندہ انہی کا مثیل بننا تھا مگر افسوس مرزا جی کو یہ اصطلاحی لفظ بھی مولانا ہی کی تقریر سے معلوم ہوسکا -)

مولانا | جناب انہی صاحب عوارف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ کشوف کونیہ مقصود سے الگ ہیں - جو ان میں رہگیا وہ مقصود سے رہگیا - اور اگر اس کا کوئی رہبر نہو تو بلا شبہ بھٹک گیا اصدابی برنجاست

ولانا اٹھکر چلے آئے۔ مولوی مشتاق احمد صاحب نے استغفار کیا اور اس تخیل سے بری ہو جانے اور استقامت کی طرف عود کر آنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم"

یہ واقعہ میں نے خود حضرت مولانا کی زبان سے سُنا اور جب ہی قلمبند کر لیا تھا۔ آج قارئین قاسم کے لئے بطور عبرت کے پیش کر رہا ہوں تاکہ وہ ایک ایسے متنبی کاذب کی عیاریوں سے ہیں جو حقیقی علوم ظاہری و باطنی سے محروم ہی نہیں بلکہ اس میدان میں نہایت ہی عامیانہ درجا ہلانہ ٹھوکریں کھا گیا ہے جس سے اُس کے فہم کا پردہ بھی فاش ہو جاتا ہے۔

پس جو علوم و فہم اور استقامت کی دولت سے ہی محروم ہو اور پھر اوپر سے ضروریات دین کا منکر بھی ہو تو وہ اسلام ہی کے دائرہ میں نہیں چہ جائیکہ وہ نبوۃ کی مسند نشینی کلبعد از ختم نبوۃ عوے کرے"۔ یا تجدید دین کی صلاحیت رکھے۔ محمد طیب عفا اللہ عنہ

(دار العلوم دیوبند)

دار العلوم دیوبند کے طلبہ کو اطلاع

بعد تعطیل رمضان المبارک امسال دار العلوم کے اسباق ۱۱ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ سے شروع ہو جائینگے اسوجہ سے دار العلوم کے قدیم طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر انکو اپنے اسباق کی ترتیب وغیرہ کے متعلق کچھ لکھنا ہو تو وہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ تک اُس کی اطلاع مہتمم مدرسہ کے پاس بھیجدیں"

نیز جدید طلبہ جو داخل دار العلوم ہونا چاہیں وہ ۱۰ شوال سے قبل دار العلوم پہنچنے کی کوشش کریں ۲۰ شوال ۱۳۴۵ھ کے بعد داخلہ طلبہ جدید و طلبہ قدیم بالکل بند ہو جائیگا۔ جو طلبہ اس مضمون کو پڑھیں وہ دیگر طلبہ کو بھی مطلع کر دیں"

المعلن

حبیب الرحمٰن

(مہتمم مدرسہ دار العلوم دیوبند)

مکتوبِ امدادی

ہندوستان کی خوش قسمتی سے آج ۳۴ سال کے بعد ہمیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحاج الشیخ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک غیر مطبوعہ مکتوب گرامی کہ جو حضرت حاجی صاحب نے مکہ مکرمہ سے ہندوستان کے کسی رئیس کے نام بھیجا تھا، بتوسط جناب مولانا حکیم جمیل الدین صاحب دہلوی مدظلہٗ موصول ہوا ہے اس مکتوب گرامی کی نسبت حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کیطرف ہو جانیکے بعد پھر اسکی تعریف کرنا حقیقت میں آفتاب کو مشعل دکھلانا ہے اہل بصیرت و صاحب فہم حضرات ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کر لینگے کہ اس کا مضمون کسقدر حکمت و معرفت کا خزانہ اور کن علوم و دقائق کا گنجینہ ہے "تبرکاً و افادۃً" ہم اس مکتوب گرامی کو اس ماہ مبارک میں شائع کرنیکا فخر حاصل کرتے ہیں "۔

"القاسم"

از مکۃ المعظمۃ حارۃ الباب مورخہ ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۱۱ھ

از فقیر امداد اللہ عفی عنہٗ بخدمت سراپا جود و سخا حامی شریعت و طریقت جناب نواب صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہٗ "۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دلکو بہت تعلق ہے۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالٰی آپ مع الخیر والعافیت اپنے وطن پہنچکر اپنے فرزندان و عزیز و اقارب کے دیدار سے مسرور و شادکام ہوئے ہونگے آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دیگر حالات سے سرفراز فرماویں۔

چونکہ فقیر کو آپ سے محبت للہ ہے اور (اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ) بڑی خیر خواہی دین کی ہے اس لئے خیر خواہانہ تحریر ہے۔ آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حق داروں کے ادائے حقوق کا بند و بست اس طرح سے کر کے یہاں تشریف لاویں کہ آپکو کچھ بھی تشویش نہ رہے۔ کیونکہ جب تک قلب تعلقات و تشویشات دنیاوی میں مشغول رہیگا۔ عبادت و طاعت کی لذت و حلاوت ہرگز نہ ملیگی۔ بلکہ جب تک دل ماسوائے اللہ سے پاک و صاف نہو گا تب تک نہ سچی توحید حاصل ہو گی اور نہ جمال مبارک حق آئینہ دل میں مشاہدہ ہو گا۔ اللہ تعالٰی نے بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا ہے کوئی دوسرا دل نہیں کہ اسمیں دوسرے تعلقات و مشاغل کو

جگہ ہو۔ حرمین شریفین میں رہکر دل کو امور و مشاغل ہند میں مشغول رکھنا اس سے بہتر ہی کہ ہند میں رہکر دل کو حرمین شریفین کیطرف متوجہ رکھنا۔ کیونکہ حقیقی ہجرت قلب سے ہی۔ اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل معتبر قلب ہی اِنَّ اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَلَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ۔ اصلی ہجرت تو یہ ہی کہ اللہ کیواسطے اللہ کے سواسب چھوڑکر صرف اللہ کا ہورہے۔ اگر یہ نہوسکے تو اسقدر تو ضروری ہی کہ آپ کو اور اپنی اولاد و اموال و ریاست کے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کی وکالت میں سپرد کرکے خود تدبیر و بندوبست سی فارغ ہوجاوے۔

جب اللہ قادر رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل و کارساز بنادیا تو بندہ عاجز کیسکا محتاج نہ رہیگا۔ جبتک اللہ و رسول کی محبت سب چیزوں پر غالب نہوگی۔ اور امور دین امور دنیوی پر یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہوجائے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہیں ہوسکیگا۔ مسلمان کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش و فکر تو سب پر مقدم فرض ہی۔ پس اپنے متعلق کوئی جھگڑا اور تعلق دنیاوی نہ رکھیں۔ جب سب کام اللہ تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کرکے اور دنیا پر عقبےٰ کو مقدم کردیا تو سب کام درست اور ٹھیک ہوگئے۔ دنیا فانی بگڑی تو کیا اور بنی تو کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا تو ہرگز نہ بگڑیگی۔ عقبیٰ و دین کی درستی ہوگئی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اسکے نزدیک بے حقیقت ہی۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نباشد پائیدار	عشق را بر حیّ و بر قیوم دار

اللہ تعالیٰ کے سوا سب فانی ہی اور عشق باقی باقی ہو یا اللہ فانی کی محبت یعنی اولاد و اموال کی محبت اللہ حیّ و قیوم کی محبت ... ہم سبکو نہ روکے۔ پس مکہ اور مدینہ میں رہنے کا لطف جب ہی ہی کہ دل سب سے فارغ خالی ہو۔ بہت علوم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ عمل نہو۔

نقل ہی کہ امام ابویوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم ادھم قدس سرہٗ سے کہا تھا کہ درویش کو بھی علوم کا سیکھنا ضروری ہی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایک حدیث سنی ہی کہ (حب الدنیا رأس کل خطیئۃ) جب اس حدیث پر عمل کرلوں تو اور علم سیکھوں۔ ہدایت کیواسطے ایک آیت ایک حدیث کافی ہی۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اور آپ کو توفیق عمل عطا فرماویں اور اپنی رضامندی پر جلاویں اور ماریں۔ حقیقت میں صرف اس حدیث

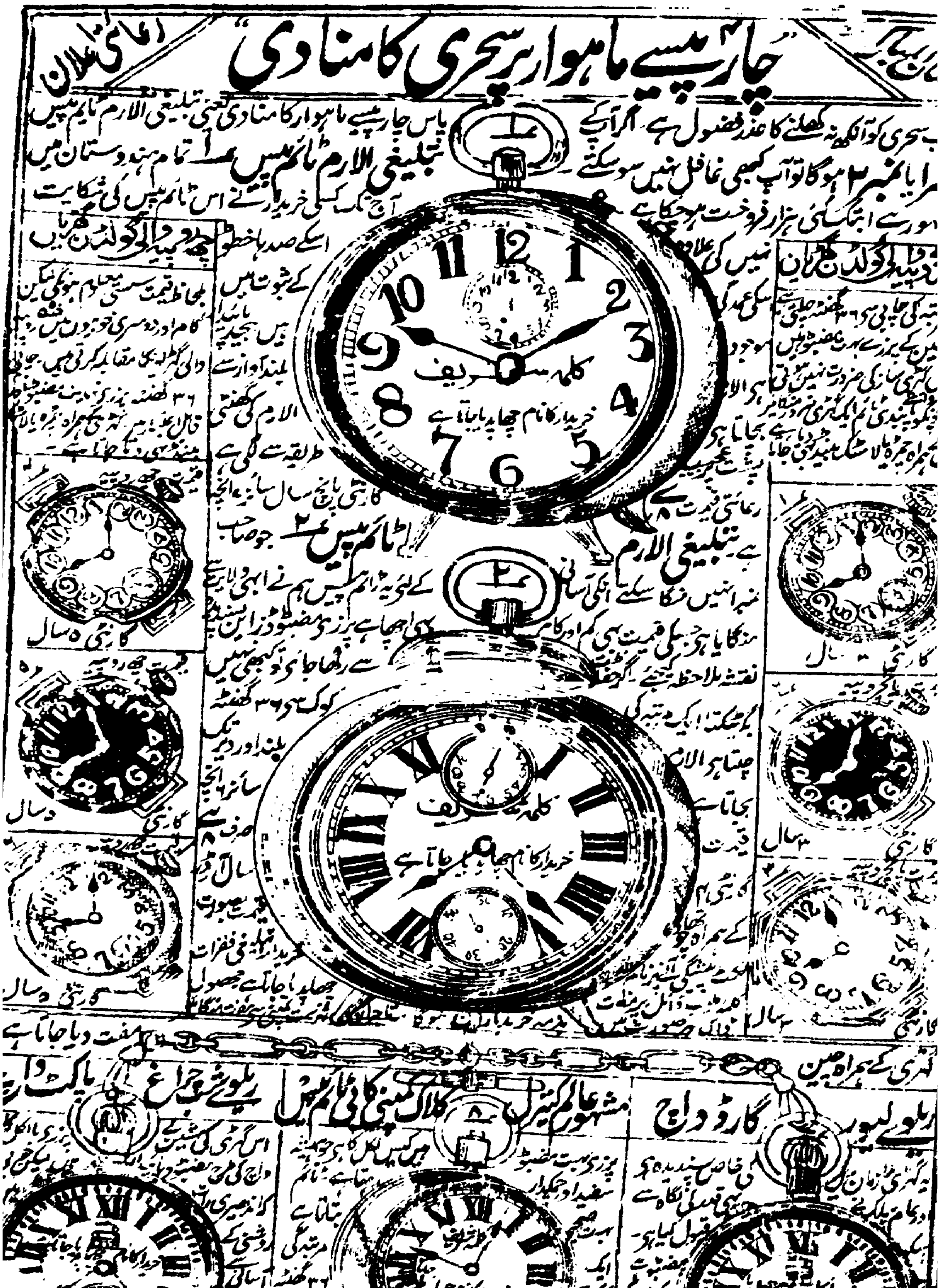
عمل ہوجاوے تو انسان مقبول خدا ہوجاوے۔ صفات ذمائم جو مہلکات ہیں مثل طمع حرص، حسد، کینہ، عداوت، غضب، کبر، بخل وغیرہ سب حب دنیا سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی صفات حمیدہ مثل صبر، و توکل ورضا، و قناعت و تواضع وسخاوت وحلم وغیرہ سب ترک حب دنیا سے حاصل ہوتے ہیں۔ اولاد کی برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق ومہربان کوئی نہیں مگر اس حب دنیا کیوجہ سے آپس میں مخالفت وعداوت ہوجاتی ہے اور جب حب دنیا نہ رہی سارے جہان کے غیر عزیز دوست ہوجاتے ہیں اللھم اجعلنا منھم۔۔
ایک بات ضروری یہ بھی ہے کہ داد ودہش کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے۔ بلکہ کل مصدقات وخیرات بھی متعلق ریاست کردیا جاوے۔ بندہ کو اپنے آپ کو اپنی جسم وروح کو اللہ تعالیٰ کو دینا یہی حقیقی سخاوت وجود ہے۔ جب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کو دیدیا تو اب کوئی جود وسخا باقی نہ رہی اب اسکو لاکھ وکروڑ روزانہ خیرات کرنے کی حاجت نہ رہی۔ اہل اللہ کے برابر کوئی جواد وسخی نہیں ہوسکتا۔

فقیر کی یہ بھی صلاح نہ ہوتی کہ آپ اپنی مصارف کیواسطے کچھ ریاست سے مقرر کریں۔ لیکن چونکہ ساری عمر اسباب پر رہی اس لئے اس بارہ میں فقیر کچھ نہیں کہتا ہے آپ اپنی نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک ہے کہ رہیں تو باب اللہ وباب الرسول پر اور روزی مانگیں ہندوستان سے کسی امیر کے دروازہ پر کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت وغصہ کا سبب ہے۔ یہ کوئی بڑے درجات ومراتب کی بات نہیں بلکہ کمال ایمان اور ادب کی بات ہے۔ پس آپ صرف اپنی ضروری خرچ کے سوا زیادہ مقرر نہ کریں کہ لوگ آپ کی تضیع اوقات اور تشویش کے باعث ہوں۔

بڑی خرابی امرا اور رئیسوں کو اسوجہ سے ہوتی ہے کہ انہوں نے مشورہ یعنی کی سنت کو اپنی کج فہمی سے ترک کردیا ہے۔ مسلمانوں کی تعلیم کیواسطے اللہ تعالیٰ اپنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (وشاورھم فی الامر) کی تاکید فرماتا ہے۔ نصرانیوں نے اس آیت پر اسدرجہ عمل کیا کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں۔ ہر اخبار وہر رعیت کو رائے دہی کا مجاز کیا۔ اسکا نتیجہ جو کچھ ہے آپ کو بھی معلوم ہے۔ مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسرے سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے یا ہماری حکومت میں شریک ہوجاویں گے۔ یا تکبر سے کسی کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے غرض کہ اس قسم کے بیسیوں خبط ہیں۔ پس اپنی خیر خواہوں سے مشورہ کرکے

اپنے سب کاموں کا انتظام و انصرام بخوبی کر کے تشریف لاویں۔ اگرچہ پانچ چار مہینے زیادہ بھی توقف کرنا پڑجاوے تو کچھ مضائقہ
نہیں کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر ویسی ہی تشویش و تردد رہیگا زمانہ میں عقل کیساتھ دیانتدار کمیاب ہیں اگر ایسے
لوگ ملجاویں تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے اور ایسے آدمی کی بہت قدر کرنی چاہئے کیونکہ (لایشکر اللہ من لایشکر الناس) خود
اللہ تعالیٰ شاکر و شکور ہے۔ ہر شخص کی استعداد کیمطابق برتاؤ فرماتا ہے نیکوں کو ہر ایک نیکی کے بدلہ دس سے کم نہیں اور زیادہ کی انتہا
نہیں عنایت کرتا ہے اور برائی کا بدلہ صرف ایک برائی۔ (افمن کان مومنا کمن کان فاسقا۔ لایستوون) اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں
نے ایسا عمل کیا ہے کہ جیسا چاہیئے۔ ادنیٰ ملازم یا ادنیٰ رعیت کچھ اچھا کام کرتا ہے تو اسکا کیسا کچھ شکر کرتے ہیں۔ اگر ملازم ہے تو ہمیشہ
اسکی کارگذاری کی کتاب میں توصیف و تعریف لکھتے ہیں اور اسکی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض وقت دس روپیہ
والیکی ترقی ہزار دو ہزار تک ہوجاتی ہے ویسا ہی بذریعہ خطاب وغیرہ کے ملازم و رعایا کی عزت کر کے اسکی دیانت و ہمت
بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیانتدار اور غیر دیانتدار کیساتھ ایکسا سلوک ہوگا تو دیانتدار کی ہمت اسکی خیرخواہی کیطرف سست ہوجاویگی
پھر تو سب کام خراب ہوجاوینگے مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل نااہل کی تمیز نہ کی بہت رئیسوں نے جان بھی لیا
کہ فلاں شخص عاقل دیانتدار ہے مگر تکبر یا بدعقلی کیوجہ سے اسکی قدر نہیں کرتے بعضوں کو یہ خبط ہے کہ اگر ہم اسکی تعریف کرینگے ترقی کرینگے
تو یہ خراب ہوجاوینگے۔ نعوذ باللہ اپنی عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھکر سمجھنے لگے۔ فقیر نے بارہا دیکھا ہے کہ دیانتدار کو خائن رئیس
خود کردیتے ہیں کیونکہ ملازم نے اپنے اوقات کو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی رفع حوائج کیلئے بیچ ڈالا۔ جب آقا کو اپنے ملازم کی حاجات و ضروریات کا
خیال نہوگا۔ مثلاً اسکی حیثیت کیموافق اسکی رفع حاجت پچاس میں ہو اور وہ پچیس دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پورا کریگا آخر
وہ خیانت کیطرف مجبور ہوگا پس اسمیں اللہ و رسول کے قانون کیمطابق کارروائی ہونیسے سب امور ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

عزیزم مولوی منور علی سلمہٗ کو انکے مکان پر بتاکید بھیجدیجئے۔ اور عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ یا دیگر برادران طریقت سے
جیسے عزیزم مولوی محمد انوار اللہ صاحب وغیرہ سے آپ ملیں تو بہت خوب ہے، آپسمیں ملنے سے اپنی جماعت میں محبت و اتحاد و اتفاق کی ترقی ہوتی
ہے آپ بھی کوشش و ہمت کریں کہ فقیر کی جماعت علماء میں موافقت و اتحاد کی ترقی ہو۔ للہی محبت کی فضیلت کا کچھ حد و حساب نہیں
آپکی رباط شامیہ میں چند دنوں سے پانی و روشنی موقوف ہے حالانکہ آپکیطرف سے بہت جگہوں پر بڑی فیاضی سے سبیل وغیرہ جاری ہے
یہاں پانی دینا اور جگہ سے افضل ہے۔ انتظام کیوقت قاری احمد صاحب کے مدرسہ کا بھی خیال رہے بلکہ حرمین شریفین میں جن جنکا مقرر ہے
ان سبکو متعلق ریاست کر دیجئے کہ سب کو وہیں سے آجاوے۔ آپکو کوئی طلب و تقاضا کرنیسے تشویش میں نہ ڈالے فقط ۔۔



چار پیسے ماہوار پر سحری کا منادی
تبلیغی الارم ٹائم پیس
کلمہ شریف
خریدار کا نام چھاپا جاتا ہے
تبلیغی الارم ٹائم پیس
گھڑی کے ہمراہ چین مفت دیا جاتا ہے
گارڈ واچ

قواعد وضوابط رسالہ القاسم دورِ جدید

(۱) یہ رسالہ ماہوار شائع ہوگا اور ہر قمری مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک زیادہ سے زیادہ ناظرین کرام کیخدمت میں پہنچ جایا کریگا

(۲) کسی ماہ کا رسالہ ۳۲ صفحات سے کم نہ ہوگا البتہ حسب ضرورت گنجایش اس سے بڑھ جائیگا جیسا کہ اکثر ہوتا رہا ہے۔

(۳) یہ رسالہ عمدہ قسم کے کاغذ پر طبع ہوگا اور عام قیمت سالانہ مع محصول ڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ پیشگی لیجائیگی۔ ممالک غیر سے اسیقدر زیادہ لیا جائیگا جس قدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

(۴) صرف فیس منی آرڈر وی پی عائد کردہ ڈاکخانہ جو آجکل ۴ رہی بذمہ خریدار ہوگی مگر محصول ڈاک مع رجسٹری کمیشن بذمہ دفتر ہوگا

(تنبیہ) ذریعہ منی آرڈر رسالانہ چندہ ادا کرنے میں ۲ ر کی کفایت رہتی ہے۔

(۵) منی آرڈر کرتے وقت اس کے کوپن پر، خطوط کے سرنامو نپر نام اور ڈاکخانہ وغیرہ پورا پتہ صاف خوشخط ہونا چاہیے۔ کیونکہ بغیر خوشخط مکمل پتہ کے سخت دقت پیش آتی ہے۔ ایسی حالت میں تعمیل کی کوئی صورت نہیں ہوتی

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے دورِ جدید کے شروع جلد سال رواں سے بھیجے جائیں گے اور ان کو ابتداہی سے خریدار سمجھا جائیگا البتہ بصورت انکار یا عدم موجودگی پرچہ ہائے دورِ جدید ایسا نہ ہوگا۔

(۷) جو حضرات القاسم کی نظم اشاعت و ادارت کی سہولت کے لئے بطور اعانت و امداد کم سے کم ۵ ر یا حسب مقدور حیثیت اس سے زیادہ عطا فرمائیں گے وہ رسالہ کے معاون خاص میں شمار ہوں گے اور ایسے حضرات کے اسمائے گرامی برائے ترغیب و تحریص دیگر مسلمین حسب ضرورت القاسم میں شائع ہوتے رہینگے۔

(۸) خط وکتابت اور مراسلت میں خریداری کے نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیے۔

(۹) نمونہ کے پرچہ کے لئے ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

(۱۰) جلد اول۔ دورِ جدید کی سالانہ قیمت دو روپیہ ہے جلد ثانی کی قیمت ۲ ؍ ہے لہذا ویلیو یا منی آرڈر اسی حساب سے ہوگا۔

(۱۱) فضلائے دارالعلوم دیوبند کے مضامین خصوصیت سے لئے جاینگے دیگر اہل علم کے مضامین بصورت گنجایش لئے جاینگے بشرطیکہ اصول اسلام اور رسالہ کے طرز کے خلاف نہ ہوں بصورت عدم اشاعت ٹکٹ آنے پر مضمون واپس ہوسکیگا جو مضمون چھپ جائیگا واپس نہ ہوگا صاحب مضمون کو مضمون والا رسالہ مفت بھیجا جائیگا۔

(۱۲) جملہ خط وکتابت و ترسیل زر بنام احقر ہونی چاہیے۔ خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ نائب المدیر القاسم دارالعلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۲ — شوال المکرم ۱۳۲۵ھ — نمبر ۱۰

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

رسالہ القاسم ماہ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

و

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

اطلاع

جن حضرات کو حضرت مولانا مولوی سید اصغر حسین صاحب مدفیوضہم کی طرف سے خطوط کے جواب نہ ملے ہوں وہ دل میں شکایت نہ لائیں۔ حضرت موصوف حج کے لئے تشریف لیگئے ہیں۔

القاسم دورِ جدید
کے
تغیرات

ش۱۳۲۲ھ کے عظیم الشان جلسہ میں القاسم کا سنگ بنیاد اکابر دار العلوم کے مبارک اور مقدس ہاتھوں سے
رکھا گیا۔ اور نہ صرف سنگ بنیاد رکھا گیا بلکہ انہیں زہد و تقوی علم و فضل کے مجسموں نے ایک عرصہ تک اس کی
تعمیر کی۔ اور ثری (خاک) سے ثریا تک پہنچایا۔

زمانہ میں انقلابات ہی نہوں تو فی الحقیقت وجود باری عز اسمہٗ کی ایک بڑی دلیل نظر عقل
سے مفقود ہو اور اگر انقلابات ہوں مگر بسیط ارض میں سے کسی چیز کے ساتھ خاص ہوں تو قادر مطلق کی
کمال قدرت اپنے ثبوت میں دوسرے اور دلائل و براہین کی شرمندۂ احسان ہو۔

پس انقلابات موجودات عالم میں اُتار چڑھاؤ ہیں اور جواہر و اعراض میں سے کسی کے ساتھ مخصوص
نہیں۔ کل کی بات ہے کہ ایک قوم سرعت برق کیساتھ ترقی کے میدان میں قدم رکھتی ہے اور دنیا کا
کوئی چھوٹا بڑا مانع اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا لیکن تھوڑی ہی مدت میں نہ صرف اوس کی ترقی
مفقود ہوتی ہے بلکہ وہ خود بھی ایسے زاویۂ خمول میں چلی جاتی ہے کہ تاریخی صفحات کے علاوہ اُس کا
کوئی مرثیہ خواں بھی نہیں ملتا ہے۔ اسیطرح علوم و فنون نور آفتاب کو شرمندہ کرنیوالی کرنوں کیساتھ
ظلمت جہالت کو مٹاتے ہوئے بڑھتے ہیں مگر کچھ ہی دنوں کے بعد وہ تقویم پارینہ بنتے ہیں اور اپنی جگہ
دوسرے علوم و فنون کو دیدیتے ہیں "

غرض یہ کہ لفظ ذات و صفات خداوندی ہی انقلابات کی اس تگ و دو سے محفوظ ہیں
ان کے علاوہ ہر چیز اس سیل عظیم میں بہتی ہے اور اپنے فانی اور کسی فنا کرنیوالے کی ذات کا پتہ دیتی
ہے۔ نسائی شریف کی حدیث ذیل سے بھی یہی کلیہ مستنبط ہوتا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوماً مستعجلاً	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایکدن عجلت کیساتھ مسجد میں تشریف لائے

الی المسجد وقد انکسفت الشمس فصلی حتی انجلت ثم قال ان اھل الجاھلیۃ کانوا یقولون ان الشمس و القمر لا ینخسفان الا لموت عظیم من عظماء اھل الارض وان الشمس و القمر لا ینخسفان لموت احد ولا لحیاتہ ولٰکنہما خلیقتان من خلقہ یحدث اللہ فی خلقہ ما شاء الخ۔

اس وقت آفتاب گرہن میں تھا۔ آپ نے گرہن کے دور ہونیکے وقت تک نماز پڑھی۔ اس سے فارغ ہو کر فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگونکا عقیدہ تھا کہ آفتاب و ماہتاب کے گرہن کیوجہ صرف یہی ہو کہ ساکنانِ زمین میں سے کسی عالی مرتبت شخص کا انتقال ہوتا ہی حالانکہ آفتاب و ماہتاب کا گرہن نہ کسی کی مرنے کیوجہ سے ہو اور نہ کسی کے جینے کیوجہ سے یہ دونوں (آفتاب و ماہتاب) خدا کی مخلوقات میں ایک قسم کی مخلوق ہیں اور خداوند عالم اپنی مخلوقات میں جس قسم کا انقلاب چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے "

اس عام اور غیر مخصوص کلیہ کے ماتحت القاسم دورِ قدیم میں بھی انحطاط شروع ہوا اور ہزاروں مساعی اور تدابیر کے باوجود القاسم ہماری مشتاق نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اسباب کیا تھے؟ انکی تحقیق دشوار بھی ہی اور شاید غیر مفید بھی۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ القاسم بند ہوا اور اسطرح بند ہوا کہ یہ خیال کہ القاسم دوبارہ لباس وجود سے آراستہ ہو گا دل خوش کن خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا۔

لیکن قادر مطلق نے اپنے صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ظاہر فرمائی ہی

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ اور وہی ہی جو اتارتا ہی مینہ بعد اسکے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہی اپنی رحمت

تو اگر وہ فی الحقیقت اسپر قادر ہی اور یقیناً قادر ہی کہ جب لوگونکی دلونکو یاس نے پارہ پارہ کر دیا ہو اور اسباب نے انکو یقین دلا دیا ہو کہ بارش نہو گی جس سے غلہ پیدا ہو کر ہمارے اجسام کی پرورش کر سکے اسکی بعد وہ موسلا دھار بارش برسا دے تو ہمارے نزدیک اس کی کوئی وجہ نہیں کہ جب قلوب کسی ایسی علمی بارش سی مایوس ہو گئے ہوں جو انکی روحونکی تربیت کر سکی تو اس یاس کلی کے بعد وہ فیوض علمیہ کے بارش سے مردہ قلوب میں روح اور روح میں قوت عطا فرما دے جل شانہ و عز اسمہٗ،،

اسی شان کا جلوہ تھا کہ القاسم نے دوبارہ عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

القاسم کی دونوں تجلیونکا باہمی فرق محتاج بیان نہیں۔ ان سبکو ذکر کرنا ضرورت سے زائد ہی لیکن اسقدر عرض کرنے میں شاید کچھ مضائقہ بھی نہیں کہ القاسم دورِ جدید کی اشاعت میں کبھی ایسی پریشان کن تاخیر نہیں ہوئی

جس سے ناظرین کو تکلیف ہوا ور دفتر القاسم کو اعتذار کی ضرورت محسوس ہو۔
بے شک بعض حضرات نے شائع شدہ القاسم کے نہ پہنچنے کی شکایتیں کیں اور انکو انکی تحریر کیموافق رسالے
ار روانہ کردیئے گئے۔ مگر چونکہ رسالہ کی روانگی میں غایت درجہ کی احتیاط برتی جاتی ہے پوسٹ آفس میں بھیجے
جانیسے قبل خود احقر معتمد المدیر پڑتال کرلیتا ہے اسواسطے اس قسم کی جزئی شکایتیں صرف ڈاکخانونکی سہل انکاری
سے پیدا ہوجاتے ہیں جنکا ازالہ اسکے سوا اور کسطرح ہوسکتا ہے کہ رسالونکی روانگی بذریعہ رجسٹری ہو اور
ظاہر ہے کہ یہ صورت بہت زیادہ خرچ کا بار ڈالیگی۔ احقر کے پاس اس شکایت کی تلافی کا طریقہ اسکے
سوا اور کچھ نہیں کہ رسالہ مکرر روانہ کردیا جاوے اور خریداران رسالہ کو توجہ دلائی جاوے کہ وہ اپنی ڈاک کیمتعلق حفاظتی تدابیر
اختیار کریں۔ القاسم دور جدید کا شائع ہونا تھا کہ ناظرین القاسم میں یہ خبر خود بخود پھیل گئی کہ القاسم کیطرح
الرشید بھی دوبارہ شائع ہوگا۔ اور اسی بنا پر حضرات شائقین نے خریداری کی درخواستیں روانہ کرنی شروع
کردیں بعض لوگوں نے القاسم کو الرشید کا مقیس علیہ تو بنایا مگر الرشید کی مکرر اشاعت کی پرزور تحریک
کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ احقر معتمد المدیر کو الرشید کی اشاعت کا ارادہ کرنا پڑا اور اسکی اطلاع ناظرین کو بذریعہ القاسم
کے کی۔ کسی پرچہ کا جاری ہونا جسقدر مالی امداد پر موقوف ہے اس کا حال صرف وہی جانسکتے ہیں جنھوں نے
کبھی اسطرف توجہ فرمائی ہے خود پرچہ جاری کیا ہے۔ یا اخبار و رسائل شائع کرنیوالے دفاتر میں بغرض تفحص احوال
تشریف لیگئے ہیں۔ اسلئے اسمیں کسی قسم کا مبالغہ نہیں ہے کہ اگر خریداران کی تعداد معتدبہ نہو تو رسالہ کی ہستی
بھی نیستی کے حکم میں ہوتی ہے۔
الرشید کی اشاعت کی اطلاع کو ایک عرصہ گذرا۔ خریداروں کی درخواستیں بھی آئیں مگر نہ اسقدر کہ
الرشید کا اجرا ہوسکے۔ اس لئے دفتر نے اس جدید بار کو اپنے ذمہ ابتک نہ لیا۔
اسی کیساتھ ساتھ ہمدردان اسلام کی یہ تحریک عرصہ سے ہے کہ کوئی ہفتہ وار اخبار جسکو دارالعلوم دیوبند کا آرگن
کہا جاسکے دیوبند ہی سے شائع ہو۔ اُسکے اہم فرائض میں سے یہ ہو کہ وہ نہایت سلاست روی اور صداقت کیساتھ
دارالعلوم کے سوانح و حوادث عالم اسلامی کے سامنے رکھے اور مسلمانوں کو دارالعلوم کے متعلق غلط اطلاعوں
سے محفوظ رکھے۔ دارالعلوم کی ضروریات مسلمانوں کے سامنے پیش کرے۔

اخبار مذکور کی ضرورت سے انکار نہیں مگر غور طلب امر یہ ہے کہ جس پیمانہ پر اسکو شائع ہونا مناسب ہے، اسکے لئے سرمایہ کسقدر ہونا چاہیئے اور وہ بصورت موجودہ ملسکتا ہے یا نہیں ہم جانتے ہیں کہ اس اخبار کو مستقل طور سے شائع کرنیکے لئے بہت زیادہ مصارف کی ضرورت ہوگی۔

اسیطرح خریداران القاسم کی ایک معتدبہا جماعت چاہتی ہے کہ القاسم میں نظم کا حصہ بھی رہے۔

بناءً علی ہذہ الوجوہ ہمنے ارادہ کرلیا ہے کہ القاسم کو آئندہ سے اسطرح شائع کریں کہ مذکورہ بالا ضرورتیں ایک حد تک پوری ہو سکیں اور اسی لئے آئندہ سے مستقلاً امور ذیل کا اہتمام کیا جاویگا۔

(۱) دارالعلوم دیوبند کے دارالافتا میں روزانہ کثیر تعداد میں استفتا آتے ہیں انمیں سے ضروری فتاوی اقتباس کے بعد شائع کئے جاویں گے اور ان کے لئے کم از کم چار صفحہ لئے جاوینگے۔

(۲) دارالعلوم کے صحیح حالات مسلمانوں تک پہنچائے جاویں گے اخبار غیر صحیح کی تردید کیجایا کریگی مگر واقعہ کو اصلی رنگ میں پہنچانا اس کا اصلی فرض ہوگا۔ کسی کیساتھ دست و گریباں ہونیسے ہمیشہ احتراز ضروری ہوگا۔ اسکے لئے بھی ہم چار صفحات تجویز کرتے ہیں۔ ضرورت تھی کہ رسالہ کی قیمت میں بھی کچھ اضافہ کیا جائے لیکن سردست ہم نے اسکو ملتوی کیا ہے۔ ان حالات کی اطلاعات کا کام ہم القاسم کے ٹائٹل کے آخری صفحات سے لینگے اور بضرورت غیر معمولی ضمیمہ شائع کرینگے۔

(۳) نظموں کے انتخابات شائع ہونگے۔ مگر چونکہ ناظرین القاسم میں بیشتر تعداد اہل علم کی ہے اسلئے فقط اردو نظمیں ہی شائع نہونگی بلکہ عربی فارسی اشعار بھی شائع ہونگے۔ ان دلچسپ تجویزوں پر ہم آئندہ ماہ سے عمل شروع کردینگے۔ انکے علاوہ بعض اور امور بھی ہیں جنسے القاسم کی دلچسپی المضاعف ہوسکیگی لیکن کیا اسکے ساتھ ہی ہم ناظرین رسالہ القاسم سے بھی اس امید کے رکھنے میں حق بجانب ہونگے کہ وہ اسکے خریداروں کی توسیع میں پوری توجہ فرماویں۔ اور اس رسالہ پر اخباری حیثیت سے نہیں بلکہ مذہبی اور اسلامی رسالہ ہونیکی حیثیت سے نظر ڈالیں۔ اس درخواست کے سلسلہ میں ہم ناظرین رسالہ کو نظام ترقی اشاعت جریدہ القاسم کیطرف متوجہ کرتے ہیں جسپر القاسم سے پہلے انکی نظر پڑیگی۔ یہ کتابیں ان حضرات کو دیجاوینگی جو اسکی اشاعت میں سعی فرماوینگے۔ زمانہ حال کیطرح ہم نے غیر مفید کتابوں کو پیش نہیں کیا ہے بلکہ یہ وہ کتابیں ہیں جنکو اصحاب علم بہت وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور انمیں سے بعض بعض کتابوں کی کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ ہمکو امید ہے کہ ہماری یہ درخواست بے اثر نہوگی اور قومی مذاق کی بدلی ہوئی ہونیکے باوجود ہمدردان اسلام کی مساعی اسکی پوری امداد کرینگی۔

(طاہر بن احمد القاسمی)

فلسفۂ تسبیح

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو نمبر ۹،۱۰-۱۱

حاصل جب کہ پہلا درجہ عدم محض کا تھا اور پھر حیات کا اور اسکے بعد پھر وہی لوٹ کر عدم آگیا۔ تو چوتھا مرتبہ خود ہی سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ درجہ حیات کا ہی ہوگا۔ جو ثم یحییکم سے حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور اس چوتھے مرتبہ میں پہلے مرتبہ کا دھیان رکھتے ہوئے اس کو بھی پیش نظر کر لیجئے۔ کہ جسطرح اول مرتبہ (عدم محض) کیلئے ابتدا نہ تھی نہ ہی کوئی اسکے اظہار پر قادر کہ انسان کب سے نیست تھا۔ اسیطرح اس چوتھے مرتبہ کی حیات کو سمجھئے کہ جسکی انتہا بتلانے پر کوئی قادر نہیں اور قادر تو جب ہو کہ قادر کی مشیت دوام کو شامل ہو۔ جب انتہا ہی کا سلسلہ نہ رہیگا تو پھر لوازمات سلسلہ بھی نہ رہینگے بلکہ خلود ہی خلود رہجائیگا۔

جسطرح پہلے مرتبہ عدم اضافی کی ابتدا نہ تھی انتہا تھی۔ اسیطرح اس مرتبہ چہارم کی حیات کی ابتدا تو قیامت سے ہوئی لیکن انتہا نہ ہوگی۔

وسط میں حیات و ممات جو بھی تھی ابتدا و انتہا سے موصوف تھی۔ اور جب کہ عدم محض سے حیات مستعار میں انسان آگیا اور اوسنے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی پانچوں وقت نماز میں عمر بھر دعا کی یعنے اے اللہ دکھلادے تو ہمکو صراط مستقیم اور اسیطرح وہ قیامت تک درجہ عدم میں رہا۔ تو اب خدا کی بے نیازی سے یہ بعید تھا کہ وہ عمر بھر کی دعا کو قبول نہ فرماتا۔ یا اسے مقصود صراط مستقیم سے سرفراز نفرماتا اور وہ مقصود صراط مستقیم کیا ہے تعلق بالباقی جو ثم الیہ ترجعون سے ظاہر و باہر ہے پس جبکہ انسان کی حیات باقی کیساتھ متعلق ہوگئی تو پھر زوال کا پتہ کہاں لگ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ تو اس چکر میں کامیاب ہو جائیگا۔ اور کفار و مشرکین کے لئے دائمی عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو جائیگا۔

الغرض حاصل آیۃ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا الخ یہ ہے کہ عدم محض کے بعد کی حیات اور حیات ابدی سے پہلے موت اضافی امر ہے یا حیات ابدی کے لئے ایک پردہ ہے جو قیامت میں اوٹھا دیا جاوے گا۔

یا موت روحانیت کے لئے ایک غلاف ہے کہ قبل رفع حجاب صرف وہی دیکھ سکتے ہیں جنکو خدا کیجانب سے قدرت رویت عطا ہوا اس کے بعد فرق صرف،

حیات معروف اور حیات غیر معروف کا ہوگا اور یہ فرق بعینہ ایسا ہی ہوگا جیسے جمادات و نباتات اور انسان کے نطق وگویائی میں فرق ہے پس جبکہ موت حیات ایک اضافی شئے ہوئی تو اب آپ کو اس تسلیم میں انشاءاللہ کوئی اشکال نہیں کہ جو مخلوق بھی ہے حیات وعلم وارادہ ونطق سے خالی نہیں اور اُن کا قیام واستحکام ونمو سب خدا کی حمد وتقدیس ہی سے ہے۔

اوریہیں سے آپ کو حضرت مجاہد کی تفسیر پر بھی غور کرنا چاہیئے جو اُنھوں نے اِن مِن شیٍٔ اِلّا یسبح بحمدہ کی وضاحت میں بیان فرمائی ہے کہ کل الاشیاء تسبح للہ تعالیٰ حیًّا کان او میتًا میں میتًا سے ہمکو یہ شبہ ہوتا تھا کہ انسان مردہ ہوکر خدا کی حمد تسبیح کیسے کرتا ہوگا لیکن جبکہ حیات کا کوئی نہ کوئی درجہ پھر بھی انسان میں رہتا ہے تو پھر اس تفسیر کی صحت میں بھی کوئی کلام نہیں ہوسکتا اور ساتھ میں اس وقت نظری کے بھی اعتراف سے چارہ نہیں کہ ہم جس مدعا کو اتنے ورق میں بیان کر سکے حضرت مجاہد نے دو ہی لفظوں میں انکو ادا کر دیا۔

الحاصل جسطرح تمام مخلوق کا عدم ارتباط اپنے خالق کیساتھ ناممکن ہے۔ اسی طرح مخلوق سے تسبیح کا منفک ہونا بھی محال ہے۔

حقیقۃ تسبیح اب رہا یہ کہ تسبیح کیا ہے اور تسبیح کسکو کہتے ہیں اور ہر مخلوق کی تسبیح ایک ہے یا چند نیز ایک ہی صورت ہے۔ یا مختلف طریقے سو اسکے متعلق حضرت قتادہ کی تشریح کو ذکر آیا ہوں اور مزید تشریح اس کی یہ ہے کہ جسطرح ہر مخلوق باوجود مختلف الترکیب مختلف الاجزا ہونے کے مخلوقیت کے مصداق میں مساویانہ طور سے شریک ہے ٹھیک اسیطرح سمجھئے کہ اُن کی تسبیح مشترک ایک ہی چیز ہے اور وہ لفظوں میں سبحان اللہ وبحمدہ ہے جو اکثر مفسرین کے نزدیک مختار ہے امر معنا یہ کہ وہ محتاج رب ہوں اور اپنے حدوث ومادیت سے اور اپنے عجز نطق وگویائی سے خالق تعالیٰ کیلئے پاکی کو بیان کریں۔

اور وہ اپنے اس بیان سے انکار ایسے ہی طرح نہیں کرسکتے جسطرح چاند اپنی روشنی کا انکار نہیں

تا اور اگر بالفرض کرے بھی تو کسیکو یقین نہیں آسکتا۔
جسطرح ہر مخلوق کی تشکیل جدا جدا ہے یعنی انسان پیروں سے چلتا ہے اور ہاتھوں سے کھاتا
ناک سے سونگھتا ہے زبان سے بولتا ہے۔ اسیطرح اون کی تسبیحات کی شکلیں بھی چند در چند
جنکو ہم نہیں سمجھتے"
پانی کی روانی حقیقت میں نظروں کیلئے روانی محض نہیں بلکہ تسبیح رب ہے، درخت کے پتوں کی آواز
کی ننھی ڈالیونکا جھوم جھوم کر ہوا سے ہلنا مثلاً ہوا کی حاکمیت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ خالق الاشجار خدائے
ں کی تسبیح و تقدیس کو ظاہر کرتا ہے اور اکثر اہل اللہ کے مکاشفات بھی احادیث کے اشارات
ومد نظر آ ذیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا وغیرہ کی تو تسخیر قرآن کریم ہی سے ثابت ہے جو ہماری تقریر کا مزید ثبوت
ظاہر میں ایک پتھر کی چٹان کو دیکھکر اسے ایک جسم منجمد اور ثقیل چیز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت
شناس قرآن وسنت عقل و وجدان سلیم سے بہرمند انسان اس کو بھی مصروف تسبیح دیکھتا ہے"

نحمدہٗ ونصلی

بارگاہ نبوّت میں فریاد

اے گوہر بحر بے مثالی — کشاف علوم لایزالی

اے جوہر مرآۃ مکارم — اے کنہ محاسن و معالی

اے شان علوّ و کان رفعت — اعلیٰ ز ادانیؒ و اعالی

شرمندہ کن قمر ز حسن[illegible] — دیباچۂ دفتر جمالی

زینت دہ محفل رسالت — سر لشکر انبیاء عالی

سرچشمۂ آبشار توحید — سر مخزن شورش بلالی

اے فخر دہ زمین و افلاک — عنوان کرامت و جلالی

بنگر سوئے امت شکستہ

جاں باختہ دل بجاں گسستہ

والعصر زما زماں مخالف — بنگر کہ کنوں جہاں خراب است

تقدیر اگر خواب ماست بیدار — بیداریٔ ما ہمیں خواب است

تدبیر کنیم تا بہ تقدیر — بینیم کہ منتقش بر آب است

ساکن شدہ آسماں ز جنبش — ہر لحظہ زمین در اضطراب است

بحریست ز فتنہ ہائے مظلم — مائیم دراں کہ یک حباب است

بحرے کہ کشیدہ سر بہ طغیان — قلزم ہمہ پیش او چو آب است

بیدار شدہ ست فتنہ ہالیک — مائیم کہ چشم ما بخواب است

تاریکی شب [illegible] — تاں صبح ہنوز در نقاب است

ظاہر ز قیود شرع [illegible] — باطن ہمہ ظاہرا خراب است

طوفاں زدہ قلب ہر مسلمان — * گو بزم ؟ چو شمع غرق آب است
ہر چشم بدید چشم تنان — شہریست فتن دو چشم باب است
ماتم و فلاکت زمانہ — این قصہ بطول خود کتاب است

فریاد ز دست خویش فریاد
کایں خانہ "ز خود" خود ست برباد

واللیل کہ شب نہفتن تست — والشمس کہ رویت آفتاب است
اے صبح شگفتہ و منور — وے آنکہ وجودت انتخاب است
اے روشنئ جہاں لولاک — ظلمت ز رخت باضطراب است
والصبح کہ صبح سان نفس زن — واللیل کہ تیرگی حجاب است
نورت بفشان ز روئے روشن — کز بہر تو والنہار داب است
صد ظلمت اگر بگردم آید — سیمائے تو والقمر تباب است
حقا کہ تصورت بقلبم — برفرق عدو ہمہ شہاب است
چیزے کہ بماست آب حیوان — از دہن تو قطرہ لعاب است
اے آنکہ وسیلۂ پئے نوح — برخیز کہ کشتیم پر آب است

طوفان حوادث و شب تار
ما مفلس و بے نوا و نادار

چشمے بمن گدائے خستہ — گوشے بصدائے دل گرفتہ
چشم و جگر و دل و دماغم — ماتم کدۂ بہار رفتہ
آن رشتہ کہ رشتۂ خدا بود — حسرت! کہ ز دست قوم رستہ
قسمت! کہ شدہ ست پارہ پارہ — شیرازۂ دین کہ بود بستہ
سلکے کہ نہ دُرّ آبگوں بود — اے آہ کنوں ز سنگ سفتہ

کوشے ما کہ زمحدثات وبدعات　مخلوط کنیم دین شستہ
کوشے ما کہ ضیاء مہر توحید　خاموش رود چو بخت خفتہ
کوشے ما کہ رَوَد زرہِ نبوّۃ　آن رہ کہ زبعد تست بستہ
دیوان بکرشمہ و با انداز　آوخ کہ پری رخش نہفتہ
نورے کہ بضو جہان نما بود　ماندہ ست کنون چو شمع کشتہ
اے رحمۃ وغیرۃ مجسم　حاضر بتو قوم دستہ بستہ

وقت است کہ خیز آب آئی
باشد کہ بما کرم نمائی

برخیز زلطف خویش برخیز　اے آنکہ بما رحیم برخیز
دشمن زچہار سو بر آمد　محصور بہ فتنہ ایم برخیز
یک گوشہ زچشم ہیبتہ انداز　یک لحظہ نگاہ رعب انگیز
رحمے کہ شکستہ ایم وناشاد　مائیم وخانۂ الم خیز
ابریست محیط تیرہ وتار　آبست زابر آبرو ریز
یک قطرۂ زبحر فضل وفیضت　ماخشک لبان وآتش تیز
ولہا زفسوق شد شب تار　یک خندہ زعالم سحر خیز

برخیز کہ خالی انجمن شد
بے برگ وثمر ہمہ چمن شد

وانا العبد الضعیف
محمد طیب عفا اللہ عنہ
(دار العلوم دیوبند)

مکرم بندہ جناب مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب معتمد المدیر القاسم زید مجدکم

سلام علیکم

القاسم (دور قدیم) میں اس مقدمہ کی مختصر سی کیفیت شائع ہوئی تھی جو مرزا غلام احمد آنجہانی
سلمانان مونگیر (صوبہ بہار) کے مابین کسی مسجد کے متعلق دائر ہو کر پٹنہ ہائیکورٹ تک پہنچا اور اول
لر فریق کو اس میں ناکامی ہوئی۔
کٹک کے مقدمہ توہین نعش کے مقدمہ کا فیصلہ بھی شائع ہوا تھا۔ اس قسم کے فیصلوں سے
لمانوں کی جماعت کو بڑی تقویت ہوئی۔ ان بیانات سے مرزا غلام احمد آنجہانی کے پیرو وں کے اعتقادیا
لات۔ وغیرہا تو معلوم ہوتے ہی تھے۔ بعض مقامات پر جب ان لوگوں نے خوامخواہ مسلمانوں کو
ڑا۔ انکو مشتعل کیا تو ایسے مواقع پر بھی ان فیصلوں نے کام دیا۔ چنانچہ اچولی ضلع میرٹھ میں جب ان
وں نے فوجداری تک کی نوبت پہنچادی تو بہار ہائیکورٹ ہی کی نظیر نے ان لوگوں کو مسجد سے اخراج کا حکم دلاکر
نہ کی آگ کو فرو کیا۔ حال ہی میں ایک مقدمہ شاہجہانپور کے مسلمانوں اور مرزا غلام احمد آنجہانی کے پیرؤوں میں
ب مسجد کے متعلق دائر ہوا۔ میں نے اپنے محترم دوست جناب مولوی ظہور احمد صاحب مدرس اول مدرسہ
یدیہ واقع جامع مسجد شاہجہانپور کے ذریعہ سے سعی کرائی کہ اسکی روداد مل جائے تاکہ اسکی اشاعت ہو۔
مولوی صاحب ممدوح چونکہ خود بھی اس مقدمہ میں شریک سعی تھے، اسلئے انہوں نے میری گذارش پر توجہ کی
راس مقدمہ کے بعض ضروری کاغذات مجکو دیئے اور بعض دوسرے کاغذات کا وعدہ کیا میرا خیال ہی کہ اس
وداد میں مرزا غلام آنجہانی کے متعلق بہت سی جدید معلومات کا اضافہ ہوگا۔
بنا ٔعلیہ میری درخواست ہی کہ آپ انکو بتدریج القاسم میں شائع فرماکر مجکو شکر گذاری کا موقع عطا فرماویں
ور اگر نامناسب نہو تو اسکو مستقل رسالہ کی صورت میں علیحدہ بھی طبع کرلیا جاوے۔
یں اسوقت فقط ابتدائی بعض کاغذات ارسال خدمت کرتا ہوں۔ کیونکہ بعض کاغذات انگریزی میں ہیں انکا
ترجمہ کراکر ارسال خدمت کرونگا۔ (محمد اعزاز علی غفرلہ) ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

مہ مقدمہ کی اس روداد کو آئندہ ماہ سے شائع کیا جاویگا ۱۲ طاہر بن احمد القاسمی"

اسلامی اُخوت اور انسانی فطرت کا باہمی اتحاد

ربط القاسم نمبر ۶ جلد ۲

اسلامی روزہ کے فلسفہ پر ذرا عمیق نظر ڈالئے کہ اس میں بھی قانون اسلام نے مساوات کی روح پروری کی،، اور امیری وفقیری، گدائی وشاہی کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا،، تعیش وتنعم سے بسر کرنیوالے دماغوں کو اور راحت وآرام سے زندگی گذارنیوالے نفوس کو بھوک وپیاس میں مبتلا کرکے فقر کی حقیقت اور فاقہ کی چاشنی سے آشنا کیا اور ان بندگان خدا کی خبرگیری کو یاد دلایا کہ جو قوت زندگی اور نان جویں کے محتاج ودستنگر ہوں۔ ایسے ہی تمام خواہشات نفسانیہ کو ایک خاص وقت تک بند کرکے اُن کی احتیاج سے باخبر کیا کہ جو خواہشات اور آرزؤں کے پورا کرنے کی تنا ہی تمنائیں دنیا سے چل بسے ہوں یا جنکو احتیاج وبیکسی نے خواہشات سے ہمکنار نہ ہونے دیا ہو؛؛

پھر کیا ہی زبردست ایک عام قانون ہے کہ جسطرح ایک غریب ومفلس کو دن بھر بھوک وپیاس اور تمام خواہشات کے پورا کرنے سے روکا گیا، اسیطرح ایک امیر ورئیس۔ اور ہفت اقلیم کا بادشاہ اس حکم کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، نہ کسی بادشاہ کی بادشاہت اس کی رعایت کر سکتی ہے کہ وہ ایک دانہ یا ایک قطرہ منہ تک پہنچا سکے نہ ہی کسی امیر کی طاقت ہے کہ وہ اس خدائی قائم کردہ مساوات میں امارت کے بل بوتے پر کوئی امتیازی شان قائم کرے۔

ذرا مناسک حج میں عرفات اور منا کے میدانوں کیطرف نظر دوڑائیے کہ جہاں امیر وغریب فقیر وحقیر،، بادشاہ ورعایا، آقا وغلام، اور ممالک مختلفہ کے رہنے والے۔ چینی وجاپانی؛؛ رومی وروسی؛؛ افریقی وہندی؛؛ عربی وعجمی۔ موجود ہیں لیکن اسلام نے ان کی معاشرت زندگی اور اطوار ملکی اور طرز لباس وگفتگو کے امتیاز کو بھی مٹا کر سب کو ایک رنگ وروپ اور ایک ہیئت وانداز میں احرام کے کفن نما لباس کے ساتھ دیوانہ وار اور مجنوں صفت کسی کشتۂ لیلیٰ کی کوچہ گردی

اور خانۂ محبوب کے طواف کے لئے پروانہ دار قربان ہونیکو آمادہ کر دیا ہے سب کے سب ایک خیال میں مست ہیں اور ایک بادۂ توحید کے سرشار و متوالے،، نہ سر کے بالوں کی پراگندگی کی فکر ہے نہ بدن کے میلے کچیلے ہو جانے کا ہوش ؛

آخر وہ کونسی روحانی مقناطیس ہو کہ جس نے بڑے بڑے ناز و نعمت میں پلے ہوئے نفوس اور تنعم و تعیش کے مسند نشینوں کو اسطرح سے از خود رفتہ کر دیا ہے کہ غرور و انانیت کا یکسر خاتمہ اور ایوان عزت و وقار کا یکلخت انہدام ہو گیا۔

آئیے آپ کو بتلائیں اور دکھلائیں کہ یہ سب کچھ کس تعلیم کا اثر اور کس حامی فطرت کا درس ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وآلہٖ وسلّم ؛ | فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ

انّ نبیکم واحدٌ وان اباءکم واحدٌ وانہ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی الا ھل بلغتُ ،،۔	(خوب سمجھلو) کہ تمہارا نبی ایک ہی اور تمہارا باپ (آدمؑ) ایک نہ عربی کو غیر عربی پر کچھ فضیلت ہی اور نہ گوری چمڑے والے کو سیاہ چمڑے والے پر اگر فضیلت ہی تو محض پرہیزگاری سے

(ہاں کیا میں (اخوت و مساوات کی) تبلیغ کو پورا کر چکا (ضرور فرما چکے) ؛

زکوٰۃ کی کُنہ میں بھی یہی راز مستتر ہے کہ اہل ثروت و دول اپنی راحت و آرام اور مال و زر کو نشہ میں مست ہو کر غربا اور فقرا کو نہ بھولیں بلکہ اپنے عیش و آرام کیساتھ ساتھ حق مساوات و اخوت کا بھی لحاظ رکھیں ؛ آئیے ذرا معاملات و معاشرات کے اعتبار سے بھی آپ کو اسلام کی چند تعلیمی و عملی نظریں دکھلائیں اور پیروان اسلام کے چند مشاہدات کا مشاہدہ کرائیں ،،۔

بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے تعلیم دی ؛

انما المومنون اخوۃٌ ،، | سب ایمان والے آپسمیں بھائی بھائی ہیں ؛

دوسری جگہ خود محبوب ربانی علیہ التحیہ والتسلیم نے فرمایا،،

المسلم اخو المسلم لا یخذلہ | مسلمان مسلمان کا بھائی ہو ایک دوسرے کو کبھی ذلیل و خوار نہ سمجھے ؛

ایک دوسری جگہ رشتۂ انسانی کا ابتدائی تعلق یاد دلاتے ہوئے فرمایا ؛

"النّاس کلھم بنو آدم و آدم من تراب"
(مشکوٰۃ باب المفاخرہ)

تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے (پس سب آپس میں برابر ہیں)۔"

قانونی و سیاسی مساوات کی اصلی تصویر بھی اگر کہیں نظر آویگی تو صرف اسلامی مرقع میں قانون اسلام کی تعلیم اور اس کی مساوات ہیں،، حاکم و محکوم، آقا، و غلام، شریف و رذیل، سب یکساں ہیں، کیا کوئی بتلا سکتا ہی یا دنیا کی تاریخ اس کی نظیر لا سکتی ہی کہ بادشاہ اور اس کی رعایا کا ایک فرد، عدالت میں ایک ہی ہیئت و انداز سے حاضر ہو۔

کیا تاریخ کے صفحات سے وہ واقعات مٹ چکے کہ جنہوں نے اسلامی مساوات کا سکّہ عالم کے قلوب پر بٹھلا دیا،، قائد اسلام فاروق اعظم کا اونٹ کی مہار پکڑ کر غلام کی غلامی کرتے ہوئے صلح بیت المقدس کے لئے آنا اور مساوات کی پرشکوہ تصویر سے مخالفین کے قلوب کو مرعوب کر دینا کیا صفحات تاریخ پر زرّیں حروف سے ابتک لکھا ہوا نہیں۔ فاروق اعظم اور ابی ابن کعب کا کسی معاملہ میں نزاع ہوا تو دونوں زید بن ثابت کے یہاں پیش ہوئے زید بن ثابت نے خلیفہ وقت کی تعظیم کے لئے جگہ چھوڑ دی تو حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ اے ابن ثابت یہ پہلی ناانصافی ہے کہ تم سے اس مقدمہ میں سرزد ہوئی یہ کہا اور اپنے فریق کے برابر کھڑے ہو گئے،،

کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قاضی شریح کی عدالت میں بحیثیت مدعا علیہ آنا اور اپنے حریف مدعی کے برابر بحیثیت ملزم کھڑا ہونا تاریخ کے صفحات سے محو ہو چکا،،۔

خلیفہ منصور عباسی پر مدینہ کے قلیوں کا دعوی کرنا اور دار القضا میں مدعا علیہ بنا کر کھڑا کر دینا اور خلیفہ عباسی کا قلیوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر مقدمے میں پیش ہونا کیا تاریخ بین نظروں سے پوشیدہ ہی" عباس پر ایک بڑھیا کا نالش کرنا اور شہزادہ عباس کو اس کے باپ مامون کے دربار میں مدعا علیہ کی حیثیت سے بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر مقدمہ کی سماعت کرنا وغیرہ وغیرہ واقعات کہ جو ایک دو دس پانچ نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں تاریخ عالم کے صفحات پر روز روشن کیطرح منقش و مسطور ہیں کہ جنکا احاطہ بھی حیطۂ انسانی سے باہر معلوم ہوتا ہی،، اور اسی وجہ سے

یہاں پر محض واقعات کیطرف اشارۃً رہبری کی گئی "

آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کس مصلح اعظم نے دماغوں کے اندر سے نخوت و تکبر کے ایوانوں کو مسمار کر کے اتحاد و اخوت، مساوات و برابری کی روح پھونکدی"، اور قریب و بعید کا کوئی امتیاز رکھا ہے، نہ ہی عزیز و رشتہ دار کی حمایت و رعایت کا سوال، آئیے اور تعلیم نبوی کی روشنی میں اس کی تہ کو پالیں"

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذ فی اللہ لومۃ لائم۔

(ابن ماجہ کتاب الحدود)

عبادۃ بن الصامت سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خدا کے مقرر کردہ قوانین حدود کو قریب بعید عزیز و رشتہ دار سب پر برابر جاری کرو اور خدا کے معاملہ میں ملامت کرنیوالوں کی ملامت کا خیال نکرو"

ایک اور جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لو ان فاطمۃ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سرقت لقطعت یدھا۔ (اعاذہا اللہ)

اگر فاطمہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹتا"

واقعہ اجنادین میں رومیوں کے سپہ سالار نے ایک جاسوس کو عساکر اسلامی کی تحقیقات کے لئے متعین کیا جاسوس متعینہ نے عساکر اسلامیہ کا معائنہ کا اور بغور معائنہ کیا اور جو کچھ دیکھا اس کو ان لفظوں میں اپنے سپہ سالار کے سامنے بیان کیا"

ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان لو سرق ابن ملکھم قطعوہ واذا زنی رجموہ"

یہ لوگ راتوں کو اللہ کی عبادۃ میں راہب ہوتے ہیں اور دن کو شہسوار (قانونی مساوات کا یہ حال ہے کہ اگر انکا شہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا کرے تو رجم کر دیں"

خود سید الکونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) اسوۂ حسنہ

ذات اقدس و اعلی نے اپنی حیثیت کبھی ایک انسانی حیثیت سے نہ بڑھائی، اور اس سلطان دو جہان

بادشاہ عرب وعجم نے کبھی بھی اپنے لئے قصر وایوان تیار نہ کرائے اور نہ کبھی زربفت ودیبا کے فرش بچھوائے،، نہ دربار کو سونے چاندی کی کرسیوں اور تختوں کا منت کش احسان کیا۔ کبھی اپنی ہستی اور حیثیت کو ایک ضعیف انسان سے بڑھایا،، بلکہ سب سے پہلے جو ایک اعلان فرمایا۔

انما انا بشر مثلکم،، } میں بھی تمھارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔

آخر وقت تک اسی کو نباہا عرب وعجم کی باگ حکومت ہاتھوں میں دیگئی لیکن ایک وقت بھی پر شکم تناول نفرمایا۔

معدلت گستری، وانصاف پسندی میں کبھی قرابت ورشتہ داری محبت والفت کی طرفداری تو درکنار پسند تک نفرمایا۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی قریش نے حضرت اسامہ کو (کہ جنکو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت عزیز رکھتے تھے) سفارش کے لئے آمادہ کیا حضرت اسامہ نے لوگونکی کھنے سننے سے بارگاہ نبوی میں سفارش کی تو بجائے اسکے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں اسامہ کی محبت بھری سفارش اپنا کام کرتی،،۔ اور محبت پر انصاف کو قربان کرا دیتی ناگواری کے لہجہ میں آپنے حضرت اسامہ سے فرمایا۔

اتشفع فی حد من حدود اللہ) کیا شفاعت کرتے ہو تم خدا کی مقرر کردہ حدود میں۔

اسی پر اکتفا نکی بلکہ لوگونکو جمع کرکے فرمایا۔

انما ھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ،، واذا سرق فیھم الوضیع اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔

(بخاری باب الشفاعۃ فی الحدود)

اے لوگو تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک کی گئیں کہ جب انمیں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا یا جو جرم بھی کرتا) تو لوگ اسکو چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی ذلیل (عام) آدمی چوری کرتا تو اسکو سزا دیتے مگر قسم خدا کی اگر فاطمہؓ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی بھی چوری کرتی (معاذ اللہ) تو اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللطائف للطائف

لطیفہ (۱۹) در دفع غلطی عدم خشیت از خلق (از حرمات الحدود)

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ ایک بادشاہ سے باتیں کر رہے تھے اور بے باکانہ گفتگو کر رہی تھے غالباً بادشاہ کو کسی حرکت پر تنبیہ کر رہے تھے۔ بادشاہ کو غصہ آگیا اور اس نے پکارا کوئی ہے تو ان بزرگ صاحب نے بھی آواز دی کہ کوئی ہے بس ان کا پکارنا تھا کہ دفعۃً غیب سے ایک شیر نمودار ہو کر بادشاہ کیطرف لپکا جسکو دیکھکر بادشاہ تو بھاگا ہی تھا۔ وہ بزرگ خود بھی بھاگے حالانکہ انہی کی کرامت سے وہ آیا تھا مگر آپ خود بھی اس سے ڈر کر بھاگے۔ بات کیا تھی۔ بات یہ تھی کہ اُن کا دل کمزور تھا۔ تو یہ بزرگی کے منافی نہیں۔ بزرگوں کو ضعف قلب اور اختلاج اور خفقان ہو سکتا ہی۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا مرض ہی۔ جسطرح ان کو بخار وغیرہ ہو جاتا ہی۔ ضعف قلب اور اختلاج بھی ہو جاتا ہی۔ اس سے ولایت و معرفت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقتعالیٰ کی گفتگو ہو رہی تھی۔ نبوت عطا ہو چکی تھی۔ اس کے بعد حقتعالیٰ نے ان کو ایک معجزہ عطا فرمانا چاہا۔ حکم ہوا کہ اپنے عصا کو زمین پر ڈالدو چنانچہ ڈالدیا۔ اور وہ ہیبتناک اژدہا بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام دیکھکر ڈر گئے اور پیٹھ موڑ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا فلما راٰھا تھتز کانھا جان ولّی مدبرا ولم یعقب بھلا اس سے زیادہ قوت قلب کے اسباب کیا ہونگے کہ بلا واسطہ حق تعالیٰ سے گفتگو بھی ہو چکی تھی نبوت مل چکی تھی حق تعالیٰ کے ارشاد سے عصا کو ڈالا تھا مگر پھر بھی بشریت کے اقتضاء سے اژدہا کا خوف غالب ہو گیا۔ اور بھاگ گئے۔ معلوم ہوا کہ خوف طبعی نبوت کے بھی منافی نہیں۔ ولایت اور بزرگی کے منافی تو کیا ہوتا۔ بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ علماء کو ایسا ہونا چاہیے یخشونہ

ولا یخشون احدا الا اللہ کہ بس خدا ہی سے ڈریں اور کسی سے نہ ڈریں۔ ان کے نزدیک علما کو نہ شیر سے ڈرنا چاہئے نہ سانپ بچھو سے نہ توپ سے نہ بندوق سے نہ حکام سے نہ ڈاکوؤں سے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ موذی چیز سے انبیا علیہم السلام کو بھی خوف طبعی ہوتا تھا۔ اگر یہ خوف طبعی توکل کے خلاف ہے۔ تو کیا معاذاللہ انبیا کو غیر متوکل کہو گے۔ ہر گز نہیں کس کا منہ ہے جو اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ متوکل بتائے۔ مگر وہاں یہ حالت تھی کہ نبوت کے بعد ان کے دل میں فرعون سے بھی خوف تھا چنانچہ فرماتے ہیں قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی ہ قال لا تخافا اننی معکما اسمع و اریٰ ہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو فرعون کیطرف سے یہ خوف ہے کہ وہ ہمپر زیادتی کرنے لگے یا حد سے بڑھ جائے باوجودیکہ حقتعالیٰ کیطرف سے ان کو صریح اور صاف حکم ہو چکا تھا۔ اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ ہ فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکشی پر کمر باندھ رہا ہے مگر باینہمہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے آجکل کے بہادروں کیطرح اپنی بہادری ظاہر نہیں کی کہ ہم کو نہ قتل کا خوف ہے نہ قید خانہ کا اندیشہ ہے۔ ہم بلا خوف وخطر اس خدمت کو انجام دیں گے۔ بلکہ انہوں نے اپنی طبعی خوف کو حقتعالیٰ سے عرض کر دیا کہ ہم کو اس کی زیادتی سے ڈر لگتا ہے۔ اور اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ہم کو قتل نہ کر دے اس سے معلوم ہوا کہ طبعی خوف کا ہونا نبوت و ولایت کے بالکل منافی نہیں ورنہ حقتعالیٰ اس خوف پر انکار فرماتے مگر حق تعالیٰ نے اسپر اُن کو ذرا ملامت نہیں کی بلکہ تسلی دیکر فرمایا لا تخافا اننی معکما تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں اور دوسری جگہ ارشاد ہے نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما بایاتنا انتما و من اتبعکما الغالبون ہ کہ ہم تمکو رعب عطا کریں گے جس کیوجہ سے وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اور تم کو اور تمہارے متبعین ہی کو غلبہ حاصل ہو گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے طبعی خوف کے ازالہ کا سامان کر لیا اُس وقت فرعون کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ میں خوف طبعی کی نفی نہیں بلکہ خوف عقلی کی نفی ہے۔ دوسرے یہ کہ آیت تبلیغ احکام کے متعلق ہے اور مقصود

یہ ہی کہ انبیا علیہم السّلام تبلیغ احکام میں سوائے خدا کے کسی سے ایسا نہیں ڈرتے کہ وہ تبلیغ سے مانع ہوجائے۔ چنانچہ پوری آیت اس طرح ہی اَلَّذِیْنَ یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولایخشون احد اا لا اللہ ؕ وَکفی باللہ حسیباؕ وہ انبیا ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔ اسمیں تبلیغ احکام کے وقت غیر اللہ کے خوف عقلی کی نفی کیگئی ہی۔ رہا یہ کہ ان کو کسی سے خوف طبعی ہی نہیں ہوتا یہ اس آیت کا مفہوم نہیں۔ لوگ قرآن کو ادھورا پڑھتے ہیں اس لئے اشکال ہوتا ہی پورے مضمون کے نظر کرنے کے بعد کچھ اشکال نہیں رہتا غرض تبلیغ احکام کے وقت بھی اسکا یہ مطلب نہیں کہ اُس وقت خوف طبعی کسی درجہ کا لاحق نہیں ہوتا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہورہا ہی کہ اُن کو فرعون سے طبعی خوف تھا اسی لئے اُنہوں نے حقتعالیٰ سے اپنا خوف ظاہر کرکے اس کا علاج چاہا بلکہ مطلب یہ ہی کہ انبیا علیہم السلام تبلیغ احکام ضرور کرتے ہیں اور تبلیغ کے متعلق خوف عقلی تو اُن کو صرف خدا سے ہوتا ہی مخلوق کا خوف عقلی انہیں ذرا نہیں ہوتا جس کے اثر سے خوف طبعی مخلوق کا انپر ایسا غالب نہیں ہوتا جو تبلیغ سے روکدے بلکہ اگر کسیوقت مخلوق سے اُنکو خوف طبعی ہوتا بھی ہے تو وہ خشیت خداوندی سے مغلوب ہوجاتا ہی۔ پس مخلوق کے خوف عقلی کی تو مطلقاً نفی ہی اور خوف طبعی کی مطلقاً نفی نہیں بلکہ اس کے غلبہ کی نفی ہے۔ اب یہ مضمون انشاء اللہ کسی نص سے متعارض نہوگا اسپر شاید کوئی یہ کہے کہ پھر علماء کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ مخلوق سے خوف عقلی ذرا نہو اور خوف طبعی اگر ہو تو خوف خداوندی سے مغلوب ہو اسپر غالب نہ ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ جس جگہ علماء کے ذمہ تبلیغ فرض ہوتی ہی وہاں بیشک انپر خوف خداوندی ہی غالب ہوتا ہی مخلوق کا خوف طبعی غالب نہیں ہوتا مگر جہاں اُنپر تبلیغ فرض ہی نہو محض مستحب ہو وہاں اگر ان کو مخلوق سے طبعی خوف ہو تو اسمیں کیا حرج ہے بخلاف انبیاء علیہم السّلام کے کہ اُن پر تبلیغ ہر حالت میں فرض ہی۔

(باقی آئندہ)

حج

(گذشتہ سے پیوستہ)

ترک حج کیسا ہے؟

حج اک قطعی الثبوت اسلامی فریضہ ہے بلکہ دوسرے فرائض سے اسکو امتیاز بھی حاصل ہے اسلئے جسطرح دوسرے فرائض قطعیہ کا انکار کافر کردیتا ہے اسیطرح فرضیت حج کا انکار بھی کافر کردیگا اور جیسے بقیہ فرائض کا ترک مسلمان کو فاسق بنادیتا ہے ایسے ہی حج کا ترک بھی فاسق بنادیگا۔ علامہ زیلعی وغیرہ نے اسپر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص جمیع شرائط کے تحقق کے بعد حج نہ کرے اور وہ مرجائے توسب کے نزدیک فاسق وگنہگار مریگا۔ (ردالمختار ج ۲ صفحہ ۱۴۰)

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ | ایمان کے بعد فسق کا نام بھی برا ہے۔

فرضیت حج کی آیت ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین کے ذیل میں مفسرین دو قول لکھتے ہیں (۱) آیت تارک حج کے بارہ میں ہے (۲) منکر فرضیت کے بارہ میں۔ قول اول کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم فرمایا اور اس کے بعد من کفر کہا تو ظاہر ہے کہ اس کفر سے ترک مامور ہی مراد ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (جو ابھی ذکر کیجائیگی) اسی کی مزید تاکید ہے۔ رہا یہ امر کہ تارک کو فاسق کیسے کہا جا سکتا ہے۔ فخر الدین رازی قفال رحمۃ اللہ سے اس کا یہ جواب نقل کرتے ہیں کہ جائز ہے کہ اس سے تغلیظ مراد ہو یعنی وہ قریب کفر پہنچگیا۔ اور اس نے وہ عمل کیا جو کافر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس کی نظیر ہے بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ (دل حلق کی نالیوں تک پہنچ گئے) یعنی پہنچنے کے قریب ہو گئے اور یہ حدیث بھی من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر (جو شخص قصداً نماز ترک کریگا کافر (قریب بکفر) ہو جائیگا۔) (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۳) ابن حبان کہتے

سدی اور ایک جماعت من کفر میں یہ کہتی ہے کہ اس طرح کا فر ہوگا کہ باوجود تحقق شرائط حج
ے ،، اس کے بعد خود کہتے ہیں کہ اس کفر سے کفر معصیت مراد ہے جیسے حدیث ترك الصلوٰۃ
بحر محیط ج ۳ ص ۱۲)۔

اور دوسری تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے۔ پہلی تفسیر سے ثابت ہوتا
جو شخص حج ترک کریگا وہ کفر کے قریب پہنچ جاویگا۔ اور دوسری تفسیر منکر حج کو آیت کی رو سے
قرار دیتی ہے۔ غرض ترک قرب کفر اور انکار یقینی کفر ہے۔ حدیث شریف تارک حج کیلئے
ی دیتی ہے۔

لی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما
لك زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم	جو شخص ایسی زاد و راحلہ کا مالک ہو گیا جو اسے بیت اللہ تک
فلا علیہ ان یموت یهودیا او نصرانیا وذلك	پہنچا دے اور اس نے حج نہیں کیا تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر
اللہ یقول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع	مرجانے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
سبیلا ۰ (ترمذی۔ بیہقی۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)	اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ضروری ہے۔ جو بھی اس تک
	نے کا مقدور رکھتا ہو"

مگر اس روایت کے متعلق امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسی طریق سے
ے پاس پہنچی ہے جس میں ہلال بن عبد اللہ مجہول ہیں اور حارث ضعیف۔ لیکن شارح طیبی کا
ن ہے کہ اسی معنی سے ابو امامہ بھی روایت کرتے ہیں اور جب حدیث ضعیف کئی طرح روایت
تی ہے تو اس کی حقیقت کا ظن غالب ہو جاتا ہے"

امامہ کی روایت بیہقی، احمد، ابو یعلی، سعید بن منصور نے بیان کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:"

ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ابو امامہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
م من مات ولم یحج حجۃ الاسلام ولم یمنعہ	وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا اور اس نے حجۃ الاسلام ادا نہیں کیا اور
ن حابس او سلطان جائرا وحاجۃ ظاھرۃ	کسی مانع اور مرض اور سلطان جابر اور حاجت ظاہرہ (عدم

فلیمت علی ای حال شاء یهودیا او نصرانیا (در منثور ج ۲ ص۵۶)	تا دور احلہ) نے اسکو نہ روکدیا ہو تو وہ جس حال پر چاہے مرجائے یہودی یا نصرانی ہوکر اس روایت کو دارمی سے مشکوۃ نے بھی کچھ جزوی تغیر کیساتھ نقل کیا

ترمذی کی روایت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی ونصرانی پر یہ دلیل بیان فرماکر کہ اللہ تعالیٰ نے وللہ علی الناس الآیۃ میں تارک کو کافر فرمایا ہے اس لئے یہ شخص مسلمان نہیں ہوگا (اس کفر سے مراد کفر معصیۃ ہے جیسے کہ پہلے گذرچکا ہے) حضرت شاہ ولی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کسی رکن کا ترک کرنا دین سے علیحدہ ہوجانے کے مشابہ ہے۔ اور تارک حج کو یہود ونصاریٰ کیساتھ اور تارک صلوٰۃ کو مشرک کیساتھ اس لئے تشبیہ دیگئی ہے کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے ہیں مگر حج نہیں کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص۲۵۰)۔

کسقدر عبرت کا مقام ہے کہ انسان کو اسلام لانے، نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکوٰۃ دینے اور تمام حقوق کی حفاظت مناہی سے اجتناب، اوامر پر عمل کرنیکے بعد بھی صرف باوجود تحقق حج نہ کرنے پر سخت عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے تارک حج کے متعلق صحابہ رضوان علیہم اجمعین کے جو اقوال نقل کئے ہیں اونکا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ان شہروں کیطرف چند آدمی بھیجونگا تاکہ جاکر دیکھیں جسکے پاس وسعت ہو اور اُسنے حج نہ کیا ہو تو وہ سپر جزیہ مقرر کریں یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں ہاں یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص صاحب وسعت و تونگر ہو اور وہ حج نہ کرے اوس کی علامت یہ ہے کہ اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا،، اور ابن ابی شیبہ روایت کے یہ لفظ ہیں کہ جو صاحب وسعت بغیر حج کئے مرجائے وہ قیامت کے دن آئیگا اور آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر لوگ حج ترک کردیں تو میں اُن سے اسیطرح قتال کرونگا جس طرح ہم (اہل اسلام) صلوٰۃ و زکوٰۃ پر قتال کرتے ہیں۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک سال حج ترک کردیں اور کوئی شخص حج نہ کرے تو اس کے بعد ان کو مہلت نہ دیجائیگی۔ (در منثور ج ۲ صفحہ ۵۶)۔

یہی قول کشاف اور نیشاپوری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہے اور نیشاپوری نے اس کی تشریح یہ کی ہے ،،کہ اُنپر بہت جلد عذاب بھیجدیا جاویگا اور بیخکنی کردی جاویگی (غرائب القرآن علی ہامش الطبری ج ۴ صفحہ ۲۰)،،

فضائل حج

فرضیت حج کی چاروں دلیلیں بالاتفاق مثبت اور ترک حج پر شدید وعید ہی تو آپ اس کے بعد یہ حکم جسقدر وقیع اور مفترض العمل ہوجاتا ہے ظاہر ہے۔ لہٰذا ہم کو فضائل حج کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہماری کامل اطاعت اور بطیب خاطر فرمانبرداری اسی وقت متصور ہو سکتی ہے جب ہم بلا کسی نفع کی اُمید اور بلا کسی ثمرہ کی توقع کے تعمیل فرمان پر سر تسلیم خم کردیں۔ اور صرف عظمت حاکم ہی ہماری عمل پیرائی کی محرک ہو ورنہ ہم مطیع و فرمانبردار کے بجائے حریص کے لقب کے مستحق ہونگے۔

لیکن فضائل سے دلوں میں اشتیاق کا اضافہ ہوجاتا ہے اور پھر اطاعت و شوق و محرک عمل پیدا ہوکر تعمیل کو سہل بنا دیتے ہیں اس لئے فضائل کا عرض کرنا بھی انشاءاللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ حج عمر بھر میں ایکبار فرض ہوا اور باقی نفل جیسے حدیث فرضیت ۲ سے ظاہر ہے۔ اور نوافل کے واسطے ترغیبی فضائل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ایک قوی محرک عمل پیدا ہوجائے اور فرط اشتیاق کے ساتھ وہ لوگ بھی جنپر فرض نہیں نفلی حج کر کے ان فضائل سے متمتع ہوسکیں۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ رہجائیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج ولم یرفث ولم یفسق رجع من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (بخاری مسلم، ابن ماجہ، ترمذی شریف)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص حج کرے اور شہوت انگیز گفتگو یا بدکلامی نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا صاف ہو جاتا ہے جیسا اس دن تھا کہ ماں سے پیدا ہوا تھا۔

(۲) وعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ (مالک۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان (تمام گناہوں) کا کفارہ اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ حجۃ مبرورۃ خیر من الدنیا وما فیہا (حج برّ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے)۔

حج مبرور کے متعلق ابن بابویہ نے بیان کیا ہے کہ حج مقبول کو کہتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ یہ وہ حج ہے جس میں گناہ کا خلط نہ ہوا ہو۔ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جتنے معنی نقل کئے ہیں وہ سب قریب قریب ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ یہ وہ حج ہے جس کے احکام پورے پورے ادا ہوتے ہوں اور جسطرح مکلف پر اُس کی ادائیگی ضروری تھی پوری ہو گئی ہو واللہ اعلم (فتح الباری ج ۳ صفحہ ۲۴۵)۔

اور حضرت جابر کی مرفوع روایت ہیں جس کو احمد۔ طبرانی۔ ابن خزیمہ۔ بیہقی۔ حاکم نے روایت کیا ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ کے بعد یہ ہے۔

قیل ما برۃ قال اطعام الطعام وطیب الکلام

عرض کیا گیا کہ برّ ہونا کیا ہے فرمایا کھانا کھلانا اور خوش کلامی۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس روایت میں ضعف ہے ورنہ اگر یہ ثابت ہو جائے تو مبرور کے معنی یہی قرار دیئے جاویں گے نہ کچھ اور۔ لیکن حاکم نے اس روایت کو اختصار کے ساتھ نقل کر کے صحیح الاسناد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ (ترغیب ترہیب صفحہ ۲۲۴)۔

(باقی ندارد)

"سلسلہ کے ۲۶ نمبر قادیانی جماعت کی کفریات پر علماء اسلام کے فتاوی" جلد ۱۲ نمبر ۹

نمبر ۹ - از آگرہ | جو ان اقوال کفریہ کا مصدق ہو وہ کافر ہے اس کیساتھ مسلم غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت جائز نہیں اور زوجین میں سے کسی ایک کا بعد نکاح ان اقوال کی تصدیق کرنا موجب فراق ہے۔ فقط محمد محامام امام مسجد جامع آگرہ۔

ان اقوال کے قائل اور معتقد کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں اور ایسا نکاح موجب افتراق ہے سید عبداللطیف مدرس مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ۔

قادیانی مرتد ہے اور قادیانیوں کے ساتھ نکاح مطلقاً جائز نہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت مرتد ہو جاوے تو انکا نکاح فسخ ہوگا (انتہی مختصراً فقط) حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی المفتی فی جامع اکبر آباد۔

نمبر ۱۰ - از مراد آباد | غلام احمد قادیانی کے کفریات بدیہی ہیں کہ جنپر استدلال کی بھی ضرورت نہیں اس لئے اُس کے تابعین سے رشتہ اخوت سلسلہ مناکحت تعلق محبت۔ ربط ضبط شرعاً قطعی حرام ہے۔ ہرگز ہرگز ان اسلامی ادب کے کافروں سے مومنین کوئی دینی تعلق نہ رکھنا چاہئے ان سے نکاح زنا ہوگا۔ جو دین و دنیا میں وبال و نکال ہے۔ خادم العلماء والفقراء غلام احمد حنفی قادری مراد آبادی۔ ۲۸ رجب ۳۶ھ

نمبر ۱۱ - از لاہور | چونکہ مرزائی قادیانی اور اُس کے پیروؤں کا کفر منجانب علمائے ہند و پنجاب قطعی ہے لہذا اون کے ساتھ کسی مسلمہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور بروقت ظہور مرزائیت نکاح فسخ ہو جائیگا۔ العبد نور بخش (ایم اے) ناظم انجمن نعمانیہ لاہور۔

نمبر ۱۲ - از امرتسر | (۱) مدعیان نبوت و رسالت کے ارتداد و کفر میں کوئی اہل ایمان و علم متردد نہیں ہو سکتا اس قسم کے لوگوں سے رشتہ و ناطہ کرنا بالکل حرام ہے۔ اور اگر بیوی یا میاں مرزائی ہو جائے تو نکاح واجب الفسخ ہے اور یقیناً اہل اسلام کا فرض ہے کہ گورنمنٹ سے ایسے قانون کے نفاذ کی اپیل کریں تاکہ ہمارے مذہب اور ضمیر کے خلاف کوئی ایسا فیصلہ نہو سکے

کہ جس سے ہمارے حقوق تلف ہوں۔ کیونکہ مرزائی بجائے خود ہے۔ جو مرزائیوں کو مسلمان تصور کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ ختم رسالت وغیرہ بدیہات دین کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں بلکہ دراصل منکر ہیں۔ حررہ ابوالحسن غلام المصطفےٰ الحنفی القاسمی الامرتسری عفا اللہ عنہ۔

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی کی تالیفات اس کے کفر پر معتبر گواہ (شاہد عدل) ہیں جن کے سامنے اسکا ایمان بالکل ثابت نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص کشتی نوح ۔ ضمیمہ انجام آتھم۔ اور دافع البلاء کو دیکھنے والا اس کے کفر میں کبھی شک نہیں کرسکتا۔ پس جو لوگ اُسے نبی مانتے ہیں اُن سے محبت۔ دوستی رابطہ رشتہ پیدا کرنا یا قائم رکھنا جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ لایتخذوا الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ولقولہ تعالیٰ لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ ۔۔ حررہ محمد جمال امام ومتولی مسجد کوچہ سعی امرت سر۔

(۳) مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ) لہٰذا جماعت مرزائیہ مرتد خارج از اسلام ہے سب مسلمانوں کا اسپر اتفاق ہے اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ اور اس کی عورت اسپر حرام ہے۔ اور اپنی عورت کیساتھ جو صحبت کریگا وہ زنا ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد کہ پیدا ہوتی ہے ولدالزنا ہوگی اور مرتد جب بغیر توبہ کے مرجائے تو اُسپر جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ بلکہ مانند کتے کے بغیر غسل وکفن کے گڑھے میں ڈالا جائے (ملاحظہ ہو کتاب اشباہ والنظائر) اللھم توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین ولا تجعلنا من المرزائین۔

حررہ عبدالغفور غزنوی عفا اللہ عنہ۔ الجواب صواب محمد حسین مدرس مدرسہ سلفیہ غزنویہ۔

(۴) بحکم حدیث شریف زوّجوا من ترضون دینہ مرزائی سے محمدی خاتون کا نکاح نہ ہونا چاہیئے اور اگر ہوجاوے تو فسخ کرالینا چاہیئے۔ ابوالوفاء ثناء اللہ۔

نمبر ۱۳۔ از لودھیانہ | (۱) ایسے عقائد مذکور کا شخص کافر ہے بلکہ اکفر۔ اُن سے رشتہ لینا دینا

درست نہیں ہے۔ کتبہ العبد العاجز علی محمد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ حسینیہ لدھیانہ "

(۲) چونکہ یہ شخص نصوص قطعیہ کا منکر ہے اور یہ کفر وارتداد ہے اس لئے ایسے کافر و مرتد سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اور اگر قبل از ارتداد نکاح ہوا تو ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔ حررہ رحمت علی مدرس مدرسہ غزنویہ محلہ دھولیوال .. الجواب صحیح

محمد عبداللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ غزنویہ۔ نور محمد از شہر لدھیانہ۔ عاجز حافظ محمد الدین مہتمم مدرسہ بستان الاسلام لدھیانہ محلہ صوفیان "

نمبر ۱۴۔ از پشاور عقائد مرقومہ کا معتقد اور مصدق یقیناً اسلام سے خارج ہے اور کسی مسلمان عورت کا نکاح ایسے شخص سے جائز نہیں اور تصدیق بعد از نکاح موجب افتراق ہے۔ تمام کتب فقہ میں ہے وارتد احدھما فسخ فی الحال کہ بیوی میاں میں سے کسی کا مرتد ہونا نکاح فوراً فسخ کرتا ہے۔ حررہ محمد عبدالرحمن ہزاروی۔ بندہ محمود شہر پشاور۔ عبدالواحد از پشاور۔ عبدالرحمن بقلم خود۔ مفتی عبدالرحیم پشاوری۔ محمد شاہ ان پوری۔ محمد رمضان پشاوری۔ مولوی عبدالکریم پشاوری حافظ عبداللہ نقشبندی۔

(الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح، الجواب صحیح)

نمبر ۱۵۔ از راولپنڈی جو الفاظ مرزا غلام احمد کے استفتا میں ذکر ہوئے یہ تمام کفریہ ہیں۔ پس عورت مسلمان کا نکاح مرزائی کیساتھ ہرگز جائز نہیں اور اگر پہلے وہ مرزائی نہ تھا اور پیچھے وہ مرزائی ہو گیا۔ اور عورت مسلمان ہے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

(کتبہ عبدالاحد خانپوری از راولپنڈی)

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ سید اکبر علی شاہ۔ محمد کپچ مکرانی مقیم۔ محمد مجید امام الجمعہ راولپنڈی۔ محمد از مدرسہ سینیرا راولپنڈی۔ متصل جامع مسجد۔ شہر راولپنڈی۔ عصام الدین مدرس مدرسہ احیاء العلوم راولپنڈی

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

عبدالرحمن بن مولوی ہدایت اللہ صاحب مرحوم امام مسجد اہلحدیث صدر۔ پیر فقیر شاہ از راولپنڈی۔

نمبر ۱۶۔ از ملتان بلاارتیاب یہ تمام اعتقادات صریح کفر والحاد ہیں قائل ومعتقدان خود بھی کافر ہیں اور جو شخص اسکو باوجود ان اعتقادات کے مسلم۔ یا مجدد۔ یا نبی۔ یا رسول مانے وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔ اور بحکم آیت لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن مناکحت مسلمہ بمرزائی وبالعکس نہ ابتداً صحیح ہے نہ بقاءً یعنی نہ رشتہ مناکحت ہوسکتا ہے۔ اور نہ قائم رہ سکتا ہے۔ اسیطرح حقوق ارث سے بھی حرمان ہوجاتا ہے۔ حررہ ابو محمد عبدالحق ملتانی۔ الجواب صحیح

الجواب صحیح
خاکسار محمد عفی عنہ از ملتان ------ احقر العباد ابو عبید خدا بخش ملتانی عفی عنہ

نمبر ۱۷۔ از ہوشیار پور مرزائی قادیانی کے دعوے کاذبہ کی جو تصدیق کرتا ہے اس کا رشتہ ونکاح کبھی مسلمان سے ہرگز ہرگز جائز نہیں اور جو شخص اس کے عقاید باطلہ کی بعد عقد زوجیت کرے تو اس کی یہ تصدیق موجب تفریق اور باعث فسخ نکاح ہے۔ خادم ارکین انتظامیہ ندوۃ العلماء غلام محمد ہوشیار پوری،، ھذا ھو الجواب الحق کتبہ مولوی احمد علی عفی عنہ نور محلی،،

نمبر ۱۸۔ از ضلع گورداسپور عورت اگر مرزائی عقیدہ کی ہو تو نکاح نہیں ہوگا۔ چہ جائیکہ مرد اس عقیدہ کا ہو۔ اگر بعد انعقاد نکاح یہ اعتقاد احد الزوجین کا ہوجاوے تو نکاح باطل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ بندہ عبدالحق دینانگری؛؛ مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

نمبر ۱۹۔ از ضلع جہلم باسمہ سبحانہ مرزائی قادیانی کا یہ دعوی اور اسی قسم کے دوسرے دعاوی کفر وشرک تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کا الہام ہے الارض والسماء معك كما هو معي۔ یعنی زمین۔ آسمان جیسے خدا کے ماتحت ہیں ایسے مرزا کے بھی ماتحت ہیں۔

ایک اور الہام ہے کہ یتم اسمك ولا یتم اسمی یعنی خدا کہتا ہے کہ میرا نام تو ناقص رہیگا مگر تیرا نام ضرور کامل ہوجائیگا۔ پہلے دعوے میں شرک جلی ہے اور دوسرے میں وہ غرور دکھایا ہے کہ کسی فرعون نے بھی نہیں دکھایا۔

اسلئے جو ان اقوال کا مصدق ہو وہ بلاشبہہ کافر ومشرک ہے اور کسی مسلم کو جائز نہیں کہ کسی مشرک سے تعلق زوجیت قایم رکھے اور رشتہ زوجیت قایم ہونے کے بعد ایسے عقاید کا

مصدق ہونا موجب افتراق ہے۔

علاوہ ازیں مرزانے یہ فتوے دیا تھا کہ جو اس کی نبوت کا کلمہ نہیں پڑھتا خواہ وہ مرزا کا مکفر نہ بھی ہو وہ کافر ہے اور اہل اسلام کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ پھر مرزانے توہین انبیاء میں کچھ کر نہیں چھوڑی لولاک لما خلقت الافلاک کے دعوے میں آں حضرت علیہ السلام کی ذات بابرکات پر سخت حملہ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو علت تکوین عالم بتاتے ہوئے آنحضرت علیہ السلام کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ پھر طرفہ یہ کہ دعویٰ غلامی بھی ہے۔ انتہی مختصراً۔

حررہ محمد کرم الدین از بھین ضلع جہلم تحصیل چکوال"

الجواب صحیح الجواب صحیح

نور حسین از بادشہانی۔ محمد فیض الحسن مولوی فاضل بھین ضلع جہلم۔

نمبر ۲۰۔ از ضلع سیالکوٹ مرزا کے عقاید کفریہ کا جو مصدق ہو وہ بھی کافر ہے لقولہ تعالےٰ ومن یتولهم منکم فانه منهم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بمقام استدلال بر علامت نبوت کے لئے کچھ مہلت مانگی تھی تو آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص اس سے نبوت کی علامت طلب کریگا وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ وہ آں حضرت علیہ السلام کے اس فرمان کا مکذب قرار دیا جاویگا کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (الخیرات الحسان لابن حجر المکی) پس مرزا کے مصدق سے رشتہ زوجیت جائز نہیں۔ کوئی کرے بھی تو کالعدم ہوگا۔

حررہ ابوالیاس محمد امام الدین قادری کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیالکوٹ"

نمبر ۲۱۔ از ضلع گجرات مرزا کے مصدق سے اہل اسلام کا باہمی رابطہ از دواج ہرگز درست نہیں۔ فقہاء نے بعض بدعات بھی مکفرہ فرمائی ہیں۔ بھلا یہ تو صاف کفریات ہیں۔" واللہ الھادی حررہ العبد الاواہ الشیخ عبداللہ عفی عنہ از ملکہ الجواب صحیح بندہ عبید اللہ از ملکہ"۔

نمبر ۲۲ - از ضلع گوجرانوالہ

جو لوگ اعتقادات مرزا میں مرزا کے معتقد و مصدق ہیں ان سے علاقہ زوجیت ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

حررہ حافظ محمد الدین مدرس مسجد حافظ عبد المنان مرحوم

بیشک جن لوگوں کا ایسا عقیدہ ہے ان کے ساتھ مخالطت اور مناکحت جائز نہیں۔

حررہ عبد اللہ المعروف بغلام نبی از سوہدرہ

الجواب صحیح — الجواب صحیح — الجواب صحیح

محی الدین نظام آبادی عفی عنہ۔ عمر الدین متعلم از وزیر آباد مسجد برنی والی۔ خاکسار عبد الغنی۔

نمبر ۲۳ - از ریاست حیدر آباد دکن

یہاں سے جوابات کے بجائے کتاب افادۃ الافہام بجواب ازالۃ الاوہام مصنفہ جناب مولانا مولوی محمد انوار اللہ خانصاحب مرحوم ناظم امور مذہبیہ کا مطالعہ کر لینا کافی ہوگا۔

نمبر ۲۴ - از ریاست بھوپال

مندرجہ سوال ہذا میں متعدد ایسے اقوال ہیں جن کے کلمہ کفر ہونے میں تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔ لہذا جس شخص کے عقاید ایسے ہوں وہ بوجہ مخالفت اسلام کے جماعت اسلام سے جدا ہے اور مسلمان مرد عورت کا نکاح ایسے خارج عن الاسلام سے درست نہیں۔

محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ مفتی بھوپال

۳ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

نمبر ۲۵ - از ریاست رامپور

جو شخص مرزائی قادیانی کے اقوال مذکورہ کی تصدیق کرے وہ اعلیٰ درجہ کا ملحد اور کافر ہے۔ ایسے شخص کے یہاں نکاح کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر کوئی شخص بعد نکاح اقوال مذکورہ میں مرزائی قادیانی کی تصدیق کرے تو اس سے افتراق لازم ہوگا۔

(ظہور الحسن محلہ پہلوان)

مرزا غلام احمد کے چند کفریات و ہزلیات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی مسلمان مرزا غلام احمد مدعی اسلام کے ان کفریات و ہزلیات کو دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ وہ کیسا مسلمان تھا؟ -

حضرت مسیح ابن مریم کی توہین"

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسیقدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵"

عیسائیوں نے آپ کی بہت سے معجزات بیان کئے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا - استغفر اللہ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶)

اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کچھ نہ تھا - معاذ اللہ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جنکے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت شاید اسوجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے الخ معاذ اللہ - (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اسکو نبی قرار دیں - (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹)

ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک کنجری کسبی کو یہ موقع نہیں دیسکتا کہ وہ اسکے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اوس کے پیروں پر ملے - (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

ہائے یہ ماتم کس کے سامنے لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں - انا للہ (اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی،،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قاتل کے پتہ لگا نہیں گائے ذبحہ کی تھی اور بوٹی مارنے سے مردہ زندہ ہوگیا تھا وہ دھکی اور مسمریزم تھا۔ (ازالۃ الاوہام ص۲۲۹)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا معجزہ،،

عمل مسمریزم تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو زندہ کرنا بھی عمل مسمریزم تھا یہ معجزہ نیز اوپر کا معجزہ قرآن مجید کے اخبار انبیاء میں سے ہیں۔ اس کے متعلق مرزا صاحب کی یہ گوہر افشانی تو کیا اس کے بعد بھی یہ مطلب نہیں کہ قرآن نے جنکو معجزہ قرار دیا ہے وہ درحقیقت معجزات نہیں کیونکہ مسمریزم سے اگر معجزہ مان لیا جائے تو آج ہندوستان میں ہر مسمریزم کا جاننے والا صاحب اعجاز و معجزہ ہو گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق گستاخی"

یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کیطرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے تھے اور دراصل بے سود اور عوام فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالۃ الاوہام ص۱۲۵)

سردار دو عالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین"

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ابن مریم اور دجّال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی کیفیت کھلی ہوئی ہو الخ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ (ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱ جلد ۲)

ایک غیور مسلمان کو یہ عبارت پڑھکر سوچنا چاہیئے کہ آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا اور زمین کیوں نہیں اس فرقہ مرزائیہ شرار الخلق کو دھنسا لیتی"

حبِ مشتہی

ہیضہ، بدہضمی، دائمی قبض اور پیٹ کی تمام بیماریاں دور کرنیکی حکمی گولیاں

یاں معدہ جگر تلی وجع الفواد انتڑیوں کا درد، باؤ گولہ کھٹی ڈکاریں منہ سے پانی آنا، دائمی قبض سینہ کی جلن
ت، یلاح تلی ہیضہ تخمہ قے پرانے دست سنگرسنی پیچش مروڑہ بواسیر ضعف ہضم تپ کہنہ دور کرنیمیں بالکل تریاق
وش فائقہ ہونیکے ساتھ معدہ کی چاروں قوتوں جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ۔ دافعہ کی پوری نگرانی کرکے اعتدال قائم رکھتی
ت پر صاف اجابت لاتیں معدہ اور متعلقات معدہ کے تمام نقائص رفع کرکے زبردست بناتی ہیں غرض کو صاف کرتیں بھوک اور
ولی سچی بھوک پیدا کرتی ہیں مختصر یہ کہ انکا ہمیشہ استعمال معدہ کو جملہ امراض سے محفوظ رکھتا ہے ۳۲ گولی کی ڈبیہ (عہ) محصول
، ایجنٹوں کو خاص رعایت دیجاتی ہے۔

ب مولانا قاری محمد طاہر صاحب ابن احمد القاسمی نائب المدیر القاسم ومالک مطبع وکتبخانہ قاسمی دیوبند
یر فرماتی ہیں حکیم سید عزیز الدین صاحب نصرتی نے ازراہ کرم حب مشتہی بغرض استعمال مجھے عنایت فرمائی چونکہ مجھے اکثر معدہ کی شکایت
ہی اسلئے آجکل یہی گولیاں میرے زیر استعمال ہیں بلا مبالغہ وبلا رورعایت جو انکا فائدہ مجھے محسوس ہوا وہ یہ ہے کہ ہضم کی کیفیت
صحیح ہوگئی اور کھانیکے بعد جو انقباض ہوتا تھا وہ قطعاً جاتا رہا۔ میں نے جیسی تعریف ان گولیوں کی سنی تھی انسے بہت بڑھکر پایا
گولیوں کو میں بلا شبہ اس لائق دیکھتا ہوں کہ ان کے متعلق اپنا تجربہ عرض کردوں حق تعالیٰ ان گولیوں کو مریضوں کے حق میں
یر فرمائے۔ آمین۔

(طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)

اکسیر دماغ | دماغی محنت کرنیوالوں کے لئے بالکل نعمت غیر مترقبہ ہے کیونکہ یہ تھکے ہوئے دماغ کو تروتازہ اور قوی کرتی ہے دماغ و
تم کی جملہ کمزوری دور کرکے نگاہ کو تیز اور حواس باطنی کو مستحکم کرتی ہے درد سر نزلہ زکام سے محفوظ رکھکر دماغ کو طراوت
پہنچاتی ہے۔ ۴۰ خوراک کی ڈبیہ (عہ) محصولڈاک ہر دوا کا بذمہ خریدار ہے۔

اکسیر مفرح | خفقان اختلاج کمزوری گھبراہٹ کمزوری قلب اور دردسر کو دور کرکے دل و دماغ جگر گردہ کو فرحت وتقویت پہنچاتی
ہے۔ ۲۰ خوراک کی ڈبیہ (عہ)

سرمہ بقائی | آنکھوں کی تمام امراض دور کرکے بینائی کو آخر وقت تک قائم اور مستحکم رکھتا ہے آنکھوں میں پانی اترنے کو روکتا ہے اور عینک
چھڑا دیتا ہے ۶ ماشہ کی شیشی (عہ)

سرمہ سبز | جالہ پھولا ناخونہ سرخی رتوندی دھند کنکرے روزکوری کا

حکمی علاج ۶ ماشہ کی شیشی (۸ر) **اکسیر صداع** | نیا پرانا سر کا درد آدھا سیسی اور عام طور سے ہر قسم کا درد سر اسکے استعمال سے
جاتا رہتا ہے عارضی درمعمولی دردسر تو پانچ ہی منٹ میں دفع ہوجاتا ہے خاص چیز ہے فی شیشی (۵ر) **ہر کام، ہر خواہش، ہر بیماری**
کا جواب نسخہ تعویذ وظیفہ عمل مفصل حال لکھکر کسی ایک دوا کے پارسل کیساتھ منگا لیجئے۔ پتہ

حکیم سید عزیز الدین صاحب نصرتی چرتھاول ضلع مظفر نگر

بابرکت خدمت کا اختتام

"کارکنانِ القاسم کی طرف سے ہدیہ تہنیت"

یہ خبر تو عرصہ ہوا کہ علمی دنیا میں بصد شوق سنی جاتی تھی کہ فخر المحدثین سند المتکلمین حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ادام اللہ فیوضہم نے اس دورِ آخر میں علم حدیث کی اُس خدمت کا عزم فرمایا ہے جو متقدمین نے کیا۔ یعنی سنن ابوداؤد کی شرح (بذل المجہود) کی تالیف ،، شروع فرمائی چنانچہ اس کی تین جلدیں تو زمانہ قیام سہارنپور ہی میں حضرت اقدس تالیف فرما چکے تھے ،، نہایت مسرت وابتہاج کیساتھ ہم معزز ناظرین کو اس کی اطلاع دینے کا فخر حاصل کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مدفیوضہم کے شرف صدور لائے ہوئے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ اس تالیف منیف کی بقیہ دو جلدیں بھی بمقدس وپاک سرزمین (مدینہ طیبہ) اور زمین کے بزرگ و برتر حصہ روضۃ من ریاض الجنۃ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر بالیں اختتام کو پہنچیں فالحمد للہ علی ذلک ۔

ہم ناظرین القاسم مسلمانان ہند کو یہ مژدہ سناتے ہوئے وابستگان حضرت اقدس کی خدمت میں اس گرانمایہ خدمت حدیث کے اختتام پر نہایت مسرت وابتہاج کیساتھ مبارکباد پیش کرتے ہیں :-

اور درگاہ جل مجدہ میں دست بدعا ہیں کہ بار خدایا اس نمونۃ السلف مقدس و بابرکت ہستی کو ہمارے سروں پر تا دیر بایں افضال و کرم سایہ گستر فرما اور جلد از جلد ہماری مشتاق نظروں کو ان کے دیدار سے منور فرما۔ آمین یارب العالمین ،،

(کارپردازان القاسم)

نوٹ ،، بذل المجہود کی تین جلدیں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں " مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور کتبخانہ مطبع قاسمی دیوبند سے مل سکتی ہیں "

بذل المجہود جلد اوّل کاغذ اعلیٰ	بذل المجہود جلد دوم کاغذ اعلیٰ	بذل المجہود جلد سوم کاغذ اعلیٰ	مکمل ہر سہ جلد
للعہ/	سیے/	سیے/	للعہ/

رجسٹرڈ نمبر ل ۱۴۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۵ھ نمبر ۱۲

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

بہ زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد قاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

رسالۃ القاسم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم و صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علما

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

ناظرین کو خوشخبری

مژدہ برائے خریداران

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم دارالعلوم کے امر و ارشاد سے کل بتاریخ ۲۵ ذی الحجہ ۴۵ھ یوم جمعہ جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی مدظلہ العالی نے القاسم کی سرپرستی منظور فرما کر القاسم کے لئے شروع سال (محرم ۴۶ھ) سے ماہوار مضامین عطا فرمانیکا وعدہ فرمالیا ہے یقین ہے کہ حضرت مولانا کے مضامین عالیہ ناظرین القاسم کو غیر معمولی فائدہ بخشینگے کارکنان القاسم اس مژدۂ جانفزا کو سناتے ہوئے حضرت مولانا مدظلہ کا صمیم قلب سے کل ناظرین القاسم کیجانب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اس خاص توجہ پر دلسے ممنونیت کا اظہار کرتے ہیں۔

(بقیہ ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیے)

از دفتر القاسم دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

ھو المستعان

جناب المکرم زید فضلکم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

القاسم جلد دوم کا بارھواں نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے، محرم سنہ ۳۶ھ سے القاسم کا تیسرا سال شروع ہوگا۔

لہٰذا اگر ۳۰ ذی الحجہ تک اپنا عطیہ سال آئندہ عہ/ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں تو آپکو ۲ر کی کفایت اور دفتر کو صورت اطمینان ہے۔

ورنہ ۱ر محرم سنہ ۳۶ھ تک حسب قاعدہ رسالہ بذریعہ ویلو ارسال خدمت ہوگا آپکی حمیت مذہبی وعلمی سے کامل امید ہے کہ رسالہ وصول فرماکر کارکنان کو رہین منت فرماویں گے۔

ورنہ در صورت واپسی دفتر کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی آئندہ بقا و ترقی موہوم ہو جاویگی۔

آپ کے الطاف وکرم کا طالب

منیجر اشاعت رسالہ القاسم دار العلوم

دیوبند ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعلوم دیوبند کا مہتم بالشان سالانہ اجلاس ممبران

مسلمانانِ عالم کی ہر دلعزیز مذہبی درسگاہ جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند کے بعض سطحی امور کو اہمیت کا جامہ پہنا کر بعض اصحاب قلم نامہ نگاران خصوصی وایڈیٹران اخبارات نے مقالات افتتاحیہ ومراسلات کے تحت میں ابتک بہت کچھ لکھا اور تاہنوز اس کا سلسلہ بالکلیہ ختم نہیں ہوا ہے۔ لیکن القاسم نے کہ جو دارالعلوم دیوبند کا ارگن ہے اور حقیقت سے بہ نسبت ان حضرات کے زیادہ واقف ہے کہ جنکا منتہا تحقیق رطب ویابس تحریرات کا اشتک پہنچنا ہے:

ابتک سکوت اور محض خاموشی اختیار کی کیونکہ اسکا مطمح نظر دارالعلوم کا حقیقی مفاد اور اسکی حقیقی بہبودی ہے، وہ منتظر تھا نتیجہ کا اور فیصلہ کا چنانچہ اب جبکہ مجلس شوریٰ کا اختتام ہو چکا اور تمام قضایا نامرضیہ کا تصفیہ ہو چکا اور اسکی مکمل رپورٹ مرتب ہو چکی،،

اسوقت القاسم سب سے پہلے حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دام فیضہم سرپرست دارالعلوم دیوبند کا مختصر اعلان مع اجمالی کیفیت شوریٰ شائع کرتا ہے اور مفصل رپورٹ آئندہ ماہ محرم میں انشاء اللہ شائع ہوگی،

امید کہ ناظرین القاسم مفصل رپورٹ کے شاعت تک تکلیف انتظار گوارا فرما کر اس سے اپنے قلوب کو مطمئن فرماویں گے"

(طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ) (معتمد المدیر القاسم)

دارالعلوم دیوبند کے سالانہ اجلاس ممبران کیلئے ۲۲ر شوال ۵۵ھ سے ایک ہفتہ تک تواریخ مقرر تھیں بعض ممبران ۲۰ر کی شام ہی کو پہنچ گئے تھے لیکن ممبران بھوپال ۲۳ر کی شام سے قبل دیوبند نہ پہنچ سکے۔ اسلئے اجلاس ۲۴ر شوال سے شروع ہوئے اور بجز دو تین حضرات کے باقی کل ممبران شریک اجلاس ہوئے۔ ۲۴ سے ۲۸ر تک دیوبند میں اجلاس ہوتے رہے جسمیں علاوہ تنقیح حسابات وکارہائے شعبہ جات کے دیگر امور مہمہ اور تجاویز استحکام وحفاظت دارالعلوم پیش ہو کر سرگرم مباحثہ ہوتا رہا۔ ۲۹ر شوال کو ممبران دارالعلوم بہ حیثیت مجموعی تھانہ بھون میں جمع ہوئے۔ اور ۲۹ر کو ظہر کے بعد سے

عشاء تک اور ۳۰ کو نماز صبح کے بعد سے عشاء تک برابر اجلاس ہوتے رہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب اجلاس میں اول سے آخر تک نہایت دلچسپی سے شرکت فرماتے رہے تھانہ بھون سے یکم ذیقعدہ کو دیوبند واپس آئے اور یہاں پر ہو کر اکثر ممبران مدرسہ نے دو روز قیام کر کے کارہای ضروری انجام دئے۔ الغرض نو روز تک اجلاس ہوتی رہی اور جملہ امور مہمہ نہایت خوبی اور اطمینان کے ساتھ طے ہوئے۔

طے شدہ تجاویز کا حال روئداد جلسہ ممبران سے جو عنقریب شائع ہونی والی ہے معلوم ہو جائیگا۔ بالفعل ہم عامۂ اہل اسلام کے اطمینان کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی اجمالی تحریر شائع کر دینا مناسب سمجھتے ہیں اسکو دیکھنے کے بعد ہمدردان دار العلوم انشاء اللہ پوری طرح مطمئن ہو جائیں گے۔

ضروری اطلاع چند اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب دار العلوم کو چھوڑ دینگے میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کئی سال سے اپنے وطن کشمیر تشریف نہ لیجا سکے تھے۔ اس سال اوائل ذی تعدہ میں قصد تھا لیکن میرے عرض کرنے سے دست آخر ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ تک مؤخر فرما دیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سال ملتوی فرما دیں۔ لیکن اگر تشریف لے گئے تو بطور رخصت تشریف لیجائیں گے۔

الاحقر حبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دار العلوم دیوبند ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

اعلان منجانب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سرپرست دار العلوم دیوبند

مدرسہ دار العلوم دیوبند کے متعلق تسلیہ و تبریہ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ چند روز سے بعض حضرات کو مدرسہ دار العلوم دیوبند کے شعبۂ اہتمام پر کچھ اعتراضات تھے جنکو معترضین نے بلا تدبر براہ عجلت اخبارات میں شائع کرنا شروع کر دیا جس سے عامۃ المسلمین کے قلوب میں بہت کچھ تشویش پیدا ہو گئی اسیو جہ سے میں ہمیشہ ایسی شاعت کو اور ایسی اشاعت کے ذرائع کو مذموم اور اس آیت کا مصداق سمجھتا ہوں۔ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ان اعتراضات کی بناشی کی تحقیق و تدارک و نیز مستقبل میں اصلاحات کی غرض سے اراکین و ممبران مدرسہ نے اواخر شوال ۱۳۴۵ھ میں

اوّل بمقام دیوبند مجتمع ہوکر غور فرمایا۔ ثانیاً سلخ شوال کو حضرات موصوفین تھانہ بھون تشریف لائے اور مسلسل دو روز تک مجلس شوریٰ احقر کی شرکت میں پورے اہتمام کیساتھ روزانہ کئی کئی اجلاس سے منعقد ہوئی۔ ہم سب نے ان مطالبات و اعتراضات پر کافی غور کیا جس سے معلوم ہُوا کہ بات کچھ بھی نہ تھی اور نہ ایسا کوئی اہم معاملہ تھا جس کے لئے عامۃ المسلمین کو خواہ مخواہ تشویش میں ڈالا گیا۔ اگر ان امور کو پہلے ہی اراکین مدرسہ کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو اس شورش کی نوبت ہی نہ آتی۔ بہرحال مجلس شوریٰ نے مدرسہ کے تمام مصالح پر نظر کر کے ہر شعبہ کے متعلق مناسب و اطمینان بخش انتظامات کر دیئے ہیں جنکی تفصیل بقدر ضرورت روداد جلسہ شوریٰ میں عنقریب شائع ہوگی۔

میرے نزدیک اراکین مدرسہ نے جو کچھ انتظام کر دیا ہے وہ کافی سے زیادہ اطمینان بخش ہے اور اب کوئی وجہ تشویش کی باقی نہیں رہی اللہ تعالیٰ اسمیں برکت عطا فرمائیں فقط والسّلام۔ مرقومہ اوائل ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ مقام تھانہ بھون

احقر

اشرف علی

عشرہ کاملہ

زمانہ موجودہ میں مذاہب باطلہ کی مساعی کثیرہ اور ہماری غفلت سے مذہب اسلام اور مسلمانوں کو جسقدر نقصان پہنچا ہے وہ محتاج بیان نہیں خصوصاً قادیانی جماعت نے مار آستین بنکر جو زہریلے جراثیم دنیائے اسلام کی دینی فضا میں پھیلا دیئے ہیں۔ اُن کے برے نتائج سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو۔ ایسی حالت میں انکے مذہب کی تردید جتنی ضروری اور اہم ہے اسکا ہر شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے حضرات علماء کرام نے اس مذہب کے دعاوی باطلہ و معتقدات فاسدہ کی تردید میں عربی، فارسی، اُردو کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن عشرہ کاملہ نے قادیانی مذہب کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ یہ کتاب ایکمرتبہ شائع ہوئی لیکن اسکی مقبولیت عامہ نے اسکو ایسی جلدی ختم کیا کہ مشتاق نظریں دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں الحمدللہ کہ دوبارہ مع مفید اضافہ کے طبع ہوگئی ہے قیمت علاوہ محصولڈاک (عہ)

القاسم کی خصوصیت

(۱) القاسم کی بہت ہی بڑی خصوصیت جسمیں کوئی رسالہ اسکی ہمپلہ نہیں وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ دیوبند کی یادگار ہیں انکے جانشین اور ہمارے پیرو مرشد حضرت زعیم الاسلام شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کا جاری کیا ہوا رسالہ ہے جسکا جاری رکھنا ان کے خدام کے لئے سرمایہ سعادت ہے اور اس پرآشوب زمانہ میں جسکا رہنا نہایت ضروری ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت اسکی یہ ہے کہ اسی دینی وعلمی رسالہ کو حضرت حکیم الأمۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ سرپرست دارالعلوم کی خصوصی سرپرستی ہے کا نہ صرف بلا واسطہ فخر حاصل ہو بلکہ حضرت حکیم الامۃ کے خاص مضامین عالیہ بھی اکثر اسمیں شائع ہوتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت اقدس موصوف الصدر کی توجہ خاص اس دینی رسالہ کیطرف منعطف ہے اور اسکے قیام واجرا سے حضرت والا بیحد محظوظ ومسرور ہیں اور اسکی ترقی وبقا کیلئے جس توجہ سے حضرت نے دعا فرمائی ہے اسکا اندازہ تو انہی حضرات نے پوری طرح کیا ہے جو حضرت کیخدمت میں حاضر رہے ہیں۔ لہذا حضرت تھانوی کے جملہ متوسلین کا فرض ہے کہ اس رسالہ کیطرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ اور موجودہ صورت میں اسکی ترقی واشاعت میں ہر ممکن سعی سے دریغ نکریں۔

(۳) تیسری خصوصیت اس رسالہ کی یہ ہے کہ اس کے مدیر مسئول فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم دارالعلوم دیوبند ہیں (اور قائمقام مدیر جناب مولانا اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں جو بڑی توجہ سے القاسم کی ادارتی فرائض انجام دیکر کارکنان القاسم پر بڑا احسان فرمارہے ہیں اور قوم مسلمانان کو صحیح مسلک کیطرف بلارہے ہیں۔)

(۴) چوتھی خصوصیت اس مجلہ علمیہ کو یہ حاصل ہے کہ دارالعلوم کے اکثر انتظامی حالات

و واقعات کی اشاعت صرف اسی رسالہ میں ہوتی ہے اور یہ دارالعلوم کا واحد ارگن ہے محرم ۱۳۴۶ھ سے روزنامچہ حالات دارالعلوم دیوبند کے دلچسپ اقتباسات کا سلسلہ التزام سے دفتر اہتمام کے پیشکار صاحب نے شروع کرنیکا وعدہ فرمالیا ہے۔

جس سے کیفیت انتظام و نتیجہ امتحانات سہ ماہی و ششماہی و سالانہ اور ترتیب اسباق و آمد چندہ دارالعلوم وغیرہ کا مفصل علم ہوتا رہیگا۔

(۵) پانچویں خصوصیت اس رسالہ کی یہ ہے کہ اکثر حضرات مدرسین و اہل قلم دارالعلوم اسمیں خاص توجہ سے مضامین دیتے ہیں اور مقصد اوّلین اسکا یہ ہے کہ ان علماء حقانی کے فیوض کی نشر و اشاعت ہو اسکے علاوہ فتاوی دارالعلوم کا مفید سلسلہ بھی اکثر درج ہوتا رہتا ہے اور تردید مذاہب کا حصہ بھی بقدر ضرورت تبلیغی پیرایہ کے ساتھ اکثر ہوتا ہے۔

خصوصیات کے اظہار کی نوبت کیوں آئی ؟

بعض کرمفرماؤں سے سُنا جاتا ہے کہ القاسم کے متعلق یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ بند ہوگیا یا اب عنقریب بند ہونیوالا ہے یا اسکی خدمت کا تعلق دارالعلوم سے منقطع ہوگیا ہے یہ تمام افواہیں سراسر بے بنیاد ہیں القاسم انشاء اللہ نہایت متانت کیساتھ جسطرح سے خدمات ملک و قوم انجام دیتا آیا ہے اس سے بھی بہت بڑھ چڑھکر اسکے بعد انجام دیگا۔ واقعہ صرف یہ ہے کہ بعض وقتی انتظامی مشکلات کیوجہ سے پندرہ دن کا وقفہ اشاعت میں چند مہینوں سے ہوگیا ہے جسپر یہ حواشی غیر مفید اضافہ کئے گئے۔ حسب معمول جلد سوم کا پہلا نمبر اپنی خصوصیات کیساتھ محرم ۱۳۴۶ھ میں وقت مقررہ پر شائع ہوگا اور خریدارات کے پاس ویلو کے ذریعہ سے پہنچیگا۔

ہم کیا چاہتے ہیں

بڑی ناانصافی ہوگی اگر آپ نے القاسم کی مستقل خریداری کو محض ان بے سر و پا افواہوں یا وقتی انتظامی مشکلات کے سبب ترک کردیا۔

القاسم کی خریداری میں آپ کو سال بھر میں صرف ۱۲؍ ادا کرنے ہوتے ہیں یہ چندہ دینی کی حیثیت بھی رکھتا ہی اور قیمت کی صورت بھی پس جونسی صورت بھی آپ چاہیں سال کے بارہ مہینوں میں کوئی سی بھی مشکل نہیں۔ ہمیں آپ کی حمیت مذہبی سے کامل توقع ہی کہ اس دور پُرفتن میں القاسم کی متین رفتار کا احساس فرماتے ہوئے اسکی سالانہ خریداری کو مستقل رکھینگے اور محرم میں جب سال کا پہلا پرچہ ۱۲؍ کا وی پی ہوکر پہنچے تو بشوق و رغبت اسے وصول فرماویں گے۔ بہتر تو یہ ہی کہ سالانہ چندہ ۱۲؍ منی آرڈر کے ذریعہ سے بھیجدیں اسمیں ۲؍ کی کفایت آپکو رہیگی۔ اور ہم کو وی پی کے واپسی کے اندیشہ و نقصان سے دو چار ہونا نہ پڑیگا“

بعض حضرات ویلو وصول کرنے میں دیر کرتے ہیں ڈاک خانہ وی پی واپس کر دیتا ہے وی پی میں ۳؍ فی وی پی کے حساب سے دفتر ڈاکخانہ کو رقم کثیر ادا کرتا ہی۔ اس لئے مؤدبانہ و مخلصانہ گذارش ہے کہ ہر وی پی جب آئے تو واپس نکیا جائے۔ وی پی کی واپسی کی صورت رسالہ کی ترقی کے لئے سم قاتل ہی۔ ایسے ہی مشکلات میں پڑکر بہت سے رسائل بند ہو چکے ہیں“

القاسم جلد سوم میں مزید قابل قدر دلچسپ علمی اضافے

(۱) حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب نے دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا جیسے معرکۃ الآرا مضمون کی جملہ یادداشتیں قائمقام مدیر جناب مولانا اعزاز علیصاحب کی سپرد فرمادیں ہیں اور یہ مقبول مضمون دوبارہ القاسم میں جلد شائع ہونیوالا ہی۔

(۲) جناب مولانا محمد شفیع صاحب مؤلف سیرۃ خاتم الانبیا سلمہ اللہ تعالیٰ جلد سوم کے پہلے نمبر سے تعلیمات اسلام کا مبارک سلسلہ شروع کرینگے۔

(۳) مولانا محمد طیب صاحب آئندہ سال سے بزرگان دیوبند کی سبق آموز مبارک حالات و تذکرے سپرد قلم کیا کریں گے۔

(۴) دفتر اہتمام کے پیشکار صاحب ماہ محرم ۴۶ھ جلد سوم کے پہلے پرچہ سے روزنامچہ حالات دارالعلوم دیوبند کے اقتباسات کا سلسلہ شروع کریں گے جسمیں سے مدارس عربیہ متعلقہ دارالعلوم و متوسلین مدرسہ کو دارالعلوم کی کیفیت انتظام و نتیجہ امتحانات آمد چندہ سالانہ و سہ ماہی و ششماہی کے معلوم کرنے میں بڑی مدد ملیگی۔ اور بہت سے استفسارات جو دفتر اہتمام سے کئے جاتے ہیں اونکا علم اس سلسلہ میں پوری طرح ہوتا رہیگا۔

(۵) مولانا عتیق احمد صاحب سلمہٗ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا مبارک سلسلہ شروع کریں گے جسمیں رسوم قبیحہ کے انسداد اور مراسم غیر محمودہ کا سد باب ہوگا۔

(۶) "احقر معتمد المدیر" ملفوظات بزرگان دارالعلوم کا سلسلہ شروع کریگا۔

عربی قصائد میں خصوصیت سے حضرت فخر الہند شرکت فرمادیں گے یعنی آپ کے مسلمہ قصائد کا سلسلہ قصائد الحبیب کے عنوان سے شروع کیا جاویگا ناواقفان عربی کے لئے اردو ترجمہ کا خاص اہتمام ہوگا تاکہ مضامین قصائد ہر ایک کے لئے حسب استعداد فائدہ مند ہوں۔

ہم ۴۶ھ میں کیا کرنا چاہتے ہیں؟

اگر القاسم کے اسال زیادہ وی پی واپس نہونگے بلکہ ایک ایک خریدار یا اس کی قدر چندہ دوسرے غیر مستطیع حضرات کے لئے خریداران نے روانہ کردیا تو ہم جلد سوم کی پہلی ہی سہ ماہی میں بڑے آب و تاب سے اور بڑے اہتمام کیساتھ انشاء اللہ دارالعلوم نمبر شائع کرینگے جسکی ضخامت کم از کم چار یا پنج جزو ہوگی اور جسمیں دارالعلوم کے عمارات کا فوٹو بھی منسلک کرینگے۔ ساٹھ سالہ خدمات دارالعلوم کو روداد ہائے دارالعلوم سے منتخب کرتے ہوئے اونپر مفصل تبصرہ ہوگا۔ اور خریداران القاسم کو یہ خصوصی نمبر معمولی قیمت میں دیا جائیگا۔

اور ایک فاضل و قابل اڈیٹر کی ادارت میں ہفتہ وار اخبار کے جاری کرنیمیں سعی بلیغ کیجاویگی۔

لیکن یہ وعدہ مشروط ہی آپ کی توجہ اور اس شرط کیساتھ کہ خریداران القاسم اپنی

سالانہ خریداری کو مستقل رکھتے ہوئے وی پی واپس نہ کریں۔ اور اگر کثرت مشاغل کے سبب پرچہ نہ دیکھ سکیں تو اپنا پرچہ دوسرے کے نام منتقل کرادیں۔ اور ایک خریدار یا ایک خریدار کی قدر چندہ القاسم کے دفتر کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کردیں۔ اس سے زیادہ نہ کہنے کی ضرورت ہے نہ اس سے کوئی فائدہ ہے جو حضرات دینی رسائل کے قیام و بقا کے حامی ہونگے۔ وہ خود اندازہ فرمالینگے۔

کہ ایسا مبارک رسالہ کس حد تک قابل اعانت و امداد و لائق توجہ ہے اور اس کی مدد نہ کرنا کس درجہ دینی خدمت کی غفلت کا پیش خیمہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ "

خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ

معتمد المدیر القاسم

(دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللطائف للطائف

گذشتہ سے پیوستہ

لطیفہ (۲۲) در تحقیق اشہریت مشبہ بہ در وجہ شبہ بلا لزوم اکملیت و توسط حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در جمیع کمالات انبیاء و اولیاء مع دفع بعض اشکالات متعلقہ آیت استغفر لہم او لا تستغفر لہم استطراداً (از الرفع والوضع) اس آیت میں (انا ارسلناک الی قولہ سراجا منیرا) آپ کو روشن چراغ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بطور تشبیہ کے ہی جیسے زیدٌ اسدٌ کہا جاتا ہی بوجہ شجاعت کے اسیطرح حضور کو ایک خاص صفت میں چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بات یاد رکھنی کی ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا مشبہ سے اقوی و اکمل ہونا لازم نہیں البتہ اوضح و اشہر ہونا ضروری ہی اسلئے حضور کو چراغ سے تشبیہ دینے میں بھی یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ نعوذ باللہ اس صفت میں چراغ آپ سے افضل ہی بلکہ اس کا مبنی بھی وہی ہے کہ چراغ اس صفت میں بوجہ محسوس ہونے کے مشہور ہے اور یہاں سے یہ اشکال بھی مرتفع ہو گیا جو بہت لوگوں کو صیغۂ صلوٰۃ اللہم صل علی محمد و علی محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم میں پیش آیا کرتا ہی کہ اسمیں حضور پر صلوٰۃ کو ابراہیم ع کی صلوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے ابراہیم ع کی صلوٰۃ کی افضلیت لازم آتی ہی اس اشکال کا منشا یہ ہی کہ تشبیہ کیلئے مشبہ بہ کا افضل ہونا لازم سمجھا جاتا ہی۔ مگر یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہی تشبیہ کیلئے افضلیت مشبہ بہ کا لزوم ہی غلط ہی۔

بلکہ اس کے لئے محض مشبہ بہ کا اشہر و اوضح ہونا لازم ہو افضل ہونا لازم نہیں تتبع محاورات
سے اس کی تائید ہوتی ہی چنانچہ حقتعالیٰ نے ایک مقام پر خود اپنے نور کو نور مصباح سے تشبیہ
دی ہی حالانکہ یہاں مشبہ بہ کی افضلیت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا فرماتے ہیں اللہ نور السموات
والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا
کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ
ولو لم تمسسہ نار نور علی نور ما گو یہاں نور مصباح کی بہت کچھ تقویت کی گئی ہی کہ چراغ
شیشہ کے (گلاس کے) اندر ہی اور وہ ایسا چمکدار ہی جیسے روشن ستارہ اور اس چراغ
میں تیل بھی زیتون کا ہے اتنا عمدہ کہ آگ لگنے سے پہلے ہی بھڑکنا چاہتا ہی لیکن گو وہ کتنا ہی
قوی ہو حقتعالیٰ کے نور سے اسکو کیا نسبت اس سے ثابت ہو گیا کہ مشبہ بہ کیلئے مشبہ سے افضل
ہونا ضروری نہیں گو اتفاق سے زید اسد میں اسد زید سے زیادہ ہی بہادر ہو اور واقعی اس
جانور کو خدا تعالیٰ نے قوت و شجاعت بہت زیادہ دی ہی اور عجب نہیں ایسی ہی جزئیات
سے لوگوں کو یہ غلطی واقع ہو گئی ہو کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے افضل ہونا چاہئے مگر حقیقت میں یہ
لازم نہیں ورنہ نور مصباح کو نور خداوندی سے افضل کہنا پڑیگا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل
نہیں ہو سکتا بلکہ تحقیق یہ ہی کہ مشبہ بہ کا صرف اشہر و اوضح ہونا ضرور ہی۔ افضلیت ضروری
نہیں چونکہ حقتعالیٰ غائب از نظر ہیں کوئی شخص ان آنکھوں سے دنیا میں اسکو نہیں دیکھ سکتا
اس لئے خدا کا نور اشہر نہیں اور نور مصباح اشہر ہے اسوجہ سے اسکو نور مصباح سے تشبیہ
دیدی گئی ہی اور خدا کے نور کی تو بڑی شان ہی لوگ کسی عالم کی تعریف میں کہا کرتے ہیں کہ حضرت
تو روشن چراغ ہیں اس میں بھی یہ ان کو وہم نہیں ہوتا کہ چراغ نور میں ان سے افضل ہی مگر چونکہ
چراغ کوئی خالی از نور نہیں دیکھا گیا اس لئے اوس کا نور اشہر ہی اور بشر بعض ظلمانی ہیں بعض نورانی
اس لئے اس کا منور ہونا محتاج دلیل ہی تو اس کا منور ہونا اشہر نہیں اس تفصیل سے یہ مسئلہ
طے ہو گیا کہ مشبہ بہ کیلئے مشبہ سے افضل ہونا لازم نہیں صرف اشہر و اوضح ہونا ضروری ہی

ں حضور کو سراج منیر فرمانے سے افضلیت سراج کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ الغرض اس آیت
ں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشبیہاً روشن چراغ فرمایا گیا ہے تو بنا بر اصول تشبیہ جو خاص وصف
راغ میں ہے وہ آپ میں ہونا لازم ہے اور اسی سے یہ شبہ دفع ہو جاویگا کہ آفتاب یا ماہتاب
سے حضور کو کیوں نہ تشبیہ دی گئی حالانکہ آفتاب تمام منیرات میں روشن تر ہے اس کے سامنے
چاند کی کوئی حقیقت ہے نہ چراغ کی اور اگر یہ کہا جائے کہ آفتاب کی روشنی میں حرارت اور تیزی
یادہ ہے جس کی وجہ سے کوئی اس پر نگاہ نہیں جما سکتا اس لئے اس سے تشبیہ نہیں دی گئی تو
ر چاند سے تشبیہ دیدی جاتی چراغ سے تو وہ بدرجہا زیادہ ہے وجہ دفع یہ ہے کہ چراغ میں ایک
ص صفت ایسی ہے جو نہ آفتاب میں ہے نہ ماہتاب میں اس لئے حضور کو چراغ روشن فرمایا گیا
ت یہ ہے کہ چراغ میں تین صفتیں ہیں ایک اس کا خود روشن ہونا دوسرے اپنے غیر کو روشنی دینا
چراغ کی وجہ سے دوسری چیزیں ظلمت سے نور میں آجاتی ہیں ان دو صفتوں میں چراغ اور
تاب و ماہتاب سب شریک ہیں اور یہ دو وصف آفتاب و ماہتاب میں بیشک چراغ
سے زیادہ ہیں تیسری صفت چراغ میں یہ ہے کہ اس سے دوسرا چراغ اسی کی مثل روشن
وسکتا ہے چنانچہ ایک چراغ سے سیکڑوں چراغ روشن کرلئے جاتے ہیں یہ صفت خاص
راغ ہی میں ایسی ہے کہ آفتاب و ماہتاب میں نہیں ہے کیونکہ آفتاب سے دوسرا آفتاب اور ماہتاب
سے دوسرا ماہتاب روشن نہیں ہوسکتا خلاصہ یہ کہ آفتاب و ماہتاب دوسری چیزوں کو منوَّر
اسم المفعول) تو کردیتے ہیں مگر منوِّر (باسم الفاعل) نہیں کرتی اور چراغ دوسری اشیاء کو
نوَّر بھی کرتا ہے منوِّر بھی کردیتا ہے اسلئے حضور کو آفتاب و ماہتاب سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ
راغ روشن فرمایا گیا تو چراغ کی طرح آپ میں بھی علاوہ خود نورانی ہونے کے دو صفتیں ہوئیں
ب یہ کہ آپ دوسروں کو منوَّر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ بعضوں کو منوِّر بنانے والے ہیں
ہلا کمال آپ کا امت میں ظاہر ہوا اور دوسرا کمال انبیاء علیہم السلام میں ظاہر ہوا کیونکہ انبیاء
لیہم السلام آپ سے فیض حاصل کرکے بمنزلہ مستقل چراغ کے ہوگئے جیسے ایک چراغ سے

دوسرا چراغ روشن کرلیا جاوے تو وہ بجائے خود مستقل منور ہو جاتا ہے یہی شان انبیاء علیہم السلام کی ہے امت کی یہ حالت نہیں کیونکہ امتی کے اندر جو نور آپ کے واسطے سے آتا ہے وہ اس میں مستقل نہیں پس آپ انبیاء علیہم السلام کے کمالات کیلئے بمنزلہ واسطہ فی الثبوت کے ہیں کہ ذی واسطہ بھی اُس کمال کیساتھ موصوف حقیقۃً ہو جاتا ہے اور واقع میں وہاں دو صفتیں ہوتی ہیں ایک واسطہ کی ایک ذی واسطہ کی اور اُمتیوں کے لئے بمنزلہ واسطہ فی العروض کے ہیں کہ ذی واسطہ حقیقۃً اوس کمال کیساتھ موصوف ہی نہیں ہوتا محض مجازاً متصف ہوتا ہے کیونکہ وہاں واقع میں ایک ہی صفت ہوتی ہے صرف واسطہ میں اور ذی واسطہ میں کوئی صفت ہوتی ہی نہیں اسی طرح اُمتیوں میں واقع میں صفت تنویر کی ہے ہی نہیں وہ حضور ہی کی صفت ہے کہ امتیوں کیطرف مجازاً منسوب کردیجاتی ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ واقع میں بھی اُن میں تنویر کی صفت ہو جاتی ہے گو آپ ہی کی برکت سے تھی رہا یہ کہ حضور سے جمیع کمالات میں انبیاء علیہم السلام کو فیض پہنچنے کی کیا دلیل تو ہم کو اس کے دلائل بتلانے کی گو کچھ حاجت نہیں کیونکہ یہ مسئلہ اہل تحقیق کا اجماعی ہے مگر تقریب فہم کے طور پر بتلانیکا کچھ حرج بھی نہیں سو اُسپر دلیل یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے یا جابران اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ الحدیث الطویل ای جابر حقتعالیٰ نے سب سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اُس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔

(باقی آیندہ)

حج

مصالح حج

رسول الثقلین صاحب قاب قوسین کے ارشاد فرمودہ فضایل کے بعد چند عقلی مصالح بھی فضیلت حج کی شہادت کے لیئے تذر ناظرین کرتا ہوں ۔ حج مصالح ذیل کو مشتمل ہے۔

(۱) بیت اللہ کی تعظیم کیونکہ بیت اللہ شعایر اللہ میں سے ہے اور بیت کی تعظیم اللہ تعالےٰ ہی کی تعظیم ہے۔

(۲) قوم کی شیرازہ بندی ۔ کیونکہ ہر سلطنت اور ہر ملت کا اک مقررہ اجتماع ہوتا ہے جس پہ تمام قریب و بعید جمع ہوتے ہیں تاکہ اک دوسرے سے تعارف پیدا کرکے آپسمیں احکام ملت کے استفادات اور شعایر ملت کی تعظیم کرسکین ۔ حج مسلمانون کا اجتماع ہے شوکت کا ظہور ہے لشکروں کی فراہمی ، اور مذہب کی ترقی کا ذریعہ ہے اور یہی خداتعالےٰ کا ارشاد ہے واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا۔

(۳) توارث ابراہیمی واسمٰعیلی پر عمل ۔ چونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما وعلی نبینا الصلوٰة والسلام ملة بیضا کے امام اور بانی شرع ہیں ۔ اور ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں کہ آپ کے ذریعہ اسی ملة ابراہیمی واسمٰعیلی (ملة حنفیہ) کا ظہور اور عروج ہو اور یہی ملة ابیکم ابراہیم سے ارشاد ہے ۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ جو احکام ان ہر دو اماموں سے مستفاض ہوئے ہیں (خصال فطرة اور احکام حج) انپر کافی محافظت کیجائے ۔ اسی کو حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراہیم (

حجة اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ صاحب صفحہ ۲۴۹ "۔

(۴) خالق و معبود کی اطاعت اور کماحقہً اطاعت اسوقت بسہولت ہو سکتی ہے جب عبد و محکوم کو اس سے انس بلکہ شغف حاصل ہو۔ کیونکہ اسوقت حکم اور محبت اطاعت کے دو محرک پیدا ہو جائینگے۔ حج کے افعال سے انس و شغف میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" سے تعلق رکھتا ہے۔

(۵) حج اخلاق کی درستی کا بہترین آلہ ہے۔ سیاحت، تجربات، غیر مانوس لوگوں کی ملاقات سے جو علم و فضل، و ملنساری خوش خلقی میسر ہو سکتی ہے وہ سب اس سے حاصل ہے۔ اور پھر یک کرشمہ دو کار ادائے فرض و رضائے مولیٰ۔

(۶) وادی "غیر ذی زرع" کے باشندوں، اور اپنے معتقد مذہبی بھائیوں اور سب سے زیادہ یہ کہ حقیقی محبوب کے پڑوسیوں کی امداد سے صلہ رحمی، اخوت اسلامی، اور قومی فرائض کی ادائیگی کا بہترین موقعہ ہاتھ آتا ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

فرائض و فضایل کے بعد اس امر کے اظہار کی بھی ضرورت ہے کہ شریعت مطہرہ نے کس کس پر حج فرض کیا ہے اور کس کس وقت۔ تنویر الابصار اور در مختار اس کے جواب میں یہ معدود الفاظ سناتی ہیں۔ (۱) مسلم (۲) حر (۳) مکلّف (عاقل بالغ)۔ (۴) عالم بالفرضیت (۵) تندرست (۶) بینا (جو اندھا نہو) (۷) غیر محبوس (۸) سلطان جابر کی ممانعت سے مامون (۹) صاحب زاد (۱۰) صاحب راحلہ پر جبکہ یہ دونوں چیزیں اُسکی حوائج ضروریہ اور جنکا نفقہ اُسپر واجب ہے، لوٹنے کے ایکدن بعد تک کے ان کے نفقہ کے علاوہ ہوں (۱۱) مع امن طریق۔

عورتوں کیواسطے بالغ شوہر یا بالغ محرم اور عدۃ کا نہونا مستزاد شرطیں ہیں ان شرطوں میں سے اسوقت زیادہ تر قابل بحث امن طریق کی شرط ہے۔ اس ذیل میں یہ عرض کرنا ہے کہ فقہائے احناف امن طریق کا کسدرجہ اور کس حد تک اعتبار کرتے ہیں؟

شیخ ابن ہمام اس شرط کی توضیح کرتے ہیں کہ اُسکے شہر والوں کی روانگی کیوقت امن طریق ہو اگرچہ دوسرے لوگوں کے لیئے خوف ہی غالب ہو۔ اور امن طریق کے معنی یہ ہیں کہ سلامتی غالب ہو، خوف غالب نہو پس اگر لوٹ مار کے کثیر الوقوع ہونے کیوجہ سے قلوب پر محاربین کا خوف جمجائے۔ یا یہ لوگ بتحقیق یہ معلوم کرلیں کہ کوئی ڈاکوؤں کا گروہ راہ میں تعرض کرتا ہے اور لوگ اس گروہ کے مقابلہ سے عاجز آگئے ہیں تو حج فرض نہوگا (فتح القدیر ج۲ ص۱۲۵)۔

علامہ شامی کہتے ہیں کہ غلبہ سلامتی ہی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور یہی معتمد علیہ ہے اور آگے چلکر درمختار کے اس قول کے خلاف ہیں کہ " فرضیت حج کے لئے بعض حجاج کا قتل عذر ہے۔ لکھتے ہیں کہ غلبہ سلامت ہر ہر فرد کیلئے مراد نہیں بلکہ مجموع افراد کیلئے مراد ہے اور یہ بدون کثیر یا اکثر افراد کے قتل کے منتفی نہیں ہو سکتا۔ رہا ڈاکوؤں کا بعض قلیل افراد کو قتل کردینا اور خصوص جبکہ قافلہ سے علیحدگی میں انہیں کی زیادتی بھی ہو تو یہ بھی غلبہ سلامتی ہی شمار ہوگا۔ ہاں اگر ڈاکوؤں کے قافلہ سے تصادم ہونیکی وجہ سے قلوب پر خوف غالب ہوجائے تو یہ عذر ہوگا جیسے کہ فتح القدیر کا قول گذرا (شامی ج۲ ص۱۳۵)"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امن طریق غالب سلامتی کا نام ہے اور غلبہ سلامتی بھی کثیر افراد سے متعلق ہے۔ اس لئے اگر دو چار مرد کے لئے سلامتی نہ ہو تب بھی غلبہ سلامتی کے خلاف نہوگا بلکہ اگر اکثر افراد کے لئے سلامتی ہے تو غلبہ سلامتی اور اگر اکثر افراد کے لئے ہلاکت ہے تو غلبہ ہلاکت ہے یہ شروط جن احادیث سے ثابت ہیں اختصاراً اُن سے پہلوتہی کیجاتی ہے"

کیا حج فوراً ادا کرنا ضروری ہے؟

جمیع شروط کے تحقق کے بعد حج فوراً فرض ہوجاتا ہے۔ لیکن احناف و شوافع اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اسمیں اختلاف ہے کہ جب شروط کے تحقق کے بعد حج فرض ہوگیا تو کیا اوس کا ادا کرنا اسی سال واجب ہے یا یہ اختیار ہے کہ جب چاہے ادا کرے۔ امام ابو یوسفؒ صورت اولی کے اور

امام محمد و امام شافعی ثانی کے قائل ہیں۔

درمختار اور بحرالرائق وغیرہ نے امام ابوحنیفہ کی صحیح روایت بھی قرار دی ہے جو امام ابویوسف کا مسلک ہے۔ شامی کہتے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کی صحیح روایت بھی یہی ہے۔ نووی نے بھی مالکیہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک حج فرض ہونیکے بعد سب سے اول جس سال میں حج کیا جاسکتا ہو اسی سال ادا کرنا واجب ہے اور تاخیر گناہ ہے۔ اور اگر تاخیر چند سال تک کیگئی تو فاسق اور مردود الشہادۃ قرار دیا جائیگا۔ امام شافعی و امام محمد تاخیر سے گنہگار قرار نہیں دیتے مگر امام محمد بھی تعجیل کو مستحب ضرور فرماتے ہیں۔ بحرالرائق نے احناف کا صحیح اور مفتی بہ مذہب وہی بتلایا ہے جو امام ابویوسفؒ کا مسلک اور امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام احمدؒ کی صحیح روایت ہے۔

حج کا سنہ فرضیت اور آیت فرضیت کا اطلاق اس اختلاف کا مبنی ہے۔ لیکن سنہ فرضیت میں قبل ہجرت کے اقوال کو (اختلاف کا ذکر آغاز بیان میں ہوچکا) تو شیخ ابن حجر شافعی نے لکھدیا ہے کہ وہ شاذ اور ناقابل اعتنا ہیں (فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۳) بعد ہجرت کے اقوال میں فتح القدیر نے صاحب تنقیح کا یہ قول نقل کیا ہے لا اعرف لھا مسندا (میں ان کی کوئی صحیح سند نہیں دیکھتا) البتہ جو لوگ سنہ ۶ھ کی فرضیت بتلاتے ہیں وہ آیت واتموا الحج والعمرۃ للہ (خدا کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو) سے استدلال کرتے ہیں اور اس آیت کا نزول سنہ ۶ھ میں ہوا ہے۔ مگر علامہ ابن عابدین اور شیخ ابن ہمام متفق اللفظ کہتے ہیں کہ اس آیت میں بتمام و کمال ادا کرنیکا حکم ہے نہ فرضیت کا اور یہ اس کے لئے ہے جو حج شروع کرچکا ہو۔ خواہ نفل یا نذر۔ اسلئے ماننا ہوگا کہ فرضیت آیۃ وللہ علی الناس حج البیت سے نازل ہوئے اور یہ آیت عام الوفود سنہ ۹ھ میں نازل ہوئی ہے اور بقول علامہ ابن عابدین صحیح بھی ہے کہ اسوقت حج کا وقت باقی نہ تھا اس لئے آئندہ سال سنہ ۱۰ھ میں ادا فرمایا گیا (شامی ج ۲ ص ۱۳۹ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۴)

اور آیت مطلق ہونے کی وجہ سے فوریت و تاخیر دونوں کو محتمل ہے مگر احتیاطاً فوری وجوب میں ہے۔ اس لئے کہ فوری ادائیگی کیصورت میں تاخیر (یعنی فوراً لازم نہ ہونا۔ شامی) اور فوریت

آیت کے دونوں احتمالوں کا خلاف نہ ہوگا اور تاخیر ادائیگی صورت میں احتمال فوریت کا خلاف ہوگا
لہذا احتیاط وجوب فوری میں ہے (بدایع ج ۲ ص ۱۱)۔

اداء حج کے فوراً واجب ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ (جو ترک حج کے بیان میں
گذر چکی ہے) من ملک زادا و راحلة تبلغه الی بیت الله الحرام فلم یحج فلا علیه ان یموت
یهودیا او نصرانیا" کیونکہ اس ارشاد میں اُس کے لئے وعید ہے جو باوجود استطاعت اول
سنین امکان میں حج نہ کرے اسلئے کہ فلم یحج کی فا تعقیب بلا فصل کے لئے ہے جس کے معنی
یہ ہوئے کہ جو شخص بلا فصل (بعد استطاعت) حج نہ کرے وہ ایسا ہی۔

عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ استطاعت کے بعد فوراً ہی حج کا ادا کرنا واجب ہو۔ کیونکہ
حج کا سال بھر میں صرف ایک معین وقت ہے اگر یہ نکلگیا تو سال بھر تک ادائیگی کا موقع نہ ملیگا۔
اور جبتک دوسرا سال نہ آجائے ادا کرنا غیر ممکن رہیگا تو اس وقت تاخیر کرنا گویا فی الحال حج کو فوت
کرنا ہے اور چونکہ آئندہ سال تک زندگی موہوم ہے حصول حج بھی موہوم ہوگا۔ تو گویا تاخیر کرنیوالا
حج کو بالکل فوت کر رہا ہے۔ اور حج فرض کا فوت کرنا حرام ہے لہذا تاخیر حج بھی ناجائز ہوگی۔
(بدایع ج ۲ ص ۱۲۰)"

لہذا حنیفہ کا مفتی بہ مذہب (فوری وجوب) ہی راجح ہوا اگر کوئی حنفی وجود شرائط کے بعد
تاخیر کریگا گنہگار ہوگا۔ اور اگر چند سال حج نہ کیا تو فاسق۔ اور اگر تاخیر کے بعد بلا ادائیگی حج مر گیا تو
تمام فقہاء کے نزدیک بالاجماع گنہگار ہوا۔ (زیلعی) بدایع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۵ میں امام علاؤالدین
لکھتے ہیں "جب کسی ذی استطاعت مسلمان کے پاس مال ہو اور اُسکے شہر کے لوگ حج کو روانہ
ہونے لگیں تو فوریت کے وجوب کے قائلوں کے نزدیک اس شخص کو جائز نہیں کہ وہ
اپنا مال کسی دوسرے شئے میں صرف کرے"

تاخیر و تعجیل کے فیصلہ کے لئے یہ دو روایتیں اور پیش ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله ... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ

علیہ وسلم تعجلوا الی الحج یعنی الفریضۃ فان احدکم لا یدری ما یعرض لہ (ابو القاسم اصفہانی ترغیب ترہیب صفحہ ۲۲۵)

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے حج کے لئے جلدی کرو۔ یعنے فرض کے لئے کیونکہ تم میں سے ایک بھی یہ نہیں جانتا کہ اسکو کیا پیش آ جائیگا۔

ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں یہ لفظ ہیں من اراد الحج فلیعجل (جس نے حج کا ارادہ کیا اوسے جلدی کرنی چاہیئے) مشکوٰۃ صد ۲۲۲

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استمتعوا بھذا البیت فقد ھدم مرتین و یرفع فی الثالثۃ (بزار طبرانی ابن خزیمہ ابن حبان۔ حاکم۔ اور حاکم نے صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔ ترغیب ترہیب صفحہ ۲۲۵)

ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تمتع حاصل کرو بیت مکرم سے کہ دو مرتبہ منہدم ہوا اور تیسری مرتبہ اٹھا لیا جاویگا۔

لہٰذا ہم کو متوقع رہنا چاہیئے کہ اہل اسلام کے مستطیع حضرات اپنی ناپائدار زندگی پر اطمینان نہ کر کے جلد از جلد ادائیگی حج کی کوشش کریں گے۔

پندرہ روزہ ارشاد

مولانا محمد بہاؤالحق صاحب قاسمی کے ادارت میں امرتسر سے شائع ہوا ہے اس پرچہ کا دوسرا نمبر ہمارے پیش نظر ہے فاضل مدیر نے اپنی علمی قابلیت سے جریدہ کو دلچسپ بنانے میں انتہائی سعی سے کام لیا ہے، قرآن کریم و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسلمانوں کے دینی رہبری کرنا اس کا اصل مقصد ہے مخالفین مذہب کے اعتراضات کا مہذب پیرایہ میں مسکت جواب دینا بھی اپنے ذمہ لیا ہے۔

انتخابات اخبار کا بھی حصہ شامل ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ (عہ) روپیہ

ششماہی (عہ) ”

ممالک غیر سے (صہ) ”

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد اور اس کے مراتب

اسلام نے دنیا میں آکر تمام رہبانیتوں کا خاتمہ کر دیا اور اعلان کر دیا کہ وہ قرب خداوندی جو تاریک تنگ وتاریک زاویوں اور مخلوق سے کلی انقطاع کرنے پر میسر آسکتا تھا۔ آج اسلام کی ہمہ گیری کی بدولت عام معاملات وتعلقات کے علاوہ میدان قتال۔ اور گھمسان کی خونریزیوں میں بھی مل سکتا ہے۔ بلکہ اس مقدس مذہب نے بتایا کہ میدان جہاد کی مساعی اور اسکی سر توڑ کوششیں اسلام کی بڑی بڑی بلند پایہ عبادتوں سے بلند اور مرتفع ہیں۔ اسلام کا رفیع الشان قصر بیشک نماز کے ستون پر قائم ہے اگر نماز نہو تو وہ منہدم ہو جائے لیکن اوسکی وہ بلند چوٹی اور چھت کی سب سے اونچی سطح جسنے اس قصر میں بسنے والوں کو تمام گرم و سرد حوادث اور باد مصائب کے تند و تیز جھونکوں سے مامون رکھنے کی ضمانت کی ہے صرف جہاد ہی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

راس الامر الاسلام وعموده الصلوة وذروة سنامه الجهاد " انسان کے تمام امور کا راس المال اسلام ہے اور اسکا ستون جسپر وہ قائم ہے نماز ہے اور اسکی عمارت کی سب سے بلند چوٹی جہاد ہے"

اسلئے اسلامی برادری میں مجاہد کی زندگی ایک بلند پایہ زندگی ہے۔ وہ جسطرح آخرت میں باغ رضواں کی گل چینی کرتا ہے۔ اسیطرح دنیا میں بھی عظمت وشان کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

جہاد کے مراتب | دنیا کا سب سے بڑا مجاہد جس کیلئے جہاد اخلاص نے آخرت کی بیکران نعمتوں کا سب سے فائق خلعت اسکے درش عظمت پر ڈالا اور دنیا کی انتہائی سے انتہائی اور بڑی سے بڑی عظمت وعزت کا تاج جسکے مبارک سر پر رکھا حقتعالی کا آخری رسول اور محبوب نبی ہے۔ فداہ نفسی و ابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد فی اللہ کی کوئی نوع نہ چھوڑی جبتک آپ پوری قوۃ وقدرۃ کیساتھ غالب نہ آگئے ہوں"

قلب کو قالب سے وہ جہاد کیا کہ ساری خدائی ملکر اس کی نظیر نہیں لا سکتی۔ تبلیغی جہاد کی وہ نظیر قائم فرمادی کہ جسکا نظیر ملنا ناممکن ہوگیا۔ تیر و تلوار کے جہاد سے دنیا کو اسطرح زیر و زبر فرمایا کہ زیر بالا ہوگئے۔ اور بالا زیر ہوکر رہ گئے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کی ایک ایک ساعت جہاد فی اللہ کا ایک مکمل نمونہ تھی۔ جہاد قلب و جنان جہاد دعوۃ و بیان اور جہاد سیف و سنان کے مختلف مراتب کے مناسب کچھ ایسی فطری طریق پر قائم فرمادیئے کہ اگر ایک حقیقی مجاہد اس راہ کی راہ پیمائی کرے تو فطرۃً اسے ان ہی مراتب سے ترتیب وار گذرنا ہوگا۔ پس تمام دنیا کے مجاہدوں کی سرفروشانہ مساعی کا سہرا ایک ہی ذات اقدس کے سر رہیگا۔ نیز قیامت تک اُمّتِ مسلمہ کی ہر ایک عظمت و رفعت اور قدر و منزلت کا آخری مرکز و محور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکیمانہ زندگی اور مجاہدانہ روش رہیگی۔"

پہلا جہاد — جس مبارک ساعت میں آپ رسول ہوکر مبعوث ہوئے ہیں اُسی ساعت میں حقتعالیٰ نے آپ کو مجاہدانہ زندگی کا خلعت عظمت پہنا دیا اور جہاد کا حکم دیدیا۔ فرمایا

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا فلا تطع الکٰفرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا	اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے انکا زور و شور سے مقابلہ کیجئے۔"

یہ مکہ کی سیزدہ سالہ زندگی کا جہاد تھا۔ جسمیں گو تلوار ہاتھ میں نہ تھی۔ لیکن تلوار کی جنگ سے یہ جنگ زیادہ سخت اور بھاری تھی۔ یہ مشرکین اور منافقین کیساتھ حجۃ و بیان اور تبلیغ قرآن کا جہاد اخلاص تھا۔ آپ کو حکم الٰہی دیا گیا کہ حکم الٰہی کو پہنچاؤ اور اس تبلیغ کی راہ میں بے شمار مصائب و متاعب کا خندہ پیشانی اور طیب خاطر سے تحمل کرو۔

درحقیقت یہ سخت اور دشوار گذار جہاد خواص اُمّت اور ورثۂ انبیاء کا جہاد ہے۔ اس جہاد کے قائم کرنیوالے دنیا میں گنے چُنے افراد پیدا ہوئے ہیں۔ نیز اس خاص مجاہد طبقہ کے اعوان انصار گو عدداً قلیل اور اقل قلیل ہوئے مگر خدا کی بارگاہ میں اُن کی عظمت و قدر اسلئے سب سے زیادہ ہی کہ انہوں

نے تبلیغ حق میں کسی کی عظمت و قدر کی پرواہ نہ کی اُنہوں نے کلمۂ حق کے پہنچانے میں جبکہ اُسکے معارضہ کیلئے دنیوی جبروت و جلال اور دنیوی قوۃ و شوکت انکے سامنے تھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی اور نہ اس راہ میں انکو کسی بڑی سے بڑی ہستی کا خوف اُن کیلئے سدراہ ہوا اسی لئے قرآن کریم نے اس جہاد اسکو جہاد کبیر فرمایا۔ اور حدیث نبوی نے اسکو افضل الجہاد کہا۔ وافضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ بلاشبہ یہ کسی مخصوص ہی فرد کا کام ہے کہ وہ معاندوں کے جتھوں اور باشوکت و قوۃ مخالفوں کے گروہوں میں جاکر حجۃ و برہان کیساتھ کلمۂ حق سنادے اور کلام الٰہی کی دلپذیر حجج و براہین سے عذر کے بند و بند اتمام حجۃ کر دے۔ نہ مخالفوں کی خلاف و تخویف سے اسکی زبان لڑکھڑائے نہ اُسکے قلب کو جنبش ہو اور نہ اُسکے جوارح پر سوائے سکون و وقار و طمانیۃ و بشاشۃ کے کسی قسم کی گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہوں۔ پھر ساتھ ہی اخلاص کا یہ عالم ہو کہ شمہ برابر خود بینی و نمائش اور خودستائی و خودسازی قلب میں نہ ہو نفسانی اغراض ہوں نہ جاہ ہو نہ طمع و کبر ہو نہ ریا۔ ان اخلاق حسنہ اور دین خالص کیساتھ یہ تبلیغی جہاد بجالانا ہر بوالہوس کا کام نہیں۔ بلکہ انہی خاصان اُمّت کا کام ہے جو سب جہادوں سے پہلے خود اپنے نفس سے جہاد کر چکے ہوں۔ جو اپنے نفس کو ہر قسم کی مشقتوں اور جسمانی و روحانی مشاق و متاعب کا عادی بنا چکے ہوں۔ ترک لذات نفس پر قادر ہو چکے ہوں۔ حسی اور معنوی مشکلات کو نظرانداز کر کے اور جفاکشی۔ اور تحمل شدائد کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے چکے ہوں۔ رعونت و نخوت اور جاہ پرستی سے منزلوں دور ہو چکے ہوں۔ اپنے نفوس کیلئے خاکساری اور اپنے بھائیوں کیلئے خاکساری کو شیوہ قرار دے چکے ہوں۔ کیونکہ جسنے اس شدید کافر اور زبردست دشمن سے جہاد نہ کیا جو خود اسکے پہلو میں ہر وقت اُس پر مسلط ہے۔ اور اسکو کم سے کم اسکا بھی عادی نہ کرلیا کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے اوامر پر عمل پیرا ہو جائے اور اسکے ممنوعات سے باز آجائے تو وہ خدا کے دشمنوں کے مقابلہ میں کیا صف آرائی کرسکتا ہے۔ مجھے تو یہ دکھلانا ہے کہ خواہ لسانی جہاد ہو یا سنانی سب قلبی جہاد کے فروعات ہیں۔ اگر ایک مجاہد نے اپنے قلب صافی کی تلوار کو صیقل نہ کیا اور اُسکی دھار اتنی تیز نہ کر دی کہ وہ نفسانی مکائد کا کافی مقابلہ کرسکے اور سب سے پہلے اپنی ہوائے نفسانی پر شبخون نہ ماری تو اس مجاہد کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے صاحب خانہ گھر کے چور سے سہم کر اسکی مدافعت نہ کرسکے مگر وجہ یہ بیان کرے کہ مجھے شہر کے چوروں کی مدافعت سے فرصت نہیں۔ تو یہ بہادر شہر کے مکانات کی تیرتی چوروں سے کیا حفاظت کرتا خود اپنے ہی گھر کیلئے بجائے ایک اندرونی چور کے بہت سے بیرونی چوروں کا اضافہ کریگا۔

پس ایک انسان کے لئے سب سے پہلا اور حقیقی جہاد یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے خود

تلوار بنجائے اور اپنے لئے اتنی قدرۃ و طاقت بہم پہنچائے کہ وہ تمام نفسانی حظوظ اور شہوانی جذبات اور ہر قسم کے ناپاک لذات و مشتہیات کی مدافعت کر سکے۔ یہی وہ سب سے پہلا قلبی جہاد تھا جس کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثۃ سے پہلے چالیس سال کی طویل زندگی وقف فرمادی تھی۔ کیونکہ بعثۃ کے بعد کی زندگی درحقیقت اس قبل از بعثۃ زندگی کا ایک دوسرا ظہور تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہی جہاد ہر قسم کے مجاہدوں سے سخت اور دشوار گذار ہے۔ کیونکہ خود اپنے نفس کیساتھ ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہاد کے متعلق ارشاد فرمایا۔

المجاهد من جاهد نفسه فی ذات الله	مجاہد تو وہ ہے جسنے اللہ کے ذات کیلئے اپنے نفس سے جہاد کیا
والمهاجر من هجر مانهی الله عنه"	اور مہاجر وہ ہے جسنے ممنوعات الٰہی سے ہجرۃ اور کنارہ کشی اختیار کی

پس میدان جہاد کی وہ پہلی امتحانگاہ جسمیں ایک لسانی اور ایک سنانی مجاہد کی پوری آزمائش ہو سکتی ہے۔ خود اس کی عملی زندگی اور ذاتی جہاد کا میدان ہے۔

پھر اس کی کامیابی و ناکامی کا پہلا اکھاڑہ بھی خود اسی کی ذات ہی جسمیں اسے ایسے دو دشمنوں (نفس و شیطان) کیساتھ سابقہ پڑتا ہے جو نہ کبھی اس لڑائی میں تھکتے ہیں اور نہ کبھی ان کی سعی میں قصور ہوتا ہے ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا"۔

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ ہر ایک جہاد کے لئے اصل اور علۃ العلل بھی پہلا جہاد ہے۔ اور تمام جہاد کی قسمیں اس کی فرع ہیں۔ ظاہر ہے کہ فرع کی تمام سرسبزی و شادابی اور بار آوری جڑ کے کمال اور قوۃ سے ممکن ہے۔

جو لوگ اس سے قبل ہی میدان میں اتر آتے ہیں کہ وہ کسی کونے میں بیٹھکر اپنے نفس کا احتساب کریں۔ اور پھر اسکو رذائل اخلاق سے پاک کر کے اخلاق حمیدہ کی لائن پر روان کریں وہ یقیناً ناکام و نامراد واپس ہوتے ہیں۔ اور جتنا کچھ اس ناقص حالت میں جد و جہاد کر گذرتے ہیں وہ سعی عام نقائص سے پُر اور ہمہ گیر مفاسد سے لبریز ہوتی ہے جس کا خمیازہ

دان کو اور دوسروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ناقص اصل کی تمام فروعات میں نقص وضرر بپا ہوا کرتا ہے۔

جسطرح ایک نونہال پودے کی شاخوں اور پھل پھول کے خوشنما اور خوش مذاق بنانے کیلئے پہلی سعی قدرۃً بھی ہوسکتی ہے کہ اوس کی اصل کو درست کیا جائے۔ اسکی جڑ کے قریب کی زمین گھانس پھونس سے صاف کیجائے۔ اُس کو ستھرا اور صاف پانی پہنچایا جائے۔ اسکے قریب خس وخاشاک جمع نہو۔ اوس کے قرب وجوار میں تری اور صفائی ہو۔ اس کے ماحول میں کوئی سخت اینٹ اور پتھر نہو کہ اوسکی بالیدگی اور رفعت رک جائے بلکہ نہایت نرم اور خالص مٹی ہو تاکہ وہ اُسمیں نفوذ کرکے باہر سر نکال سکے۔

اسیطرح ایک مسلمان کے قولی وعملی جہاد کے پھل پھول اوسی وقت فرحت بخش اور تقویۃ دہ ثابت ہوسکتے ہیں جبکہ اُس کے قلب کی زمین نخوت ورعونت کے اینٹ پتھروں سے صاف ہو جائے تقویٰ وطہارۃ۔ عفاف وغنیٰ اور صبر وتحمل کا آب صافی اُسے نمناک رکھے اور اس ستھرائی وصفائی اور سیرابی سے اُس کے کلمۂ طیبہ کا شجرۂ طیبہ اس پاک اور نرم خاک سے سر نکالے۔

پس اے اسلام کے حامیو! اور نوخیز مسلمو! اگر تم جہاد کے میدان میں سرفروشی کی تمنا رکھتے ہو تو تمہارا سب سے پہلا جہاد تو یہ ہے کہ اپنی اصل قلب کو جلا دینے کے لئے وساوس شیطان کی ظلمتوں اور نفس کی رعونتوں سے جہاد کرو۔ اگر تم نفس کافر کیش اور ابلیس بداندیش کے تمام مکائد سے مامون رہنے کی سپر ہاتھ میں اُٹھالو تو یہی تقویٰ وتحفظ کی ڈھال پھر سنان دسنان ہلانے کی جراُت وہمت اور جارحانہ جذبات پیدا کردیتی ہے۔ اور پھر ایک مسلم کو حق ہوتا ہے جبکہ وہ اُس حق کی قوۃ سے اُٹھتا ہے کہ تمام دنیا کو اپنی جنبش جبیں سے تہ وبالا کردے۔

بس اگر تم اپنے ذاتی افعال میں تقویٰ کا حق ادا کرسکتے ہو [illegible] میدان جہاد میں قدم رکھو پہلے اپنے نفس سے اسطرح جہاد کرسکتے ہو [illegible]

تمہارے جوارح اور ان کے افعال للنفس و بالنفس ہونے کے بجائے صرف للہ و باللہ ہو جائیں و تم خدا ہی کی قوۃ سے اٹھو اور اسی کی قوۃ سے بیٹھو۔ اسی کیلئے بولو۔ اسی کے لئے خاموش ہو جاؤ تو یقیناً تم میدان جہاد میں زبان بھی ہلا سکتے ہو اور تلوار بھی اٹھا سکتے ہو اور وہ ہی زبان و تلوار بلاشبہ کامیاب بھی ثابت ہوگی۔

اسی لئے جہاد کی حقیقت کو ابن عباسؓ ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں کہ

هو استفراغ الطاقة فيه ان لا يخاف في الله لومة لائم۔ — جہاد اپنی ساری طاقت کو اللہ کے لئے فارغ کر لینا اور خدا کے بارہ میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرنا ہے۔

مقاتل فرماتے ہیں

عملوا لله حق عمله واعبدوه حق عبادته۔ — اللہ کیلئے عمل و عبادۃ کرنے کا حق ادا کر دو۔

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

هو مجاهدة النفس والهوى" — جہاد نفس اور ہوائے نفس کے خلاف سعی کرنے کا نام ہے۔

بہرحال ان تمام مختلف عبارات کا واحد مقصد یہی نکل آتا ہے کہ ایک انسان خودی کو مٹا کر خدا کا ہو رہے۔ اور پھر اس کی راہ میں قلب کے وقت قلب سے زبان کے وقت زبان سے اور تلوار کے وقت تلوار سے مخلصانہ کام لے سکے۔

پس اب بطور خلاصہ جہاد کے چار مراتب نکل آئے۔ جہاد نفس۔ جہاد شیطان۔ جہاد کفار۔ جہاد منافقین۔

جہاد نفس جو اصولی اور اصلی جہاد ہے اور جو تمام جہادات کے لئے علۃ العلل ہے اور ان سب کا مقدم ہے (جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں) چار مرتبے رکھتا ہے۔

(۱) ایک مسلمان کا اپنی نفس سے پہلا جہاد یہ ہے کہ اسکو علم دین و ہدایت اور اوامر و نواہی کے سیکھنے پر مجبور کر دے۔ اگر کسی قلب میں اسلامی علم اور ہدایۃ ایمان کی روشنی نہ ہو تو اس کے لئے فلاح کی امید ہی نہ بہبود کی۔ نہ اسے معاش دنیوی میں سعادت نصیب ہو سکتی ہے نہ معاد اخروی

وجب وارثین نجاح وفلاح نہ رہی تو یہ انتہائی شقاوۃ و بدبختی ہے۔
) پھر جہاد نفس کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ علم کے بعد اس کو عمل پر آمادہ اور برانگیختہ کرو۔
علم بلا عمل کے باقی نہیں رہ سکتا اور جتنا بھی رہے وہ ایک وبال ہے۔ ورنہ کم از کم وہ علم
نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من علم لا ینفع۔
) پھر جہاد نفس کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ علم و عمل کا پاک ذخیرہ اس پاک نفس میں
ہو چکا ہے۔ اس کی دوسروں کو تعلیم کرو۔ اور پہنچادو ایک ایک حرف کی تبلیغ کردو تاکہ
ن حق کے عذاب و وعید سے یہ مہذب نفس بچ سکے۔
)) جہاد نفس کا چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اس دعوۃ و تبلیغ کی راہ میں جسقدر مشاق و متاعب اور
نتیں پیش آئیں ان کو خوشدلی کو جبہ اللہ برداشت کرو اور ناسمجھ لوگوں کی ایذا کو سہو جس میں
ح جاہ کا شائبہ ہو نہ طمع مال کا۔
حیقی مجاہد نفس وہی ہے جو ان چاروں مرتبوں سے ترتیب وار گذر گیا۔ اور وہی اس کا
تحق ہے کہ اس کو ربانی عالم کا خطاب دیا جائے۔
ساد شیطان | اگر ایک مجاہد نے اپنے اندرونی دشمن (نفس) سے جہاد کرکے اس کو شکست دیدی
ر اس کو مقہور کرلیا تو ابھی اوسے مطمئن نہ بیٹھ جانا چاہیے کہ دوسرا مورچہ شیطان کی طاقت ہے
س سے جہاد باقی ہے۔
اس جہاد کے درجے ہیں۔ ایک یہ کہ تمام ان شکوک و شبہات کو جو ایمان و عقائد
ں اس کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں دفع کیا جائے تاکہ علم و ایمان صحیح طور پر قائم رہ سکے
وسرے یہ کہ تمام ان بدارادوں اور شہوانی تہیوں کو مسل دیا جائے جو اوس کی طرف سے قلوب میں
قا ہوتے رہتے ہیں۔ تاکہ عمل صحیح نہج پر باقی رہ سکے۔ اس جہاد کے پہلے مرتبہ سے جبکہ تمام
لمی شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے تو یقین اور ایقان کی دولت میسر آجائیگی۔ اور دوسرے
رتبہ کے ذریعہ سے جبکہ تمام عملی شہوات اور بداعمالیوں کا زور ٹوٹ جائیگا تو صبر اور ضبط نفس

بدعملی کی مدافعت کرسکیگا۔ قرآن نے اس مرتبہ کو امامۃ کا درجہ کہا ہی۔ جو حسب استعداد و قابلیت دیا جاتا ہے۔ فرمایا

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون ۔ (اور ہم نے ان میں سے امام بنائے (جو ہمارے امر کی ہدایت پھیلاتے ہیں) جبکہ انہوں نے "صبر" کیا اور ہماری آیتوں پر "یقین" کیا۔)

پس شبہات کا توڑ یقین سے ہی جو پہلے مرتبہ سے حاصل ہوگیا اور شہوات کا توڑ صبر ہے جو دوسرے مرتبہ سے حاصل ہوا۔

جہاد کفار و منافقین جہاد نفس اور جہاد شیطان کے بعد ان بیرونی دشمنوں سے جہاد کا مرتبہ ہی اس کے بھی چار مرتبے ہیں۔ قلب اور لسان۔ پھر مال اور نفس۔ سب سے پہلے قلب میں اون کے کفر سے نفرت رکھی جائے مگر اخلاق حمیدہ سے انپر اسلامی آثار ڈالے جانے چاہئیں سنجیدہ اور نیکدل صرف اسی جہاد سی مسخر ہو جائینگے۔ جو ایسے نہوں تو لسان سے اسلامی حقائق حجۃ و برہان کیساتھ سادہ اور دلپذیر الفاظ میں پیش کردیے جائیں کچھ مائل قلوب اس سے مسخر ہو جائینگے جو ایسی نہوں تو بذل مال کیا جائے کچھ طمع زدہ قلوب اس جہاد سے مسخر ہونگی۔ اور جو ایسے بھی نہوں بلکہ صریح معاند۔ اور نرے حق پوش ہی ہوں تو بشرط قوۃ بذل نفس کے ساتھ اُن کو سمجھایا جائے۔ جنمیں کوئی شائبہ سمجھ کا ہوگا اُن خواہ ہو کر جھک جائینگے اور اتنا بھی نہوگا تو اپنی خبیث نفوس سی دنیا کو خالی کردینگے۔ کہ اُنکے لئے یہی مصلحت ہی انك ان تذرهم يضلوا عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفارا ۔"

جہاد ارباب ظلم و بدعات یہ پانچواں جہاد ہی۔ جو خود مسلمانوں کے بگڑے ہوئے اور مسخ طبقوں یعنی مبتدعین اور ملاحدہ و زنادقہ سے فرض کیا گیا ہی۔ اسکے تین مراتب ہیں۔ سب سے پہلا مرتبہ یہ ہی کہ اگر قوۃ ہو تو ہاتھ سی انکی ظلم بدعۃ کو مٹا دیا جائے۔ نہو تو لسان سے اور یہ بھی نہو تو دل سے اُسی مکروہ سمجھا جائے وذلك اضعف الايمان "۔

جہاد کے یہ تیرہ مرتبے ہیں۔ جو اسلام نے فریضہ بنا کر حسب اوقات و قدرۃ مقرر کئے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جس نے ان مراتب میں سے کسی مرتبہ کا بھی جہاد نہیں کیا اور مر گیا تو وہ یقیناً نفاق کے کسی شعبہ پر دنیا سے اُٹھا۔ نعوذ باللہ منہ۔

یہ مضمون محض ایک مخلصانہ نصیحۃ ہے۔ الدین النصح لکل مسلم۔ اور صرف اسلئے پیش کیجا رہی ہے کہ اسوقت جو لوگ کسی اسلامی مفاد کیلئے مخلصانہ جہاد اور مسلمانانہ مساعی میں سرگرم کار ہیں (شکر اللہ سعیہم) وہ کم از کم کچھ اپنی طرف بھی مائل ہوں۔ اور جو لوگ اخلاص کیساتھ مسلح آروش اختیار کر رہی ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کے رذائل زائل ہو جائیں وہ کم از کم کچھ اپنی رذائل اور غوائل نفس کی طرف بھی جبکہ وہ ساری دنیا کے احتساب سے پہلے اپنے باطن کا احتساب کریں کہ وہ عالم کو شمع دکھا رہے ہیں لیکن خود ظلمت میں سرگردان ہیں وہ دنیا کو سیراب کرنا چاہتے ہیں لیکن خود گم کردہ آب اور عطشان ہیں بعض فہیم مگر عجلت پسند اور متلون طبائع میں کسیوقت خود اپنے ذاتی کوتاہیاں اور اصلاح طلب مفاسد گذرتے ہیں اور وہ بیکدم ندامت کیساتھ چاہتے ہیں کہ رجعت قہقری کریں یعنی بجائے اصلاح عالم کے پہلے اصلاح نفس کریں۔ لیکن وہ عزت و جاہ کے بھوکے بہت جلد اس خیال سے اسلئے ہٹ جاتے ہیں کہ ان کی تمام مساعی کا لب لباب اور ماحصل یہ عارضی جاہ و شہرت اور عوام کی زبانوں پر چلا ہوا وقار کہیں زائل نہ ہو جائے لیکن انہیں یقین کرنا چاہیئے کہ عارضی اور بے بود چیز زائل ہی ہونے کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ حقیقی بقاء و عزۃ اللہ اور اس کے مطیع بندوں کے لئے ہے۔ ھذا ما اخذت من کلام الحافظ ابن قیم رحمت مع زیادات منی،، واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد طیب عفا اللہ عنہ

(دار العلوم دیوبند)

میسر آجائیگا اور یہ عظیم الشان مرتبہ جو یقین و صبر سے حاصل ہوگا۔ ہر قسم کی بداعتقادی اور بدعملی کی مدافعت کر سکیگا۔ قرآن نے اس مرتبہ کو امامۃ کا درجہ کہا ہے۔ جو حسب استعداد و قابلیہ دیا جاتا ہے۔ فرمایا

وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون ؕ	اور ہم نے ان میں سے امام بنائے (جو ہمارے امر ہدایت پھیلاتے ہیں) جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیا ؕ

پس شبہات کا توڑ یقین سے ہی جو پہلے مرتبہ سے حاصل ہوگیا اور شہوات کا توڑ صبر ہے جو دوسرے مرتبہ سے حاصل ہوا۔

جہاد کفار و منافقین جہاد نفس اور جہاد شیطان کے بعد ان بیرونی دشمنوں سے جہاد کا مرتبہ ہے اس کے بھی چار مرتبے ہیں۔ قلب و لسان۔ پھر مال اور نفس۔ سب سے پہلے قلب میں ان کے کفر سے نفرت رکھی جائے مگر اخلاق حمیدہ سے ان پر اسلامی آثار ڈالے جانے چاہئیں سنجیدہ اور نیکدل صرف اسی جہاد سے مسخر ہو جائینگے۔ جو ایسے نہوں تو لسان سے اسلامی حقائق حجۃ و برہان کیساتھ سادہ اور دلپذیر الفاظ میں پیش کر دئے جائیں کچھ مائل قلوب اس سے مسخر ہو جائینگے جو ایسے نہوں تو بذل مال کیا جائے کچھ طمع زدہ قلوب اس جہاد سے مسخر ہونگے۔ اور جو ایسے بھی نہوں بلکہ صریح معاند۔ اور نرے حق پوش ہی ہوں تو بشرط قوۃ بذل نفس کے ساتھ ان کو سمجھایا جائے۔ جنمیں کوئی شائبہ سمجھ کا ہوگا اس خواہ ہو کر جھک جائینگے اور اتنا بھی نہوگا تو اپنی خبیث نفوس سے دنیا کو خالی کر دینگے۔ کہ انکے لئے یہی مصلحت ہے انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ؕ

جہاد ارباب ظلم و بدعات یہ پانچواں جہاد ہے۔ جو خود مسلمانوں کے بگڑے ہوئے اور مسخ طبقوں یعنی مبتدعین اور ملاحدہ و زنادقہ سے فرض کیا گیا ہے۔ اسکے تین مراتب ہیں۔ سب سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر قوۃ ہو تو ہاتھ سے انکی ظلم بدعۃ کو مٹا دیا جائے۔ نہو تو لسان سے اور یہ بھی نہو تو دل سے اسے مکروہ سمجھا جائے وذلک اضعف الایمان۔۔

جہاد کے یہ تیرہ ۱۳ مرتبے ہیں۔ جو اسلام نے فریضہ بنا کر حسب اوقات و قدرۃ مقرر کئے ہیں
اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جس نے ان مراتب میں سے کسی مرتبہ کا بھی جہاد نہیں کیا اور مر گیا تو وہ یقیناً نفاق
کے کسی شعبہ پر دنیا سے اُٹھا۔ نعوذ باللہ منہ ؎

یہ مضمون محض ایک مخلصانہ نصیحت ہے۔ الدین النصح لکل مسلم ؎ اور صرف اسلئے پیش کیا جاتا
ہے کہ اسوقت جو لوگ کسی اسلامی مفاد کیلئے مخلصانہ جہاد اور مسلمانہ مساعی میں سرگرم کار ہیں (شکر اللہ سعیہم)
وہ کم از کم کچھ اپنی طرف بھی مائل ہوں اور۔ جو لوگ اخلاص کیساتھ مسلحانہ روش اختیار کر رہے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ دوسروں کے رذائل زائل ہو جائیں وہ کم از کم کچھ اپنے رذائل اور غوائل نفس کی
طرف بھی جبکہ وہ ساری دنیا کے احتساب سے پہلے اپنے باطن کا احتساب کریں کہ وہ عالم کو شمع دکھا
رہے ہیں لیکن خود ظلمت میں سرگرداں ہیں وہ دنیا کو سیراب کرنا چاہتے ہیں لیکن خود گم کردہ آب
اور عطشان ہیں بعض فہیم مگر عجلت پسند او متلون طبائع میں کسیوقت خود اپنے ذاتی کوتاہیاں
اور اصلاح طلب مفاسد گذرتے ہیں اور وہ بیکدم ندامت کیساتھ چاہتے ہیں کہ رجعت قہقری
کریں یعنی بجائے اصلاح عالم کے پہلے اصلاح نفس کریں۔ لیکن وہ عزت و جاہ کے بھوکے بہت
جلد اس خیال سے اسلئے ہٹ جاتے ہیں کہ اُن کی تمام مساعی کا لب لباب اور ماحصل یہ عارضی
جاہ و شہرت اور عوام کی زبانوں پر چلا ہوا وقار کہیں زائل نہ ہو جائے لیکن اُنہیں یقین کرنا
چاہیئے کہ عارضی اور بے بود چیز زائل ہی ہونے کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ حقیقی بقاء و عزۃ اللہ
اور اس کے مطیع بندوں کے لئے ہے۔ ھذا ما اخذت من کلام الحافظ ابن قیم رح
حررت مع زیادات منی،، واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؎

محمد طیب عفا اللہ عنہ

(دار العلوم دیوبند)

اسلامی اخوت اور انسانی فطرت کا باہمی اتحاد

(رسالہ القاسم نمبر ا جلد ۲)

فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال حبشیؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ اور کلمہ خدا کو بلند کر (اذان دے) بعض لوگوں نے حضرت بلالؓ کے نسب پر طعنہ زنی کی۔ تو حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنایا جاوے اور حق کے ساتھ تم پر حکومت کرے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری اپنا مذہبی فرض سمجھو،،۔

ولو استعمل علیکم عبدٌ حبشیٌ یقود کم بکتاب اللہ اسمعوا واطیعوا،، (بخاری، مسلم وغیرہما)	اگر ایک حبشی غلام بھی تم پر حاکم بنادیا جائے اور وہ کتاب اللہ کیساتھ تم پر حکومت کرے تو اسکی سنو اور اطاعت کرو،،

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری فوجی مہم پر سرداران قریش و شرفاء عرب کے ہوتے ہوئے، کہ جنمیں ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر، خالد و ابو عبیدہ جیسے حضرات موجود ہوں،،

اسامہ بن زید کی قیادت میں اسلامی فوج کو روانہ فرمایا بعض لوگوں کو غلام زادے کا شرفاء عرب پر حاکم بنانا گراں گذرا تو حضور نے نہایت کرختگی کے لہجے میں ان کی انانیت و خودی کا قلع قمع کر دیا۔

اور فرمایا لقد طعنتم فی امارۃ ابیہ قد کان لہا اھل، وان اسامۃ لہا اھل..	تم لوگ اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی سرداری پر طعن کرچکے ہو حالانکہ وہ اس کے اہل ثابت ہوئے اور اب اسامہ سردار بنایا گیا اور وہ اس کا اہل ہے،،

زمانہ کے اس دور کے واقعات مفصل سنے ہونگے جبکہ غلامی کا طوق ایک ذلت کا طوق ہوتا تھا یہانتک کہ حقوق انسانی سے بھی اس گروہ کو محروم کردیا گیا تھا،،

لیکن اسلام نے فطرت کی حمایت کی اور اسکا احیاء کیا اور اخوت و مساوات کے دائرہ کو وسیع تر کر دیا کہ جسنے غلام کو آقا اور آقا کو غلام رعایا کو حاکم اور حاکم کو رعایا بنا دیا۔ غلامیت و آقائیت کے امتیاز کا قلع قمع کیا اور انانیت و خودی کی بے بنیاد عمارتوں کا یکسر انہدام کر دیا،،۔

اس ہمارے دعوی کے عملی نظائر و مثالیں آپ نے اوپر دیکھیں اور تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے لبریز نظر آرہے ہیں اسوقت ہم نہایت مختصر طور پر ایک دو مثالیں آپکے سامنے پیش کرکے اپنی طویل اوقات ختم کئے دیتے ہیں ؛

خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سریر خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے جو تقریر فرمائی اس کے حسب ذیل لفظوں کو پڑھو اور غور سے پڑھو کہ رسول ہاشمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانیکا کس درجہ میثاق ہے اور عہد۔ اعلان ہے اور اشتہار ؛

انی ولیت علیکم ولست بخیرکم فان رایتمونی علی حق فاعینونی وان رایتمونی علی باطل فسددونی اطیعونی ما اطعت اللہ فیکم فاذا عصیت فلا طاعۃ لی علیکم الا ان اقواکم عندی الضعیف حتی اخذ الحق لہ واضعفکم عندی القوی حتی اخذ الحق منہ (ابن سعد ج ۳)

میں تمہیر حاکم اور ولی بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمسے افضل نہیں ہوں اگر مجھے حق کی اعانت کرتے دیکھو تو تم بھی میری مدد کرو اور اگر مجھکو باطل پر دیکھو تو روکو (باطل سے) اطاعت کرو میری جبتک کہ میں تمہارے معاملات میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں اور جب میں خدا کی اطاعت سے روگردانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ خوب سمجھلو کہ جو تم میں سب سے زیادہ قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے یہانتک کہ میں اس سے حق وصول کردوں۔ اور جو سب سے زیادہ ضعیف ہے وہ قوی ہے تاآنکہ میں اسکا حق اس کو نہ دلوادوں۔

جبلہ بن ایہم غسانی نے جو کہ ایک عیسائی شہزادہ تھا عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا طواف کعبہ کے موقع پر اتفاق سے اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے دب گیا۔ حکومت کی بو دماغ میں سرایت کئے ہوئے تھی جوش غضب میں آکر اس شخص کے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارا ؛

اس شخص کی غیرت انتقامی نے مجبور کیا اور اس نے بھی برابر کا جواب دیا، جبلہ کا کچھ تو پہلا ہی غصہ فرو ہونے نہ پایا تھا کہ جبپر اس انتقامی حملہ نے اور بھی آتش غضب بھڑکادی، غصہ سے بیتاب ہوگیا اور حضرت فاروق اعظم کے درگاہ معدلت میں چارہ جو ہوا۔ حضرت عمر نے سُنکر کہا کہ تو نے جیسا کیا تھا ویسی ہی اس کی سزا پائی، کہ جسپر جبلہ سے ضبط نہو سکا اور کہا کہ اگر ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے تو اسکی سزا قتل ہے

حضرت عمر نے فرمایا کہ ہاں زمانۂ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلامی مساوات و اخوت کی تعلیم نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کر دیا۔ اگرچہ جبلہ اس مساوات کا تحمل نہ کر سکا اور ضد میں پھر عیسائی ہو کر روم کو بھاگ گیا لیکن اس تعلیم نبوی کی مجسمہ تصویر نے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا کہ جس نے اپنے لخت جگر اور آنکھوں کی ٹھنڈک پر اسلام کی قانون شکنی کو گوارا نکیا"۔

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمھارے بھائی ہیں جنکو خدا نے تمھارے ہاتھ میں دیا ہے جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ جو خود پہنو وہ اُن کو پہناؤ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ابتدا اسلام کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوجہ ان کے غلام ہونے کے کسی بات پر غصہ میں آکر یا ابن الامۃ (او لونڈی بچے) کہدیا۔

حضرت بلال رضی اللہ نے درگاہ نبوت میں داد خواہی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر کو فوراً طلب فرمایا اور نہایت سختی کیساتھ جو کچھ فرمایا اس کو دیکھو اور سنو،

انك امرءٌ فيك جاهلية، (مسند احمد)	تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں (ابھی تک) جاہلیت کی باتیں پائی جاتی ہیں

نیز یہ بھی فرمایا:

ما ذهبت اعرابيتك بعدُ	تم میں گنوارپن ابھی تک باقی ہے۔

ان اصلاحی کلمات زجر و توبیخ کے بعد حضور نے نرمی کے لہجہ میں حضرت ابوذر کو سمجھایا وہ بھی ملاحظہ ہو، ابوذر! تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں (یعنی جیسے اپنے بھائی کو تم کسی حال میں ذلت کی نظر سے نہیں دیکھتے اسیطرح ان کو بھی مت دیکھو) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمھارے ہاتھ میں دیا ہے لہذا انکو ایسے ہی کھانے کھلاؤ جیسے خود کھاؤ، اور ویسے ہی لباس ان کو پہناؤ جیسے کہ خود پہنو۔ ان پر اتنا بار نہ ڈالو کہ وہ مجبور اور عاجز ہو جاویں اگر ان سے کوئی مشکل کام کراؤ تو ان کیساتھ انکا ہاتھ بٹاؤ۔

اس کے بعد صحابہ نے ان احکام کی کیسی تعمیل کی اور کسطرح اپنے کو تعلیم نبوت کا عملی نمونہ بنایا اسکے مشاہدات ملاحظہ کر چکے اور دیکھ چکے ابوذر رض کی اس کے بعد کیا حالت ہوئی جو خود کھایا وہی غلام کو کھلایا، جس قسم کا خود پہنا اسی قسم کا غلام کو پہنایا آپ کی تنگی اور اس مساوات کا خیال کر کے اگر لوگوں نے

نو کا بھی تو کیا ارشاد فرمایا۔

اجل، ولکن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اطعموھم مما تاکلون والبسوھم مما تلبسون ،،۔

ہاں (جو کچھ کہتی ہو سچ ہے) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کھلاؤ اپنے غلاموں کو جو تم خود کھاؤ اور پہناؤ انکو وہی جو تم خود پہنو۔

اسی پر بس نہ ہوئی بلکہ غلاموں کی اطاعت کو فخر جانا انکی حکومت و فرمانبرداری کے سامنے سر جھکائے ابو ذر غفاری ربذہ کی وادی میں عزلت نشین ہیں ،، مجاشع ، حبشی غلام وہاں کا حاکم و افسر ہے اور ابو ذر ان کی اطاعت کا قلادہ در گردن ہیں اور اسی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں ؟

بلال رض ایک حبشی غلام تھے لیکن فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ،، کہ بلال سیدنا و مولی سیدنا ، بلال ہمارے آقا ہیں اور ہمارے آقا کے غلام ہیں ۔ بلال او صہیب ، سلمان اور مجاشع اور انہیں جیسے آزاد شدہ غلام کہ جنکے اسمائے گرامی سرداران قریش کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں غلام تھے لیکن اسلام نے انہیں حاکم بنایا فرمانبردا بنایا ، یہاں تک کہ شرفا کو اُن کی اطاعت کا فخر بخشا یہ سب کچھ کیوں ہوا اس لئے کہ حامی فطرت کے ارشادات ، افعال و اعمال کانوں سے سُنے ،۔ نظروں سے دیکھے اور قلوب پر جا کر ٹھیرے اور ایسے پیوست ہوئے کہ پھر نکلنا نہ جانا۔

اسی اطاعت و فرمانبرداری کا ایک نمونہ آئیے آپ کو اسلامی مرقع میں دکھلائیں اور ایک دلچسپ مکالمہ جو کہ مابین امام زہری اور عبد الملک بن مروان ہوا ہدیہ ناظرین کریں ، کہ جس سے معلوم ہو کہ ایک زمانہ میں زمام حکومت اسلامیہ غلاموں کے ہی ہاتھ میں رہی ؟

علامہ ابن الصلاح مشہور محدث نے (کہ جنکی مشہور کتاب مقدمہ ابن الصلاح اصول حدیث میں ایک پایہ کی کتاب ہے ،، اس مکالمہ کو باسند نقل فرمایا ہے ،، زہری کہتے ہیں کہ میں عبد الملک بن مروان کے پاس گیا تو مجھیں اور اُن میں حسب ذیل گفتگو ہوئی ؟ عبد الملک ،، زہری! تم کہاں سے آتے ہو ،، زہری ،، مکہ سے ، عبد الملک تم نے وہاں پر کس کو حاکم اور فرمانروا چھوڑا ؟ زہری ،، عطا بن رباح کو عبد الملک ، عطا بن رباح عرب ہے یا عجم ،، زہری ! غلاموں سے ہیں ،، عبد الملک عطا غلام ہو کر

سردار و پیشوا کیونکر ہوگیا، زہری !

بالدیانۃ والروایۃ .. دینداری اور حدیثوں کی روایت کی وجہ سے ..

عبدالملک ! اھل الدیانۃ والروایۃ ینبغی ان یسوّدوا، بلاشبہ اہل دین و اہل روایت ہی سرداری کے اہل ہیں عبدالملک یمن کی زمام حکومت کس کے ہاتھ، زہری، طاؤس بن کیسان کے، عبدالملک عرب ہیں یا عجمی غلام ؟ زہری عجمی غلام، عبدالملک پھر غلام سردار و پیشوا مسلمانوں کا کیونکر ہوگیا ؟ زہری، جس وجہ سے عطا بن رباح سردار و پیشوا ہوئے، عبدالملک، ضرور ایسا ہی مناسب ہے .. عبدالملک، زہری ! مصر والوں کا سردار و پیشوا کون ہے ؟ زہری، یزید بن حبیب، عبدالملک، یزید بن حبیب عرب ہے یا عجمی۔ زہری، غلام ہیں۔ عبدالملک، اور شام والوں کا سردار و پیشوا کون ہے ؟ زہری، مکحول ہیں، عبدالملک غلام ہیں یا عرب ؟ زہری، غلام ہیں، نوبی قوم سے قبیلہ ہذیل کی ایک عورت نے انھیں آزاد کیا تھا۔ عبدالملک، اہل جزیرہ کی سرداری کس کے سر ہے ؟ زہری، میمون بن مہران کے، عبدالملک۔ میمون غلام ہے یا عرب ؟ زہری، غلام ہیں۔ عبدالملک خراسان والوں کا سردار کون ہے ؟ زہری ضحاک، عبدالملک۔ ضحاک عرب ہیں یا غلام۔ زہری غلام ہیں۔ عبدالملک، اہل بصرہ کا سردار و پیشوا کون ہے ؟ زہری، حسن بن ابی الحسن ہیں۔ عبدالملک غلام ہے یا عرب ؟ زہری غلام ہیں۔ عبدالملک، کوفہ کی سرداری کس کے سر ہے ؟ زہری، ابراہیم نخعی کے۔ عبدالملک عرب ہیں یا غلام ؟ زہری، غلام ہیں۔ عبدالملک ویل لك۔ اے زہری تم نے میرے دل کی گرہ کھولدی، خدا کی قسم عرب کی سرداری کا سہرا غلاموں کے سر رہا اور غلام لوگ عرب کے پیشوا اور سردار بنگئے۔ یہانتک کہ انہیں کے خطبے ممبروں پر پڑھے جاتے ہیں اور عرب نیچے رہتے ہیں۔ زہری نعم یا امیرالمومنین اذاھو امر اللہ ودینہ من حفظہ سادہ ومن ضیّعہ سقط (یعنی ہاں اے امیرالمومنین یہ تو اللہ کا حکم اور اسکا دین ہے جو حفاظت کریگا سردار و پیشوا ہوگا اور جو ضائع کریگا گر جائیگا)۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(احقر عتیق احمد صدیقی عفا اللہ عنہ)

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

علامہ دیوبندی

الحمد للہ والمنۃ کہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب دام فیوضہم ناظم جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا مشہور و معروف مضمون "اشاعت الاسلام" المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" زیور طبع سے آراستہ ہو کر آسمان اشاعت کا آفتاب بن گیا ہے۔

اب مشتاق نظروں کیطرف نظر ہے کہ وہ دار المولفین کی اس خدمت کو کہاں تک قدر کرتے ہوئے اسکے استقبالی جذبات کو کامیاب بنانے کی سعی کریں گی۔

اس مبارک خدمت پر حضرت حکیم الامۃ مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے جن متبرک خیالات کا اظہار فرمایا ہے حق تعالیٰ ان کو درجہ قبولیت سے نوازے۔ ہماری بڑی کامیابی یہی ہے کہ حضرات اکابرین کی خوشنودی اور دعاؤں کا شمول ہماری رہبری کرتا ہے۔

حضرت اقدس نے اس کتاب پر جو ایک مضمون بصورت تقریظ ارسال فرمایا ہے اسکو تیمناً و تبرکاً شائع کرتے ہوئے درگاہ واہب العطیات میں دست بدعا ہیں کہ بار الٰہا تو ہی ہمارے قلوب میں صادق جذبات پیدا فرماتے ہیں اور تو ہی ہم کو ساحل مراد تک پہنچائیگا۔ آمین"

(ارکان دار المولفین دیوبند)

تقریظ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب سرپرست دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم

موقع الحسام من اشاعۃ الاسلام

یعنی

تقریظ بر رسالہ اشاعت اسلام مؤلفہ مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی دام فیضہم

الحمد و الصلوٰۃ مخالفین اسلام کے اس شبہ کا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے اصولی جواب تو خود اسلام کے قانون سے ہے جس کے بعض ضروری دفعات یہ ہیں (۱) قتال میں عورۃ اور اپاہج اور شیخ فانی اور اندھے کا قتل باوجود ان کے بقا علی الکفر کے جائز نہیں اگر سیف اکراہ علی الاسلام کے لئے ہوتی تو انکو انکی حالت پر کیسے چھوڑا جاتا۔

(۲) جزیہ مشروع کیا گیا اگر سیف جزاء کفر ہوتی تو باوجود بقاء علی الکفر کے جزیہ کیسے مشروع ہوتا ہے۔ (۳) پھر جزیہ بھی سب کفار پر نہیں چنانچہ عورۃ پر نہیں اپاہج اور نابینا پر نہیں، رہبان پر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مثل سیف کے جزیہ بھی جزائے کفر نہیں ورنہ سب کفار کو عام ہوتا۔ جب جزیہ کہ سیف سے اخف ہے جزائے کفر نہیں تو سیف جو کہ اشد ہے کیسے جزائے کفر ہوگی۔ (۴) اگر کسی وقت مسلمانوں کی مصلحت ہو تو کفار سے صلح بلا شرط مالی بھی جائز ہے۔ (۵) اگر حالات وقتیہ مقتضی ہوں تو خود مال دیکر بھی صلح جائز ہے ان اجزا کی دونوں دفعات سے معلوم ہوا کہ جزیہ جسطرح جزائے کفر نہیں جیسا دفعہ ۳ سے معلوم ہوا اسیطرح وہ مقصود بالذات بھی نہیں ورنہ صلح بلا مال یا بہ بذل مال جائز نہ ہوتی پس جب سیف یا جزیہ نہ جزائے کفر ہیں نہ مقصود بالذات ورنہ دفعات مذکور مشروع نہ ہوتے تو ضرور اسکی کوئی ایسی علت ہے جو ان دفعات کی ساتھ جمع ہوسکتی ہے اور وہ حسب تصریح حکماے امت (کما فی الہدایۃ وغیرہا) سیف کی غرض اعزاز دین و دفع فساد ہے اور جزیہ کی غرض یہ ہے کہ جب ہم ہر طرح انکی حفاظت کرتے ہیں اور اس حفاظت میں اپنی جان و مال صرف کرتے ہیں تو اسکا صلہ یہ تھا کہ وہ بھی حاجت کے وقت ہماری نصرت بالنفس ہی کرتے مگر ہم نے انکو قانوناً اس سے بھی سبکدوش کر دیا اسلئے کم از کم ان کو کچھ مختصر ٹکس مالی ادا کرنا چاہیئے تاکہ یہ نصرت بالمال اُس نصرت بالنفس کا من وجہ بدل ہو جاوے یہ اغراض ہیں سیف اور جزیہ کے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اعداء دین سے احتمال فساد کا نہیں رہتا سیف مرتفع ہو جاتی ہے جسکے تحقق کی ایک صورت قبول جزیہ ہے ایک صورت صلح ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ نصرت بالنفس پر جو کہ انپر عقلاً واجب تھی قادر نہیں اُنسے نصرۃ بالمال بھی معاف کر دی گئی ہے البتہ چونکہ احتمال فساد کا موثوق بہ انتفاء عادۃً موقوف ہے حکومت و سلطنت پر چنانچہ تمام ملوک و سلاطین کا گو وہ اہل ملل بھی نہ ہوں یہ اجماعی مسئلہ ہے اسلئے ایسی کسی صورت کو بحالت اختیار گوارا نہیں کیا گیا جسمیں اسلام کی قوت و شوکت کو صدمہ پہنچے اس مختصر تقریر سے اصولی طور پر شبہ مذکورہ کا بالکلیہ قلع قمع ہوا جاتا ہے اور اس کا وسوسہ بھی باقی نہیں رہتا کہ شمشیر اشاعت اسلام کے لئے وضع کی گئی ہے الحمد للہ کہ اس اعتراض کا بالکلیہ استیصال ہو گیا۔ رہا مرتد کا قتل اسلام کیطرف عود نہ کرنے کی حالت میں سو اسکی حقیقت اکراہ علی قبول الاسلام نہیں ہے بلکہ اکراہ علی ابقاء الاسلام بعد قبولہ ہے سو وہ ایک مستقل مسئلہ ہے جو مسئلہ مبحوث عنہا سے بالکل مغائر ہے اور اس کی بناء بھی وہی دفع فساد ہے جو اصل مسئلہ سیف کی بناء ہے اتنا فرق ہے کہ کفر قبل الاسلام کا شر اور ضرر اخف ہے

اس لئے اس کا تدارک جزیہ یا صلح سے جائز رکھا گیا ہے اور کفر بعد الاسلام یعنی ارتداد کا شر اور ضرر اغلظ ہے کہ ایسا شخص طبعاً بھی زیادہ مخالف ومحارب ہوتا ہے اور دوسروں کو اسکی حالت دیکھکر حق میں تذبذب و تردد بھی ہوتا ہے نیز اسمیں ملت کا ہتک حرمت بھی ہے اسلئے اسکا تدارک صرف سیف ہی تجویز کیا گیا اور مرتدہ چونکہ عادۃً محارب نہیں ہوتی صرف تذبذب و ہتک کا ضرر اس کے حبس دائم سے دفع کر دیا گیا ہے کہ عقوبت میں فطرۃً خاصہ زجر کا ہے۔

بہرحال قانون اسلام کا (مع رفع تمامی شبہات کے) اعتراض اشاعت اسلام بالسیف کے لئے دافع ہونا ظاہر ہو گیا جو کہ حقیقت شناسان اہل انصاف کی شفا کے لئے کافی ہے مگر چونکہ اس وقت عام طور سے مادیت اخباریت کا اکثر طبائع پر رنگ غالب ہے۔ اس لئے اس شبہ کے جواب میں سخت ضرورت اسکی بھی ہے کہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے نائبان ذوی الاحترام یعنی ذمہ داران اسلام کے واقعات جزئیہ بھی ان اصول مذکورہ کی تائید وموافقت میں دکھلائے جاویں چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کرکے متعدد حضرات نے اس موضوع پر توجہ کی ہے لیکن علوم دینیہ میں مہارت نہ ہونے کے سبب اکثر کے کلام میں خود وہ اصول وحدود جس کی تائید مقصود تھی متروک وفائت ہو گئے ہیں جس سے وہ تائید بالکل اس مثل کی مصداق ہو گئی[ف] یکے بر سر شاخ وبن می برید۔ تو اسطرح سے وہ ضرورت پھر باقی کی باقی رہی حق تعالی جزائے خیر عطا فرماوے مکرمی معظمی نبراس العلماء راس الفضلا تاج الادبا سراج البلغا حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم مدرسہ دار العلوم دیوبند دام ودامت بالفیوض والبرکات والمواہب کو جنہوں نے اپنے رسالہ اشاعت اسلام ملقب بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا۔ میں جس کے چند اجزا اسوقت میرے سامنے ہیں اس ضرورت کا حق بوجہ اکمل ادا فرمایا جسمیں اولاً تمہید میں بقدر ضرورت اصول کیطرف بھی اشارہ فرمایا ہے اور ثانیاً واقعات صحیحہ کو ایسی خوبی کی ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ دلالت علی المقصود کی ساتھ انطباق علی الاصول کا پورا لحاظ رکھا ہے جس سے شائقان فروع عاشقان اصول دونوں کو مستفید کرتا ہوا اس شعر کا مصداق ہو گیا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد		برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را	

یہ تو اس کے مضمون اور معانی کی کیفیت ہے پھر عنوان اور الفاظ میں سادگی اور حسن کو ایسے طور پر جمع کیا ہے کہ عبارت میں نہ فرسودہ قدامت ہے نہ تکلف آمیز جدت جس سے وہ اس شعر کا مصداق ہو گیا ؎

ضمیمہ مرتبہ اشاعت الاسلام ۱۲

ف من قولہ تعالی آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون ۱۲ منہ

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ❊ دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

چونکہ میں ثنا سے زیادہ دعا کو اپنا وظیفہ سمجھتا ہوں بجائے ثنا کے اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ اس رسالہ کو نافع فرما اور شبہات کے لئے دافع فرما۔ اسیوقت ختم پر مجھکو یاد آیا کہ القاسم دور جدید کے کسی پرچہ پر مولانا اعزاز علیصاحب مدرس مدرسہ موصوف نے ایک مضمون شروع کیا تھا جسکا عنوان ہے اسلام سے لوگوں کو کس کس طرح روکا گیا مناسبت تقابل کے سبب (جسکی مسلمہ خاصیت ہے وبضدہا تتبین الاشیاء) اس مقام پر اس کا ذکر کرنے کو بھی دل چاہا اسکو تلاش کر رہا تھا کہ القاسم بابت رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ میں وہ بھی ملگیا اور اسی دوران میں القاسم ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ میں ایک اور مضمون مولانا ہی کا بعنوان اشاعۃ اسلام کا تاریخی سلسلہ ملا جسمیں مضمون بالا یعنی مانعیت عن الاسلام کی تکمیل کا وعدہ اور ساتھ ہی دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا کی تتمیم کا وعدہ ذکر فرمایا ہے اسکے دیکھنے سے میرے سامنے تین نور جمع ہوگئے یعنی ۱۔ مولانا الممدوح سابقا کا اصل مضمون ۲۔ مولانا الممدوح لاحقا کا مضمون اشاعۃ جس کو اصل مضمون کا تتمہ کہنا مناسب ہے، ۳۔ ان ہی مولانا کا مضمون مانعیت جسکو اصل مضمون کا ضمیمہ کہنا مناسب ہے اور ہر نور نے ایک سرور پیدا کرکے یہ شعر صادق کر دیا ؎

سرور فی سرور فی سرور ❊ ونور فوق نور فوق نور

اور درحقیقت یہ مضمون مانعیت کا اصل مضمون کی شوکت وصولت کا جلی اور قوی کرنیوالا ہے جسکی تعبیر یہ ہے کہ اسلام میں وہ دلکشی ہے کہ باوجود مخالفین کی انتہائی مکائد و شدائد کے اسکے اثر میں کمی نہیں ہوئی پس اصل مضمون سے اسلام کی شان حبیبی (یعنی محبوبیت) نمایاں ہے اور عجب اتفاق ہے کہ وہ اسی شان کے مظہر یعنی حبیب العلماء کے قلم سے شروع ہوا اور مضمون مانعیت سے اسلام کی شان اعزازی (یعنی عظمت) کہ اتنے مخالفین کو مغلوب کرتا رہا روشن ہے اور عجب اتفاق ہے کہ وہ اسی شان کے مظہر یعنی اعزاز الفضلاء کے قلم سے شروع ہوا اگر یہ مضمون بھی مثل اصل مضمون کے ایک متعد بہ مقدار میں مدون ہوجاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس موضوع میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہیگی اب مولانا المدرس دام فیضہم کی خدمت میں دونوں عدوں کے ایفاء کی سفارش اور اللہ تعالیٰ سے اونکی تکمیل میں اعانت کی دعا کرکے دوبارہ مضمون کو ختم کرتا ہوں والسلام کتبہ اشرف علی التھانوی ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ

حضرت مولانا کا قیام چند سال سے سلہٹ ملک بنگال سے اندر تھا الحمد للہ کہ اب مولانا کا قیام دیوبند میں مستقل طور پر طے ہو گیا ہی۔

مولانا مدظلہم کے مشاغل

۲ گھنٹہ دارالعلوم میں درس حدیث و تفسیر کیلئے صرف ہونگے اور ۲ گھنٹہ شعبہ تبلیغ دارالعلوم میں کام فرماوینگے ۲ گھنٹہ میں فوائد القرآن تالیف فرماوینگے عندالضرورت تبلیغی دورہ بھی فرماوینگے۔ حقتعالی جملہ تشنگان علوم نبویہ والٰہیہ کو اس بحر ذخار سے استفادہ کی کامل توفیق بخشے آمین۔

یہ مژدہ جانفزا ہر دیکھنے والا اپنے احباب و متعلقین کو ضرور سنائیں۔

ضروری اطلاعات

”برائے خریداران القاسم“

القاسم | خدا کا شکر ہی کہ القاسم کا دوسرا سال بارھواں نمبر پہنچنے کے بعد بخیر و خوبی بصد کامیابی ختم ہو گیا ہے اور اب اگلے نمبر سے تیسری سال میں وہ انشاءاللہ ۱۰ محرم تک قدم رکھنے والا ہی ہم ان حضرات کے نہایت مشکور ہیں جنہوں نے القاسم کی خدمات اور اوسکی مضامین کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسکی اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی ہی۔ شکر اللہ سعیہم“

یکم محرم ۴۶ھ تک سالانہ چندہ (عہ/) بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجدیجئے“۔

محرم ۳۶ھ کا پہلا نمبر از روئے عملدرآمد حضرات خریداران کیخدمتمیں ۱۰ محرم تک ویلو بھیجا جائیگا لیکن سالانہ چندہ (عہ/) بذریعہ منی آرڈر بھیجدینے میں ۲/ کی کفایت خریداران کو ہوگی۔ اگر ہر خریدار سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدے اور ۲/ جمعیۃ علما کے تبلیغی فنڈ میں ادا کرے تو دو ہزار خریداروں کے حساب سے ڈھائی سو روپے اسی صورت میں ذراسی توجہ سے فراہم ہوسکے۔ بہر حال دفتر القاسم یکم محرم تک منی آرڈر کا انتظار کرکے ۱۰ محرم کو پہلا پرچہ ویلو پہنچیگا۔ امید ہی کہ از راہ قدردانی و ہمدردی اسلامی منی آرڈر کے ذریعہ چندہ

نہ بھیجنے کی صورت میں ویلو ضرور وصول فرمائینگے اور اپنی خریداری کو مستقل رکھینگے ۔ اور وی پی کو واپس کرکے دفتر کو نقصان نہ دینگے۔

فائل کی تکمیل کر لیجئے

جن حضرات کے پاس جلد دوم کا کوئی پرچہ اگر ڈاکخانہ کی غلطی کی وجہ سے نہ پہنچا ہو یا کسی اور سبب سے گم ہو گیا ہو تو بشرط استقلال خریداری دفتر القاسم انکی فائل کو ایک کارڈ لکھدینے پر مفت مکمل کرا سکتا ہے بہر حال خدا کے لئے القاسم کے اجراء میں ویلو واپس کرکے روڑا نہ اٹکائیے اور جب ویلو پہنچے تو بلا تاخیر و توقف وصول فرما لیجئے چار کا سال بھر میں ادا کرنا کوئی بڑی بات نہیں لیکن واپس کرنے میں مجموعی نقصان بہت زیادہ نا قابل برداشت ہے۔

مکرر عرض آنکہ اطمینان و کفایت کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ یکم محرم تک آپ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ہمیں وی پی کے واپسی کے خوف و نقصان سے بچالیں۔

عنایت و کرم کا طالب خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ

(معتمد المدیر القاسم)

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

طاہر بن احمد القاسمی دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند ہونی چاہیئے